خارجی مثالوں سے مزین
منطق کی مشہور کتاب مرقات کی شرح

درسِ مرقات

شارح
مفتی ثناء اللہ قاسمی
خادم حدیث جامعہ اسلامیہ مالتی پور (مغربی بنگال)

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

خارجی مثالوں سے مزین منطق کی مشہور کتاب "مرقات" کی شرح

درس مرقات

شارح

مفتی ثناء اللہ قاسمی

خادم حدیث جامعہ اسلامیہ، مالتی پور (مغربی بنگال)

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

تفصیلات

نام کتاب .... درسِ مرقات

بارِاول 2012

ناشر .... کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

قیمت ....

ملنے کے پتے

دیوبند کے سبھی کتب خانے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی أبدع الافلاکَ والارضینَ والصلوٰۃُ علی من کان نبیاً وادمُ بین الماءِ والطینِ وعلی الہٖ واصحابہٖ اَجمعینَ وبعدُ فھٰذِہٖ عِدَّۃُ فُصُوْلٍ فی علمِ المیزانِ لا بد من حفظِھا وضبطِھا لِمَنْ أرادَ ان یَتَذَکَّرَ من أولی الأذھَانِ وعلی اللّٰہِ التوکلُ وھو المستعان.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے آسمانوں وزمین کو بغیر نمونہ کے پیدا کیا، اور رحمت کاملہ نازل ہو اس ذات گرامی پر جو نبیؐ تھے اس حال میں کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، نیز ان کے تمام آل واصحاب پر (رحمت کاملہ نازل ہو) اور حمد وصلوۃ کے بعد تو یہ چند فصلیں ہیں علم منطق میں جن کا یاد کرنا اور ضبط کرنا ضروری ہے ان لوگوں کیلئے جو چاہتے ہیں کہ یاد کریں، ذہن والوں میں سے اور اللہ ہی پر بھروسہ ہے اور وہی طلب مدد کے لائق ہے۔

درس: پیارے بچو: مصنفؒ نے اپنی اس کتاب کا آغاز تسمیہ اور تحمید سے کی ہے، کیوں کہ ایسا کرنے میں قرآن پاک کا بھی اتباع ہے اس طور پر کہ قرآن پاک کی ابتداء تسمیہ اور تحمید سے کی گئی ہے اور حدیث رسول پر بھی عمل ہے کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کل امر ذی بال لم یبدء بسم اللہ فھو ابتر" اور ایک حدیث میں بسم اللہ کی جگہ "بحمد اللہ فھو اقطع وأجزم" ہے نیز اسلاف عظام کا بھی یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کا آغاز تسمیہ اور تحمید سے فرماتے تھے۔

مقدمة اعلم ان العلمَ یُطْلَقُ علی معانٍ احدُھا حصولُ صورةِ الشئِ فی العقلِ، ثانیھا الصورةِ الحاصلة من الشئِ عند العقلِ، ثالثھا الحاضرُ عند المدرِک، رابعھا قبولُ النفس لتلک الصورةِ، خامسھا الاضافةُ الحاصلةُ بین العالِمِ والمعلومِ.

ترجمہ: جان لو کہ علم کا اطلاق چند معانی پر ہوتا ہے۔ اوّل: شی کی صورت کا عقل

میں حاصل ہونا۔ ثانی: وہ صورت جو شئی سے عقل کے پاس حاصل ہوتی ہے۔ ثالث: جو مدرک کے پاس موجود ہے۔ رابع: نفس کا اس صورت کو قبول کر لینا۔ خامس: ایسی نسبت جو عالم اور معلوم کے درمیان حاصل ہوتی ہے۔

درس: پیارے بچو: اس سبق میں مصنفؒ نے علم کی تعریفات کو بیان کیا ہے مصنفؒ نے علم کی پانچ تعریفیں نقل کی ہیں۔ تم سب سے پہلے علم کا معنی اور اصل تعریف کو سمجھو بعد میں مصنف کی تعریفوں کی وضاحت سننا، سنو علم کے معنی ہیں جاننا، اور کسی چیز کے جاننے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز جس کو تم نے جانا ہے اس کی تصویر اور فوٹو تمہارے ذہن میں کھینچ آئے مثال کے طور پر، دلی کی جامع مسجد، آگرہ کا تاج محل تم نے دیکھے اور ہر ایک کو دیکھ کر الگ الگ نقشہ دونوں کا ذہن میں آیا، تو تم اپنے ذہن کے اندر جان رہے ہو کہ آگرہ کا تاج محل اس طرح ہے اور دلی کی جامع مسجد اس طرح ہے۔ یہی ان دونوں کا علم ہے اسی طرح کلکتہ کی جامع مسجد ناخدا کو تم نے دیکھا، اب اگر اس کی شکل، اس کا جائے وقوع تمہارے ذہن میں ہے تو کہا جائے گا تمہیں اس کے بارے میں علم ہے اور اگر اس کی شکل، اس کا جائے وقوع، اس کی ہیئت تمہارے ذہن میں نہیں ہے تو کہا جائے گا تمہیں اس کے بارے میں علم نہیں ہے، تم اس کے بارے میں جاہل ہو، خلاصہ یہ کہ دنیا کی ان گنت چیزوں کے جو نقشے اور فوٹو ہمارے ذہنوں میں ہیں اور ہر ایک کی ذہن میں جو الگ الگ پہچان ہے۔ یہی ان چیزوں کا علم ہے اور یہی نقشے اگر ہمارے ذہنوں سے نکل جائیں اور ہم بھول جائیں تو یہی ان کا جہل ہے۔ بچو امید کہ تم نے علم کے معنی اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا، اب مصنفؒ کی تعریفات پر ایک نظر ڈالو۔

پہلی تعریف "حصول صورة الشئ فی العقل" یعنی عقل میں کسی چیز کی صورت کا حاصل ہونے کا نام علم ہے۔

دوسری تعریف الصورة الحاصلة من الشئ فی العقل یعنی وہ صورت جو شئی سے عقل کے پاس حاصل ہوتی ہے، دونوں تعریفوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی تعریف کے

اعتبار سے علم محض حصول کا نام ہے اور دوسری تعریف کے اعتبار سے محض حصول کا نام علم نہیں ہے بلکہ کسی چیز کا علم اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی صورت ذہن میں حاصل نہ ہو جائے۔

تیسری تعریف الحاضر عندا لمدرک علم شی کا مدرک کے نزدیک موجود وحاضر ہونے کا نام ہے گویا ان کے نزدیک وجود شی وحضور شی کو علم کہتے ہیں۔

چوتھی تعریف قبول النفس لتلک الصورۃ علم ذہن کا صورت کو قبول کرنے کا نام ہے یعنی جب تک کسی چیز کی صورت ذہن میں قرار اختیار نہ کرے اس وقت تک اسے علم نہیں کہا جاسکتا، کیوں کہ بسا اوقات حصول ہوتا ہے مگر ذہن اسے قبول نہیں کرتا۔

پانچویں تعریف الاضافۃ الحاصلۃ بین العالم والمعلوم پانچواں مذہب یہ ہے کہ علم نہ تو حصول کا نام ہے اور نہ صورت حاصلہ کا نام ہے اور نہ ہی حضور اور قبول کا نام ہے بلکہ علم اس نسبت کا نام ہے جو عالم اور معلوم کے درمیان ہوتی ہے، بچو مصنفؒ نے علم کی پانچ تعریفیں کیں، لیکن حقیقت میں پانچوں کا خلاصہ ایک ہے کہ کسی چیز کی تصویر اور فوٹو ذہن میں آجائے اسے علم کہتے ہیں۔

وَيَنْقَسِمُ على قسمينِ أحدُهما يقال له التصورُ وثانيهما يُعَبَّرُ عنه بالتصديق أما التصورُ فهو الادراكُ الخالي عن الحكمِ.

ترجمہ: اور علم منقسم ہوتا ہے دو قسموں پر ان میں سے ایک تصور ہے اور دوسرے کو تصدیق سے تعبیر کیا جاتا ہے بہر حال تصور تو وہ ادراک ہے جو حکم سے خالی ہو۔

درس: پیارے بچو مصنف فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں، تصور، تصدیق دیکھو کتابوں میں تصور وتصدیق کی جو تعریفیں کی جاتی ہیں اس سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا آؤ ہم تمہیں مختصر الفاظ میں تصور وتصدیق کو سمجھا دیں، دیکھو تمہارے ذہن میں جو بات آئی ہے اگر ایسی ہے کہ اس میں سے ایک کو مبتدا اور دوسرے کو خبر بنا سکو تو اسے تصدیق کہتے ہیں اور اگر وہ بات ایسی ہو کہ انہیں مبتدا اور خبر نہ بنا سکو تو اسے تصور کہتے ہیں اس سے

آسان لفظوں میں یوں سمجھو کہ مرکب تام جس میں یقین ہو اسے تصدیق کہتے ہیں اور مرکب ناقص یا مرکب تام جس میں یقین نہ ہو اسے تصور کہتے ہیں جیسے اللہ ایک ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ظاہر ہے کہ مرکب تام ہے اور یقین بھی ہے اسلئے دونوں تصدیق ہیں، خالد کا غلام، قلم کی روشنائی، ظاہر ہے کہ مرکب ناقص ہے، اس لئے یہ تصور ہیں اسی طرح ہوسکتا ہے کہ بارش ہو رہی ہو، ہوسکتا ہے کہ سبق ہو، ظاہر ہے کہ یہ مرکب تام ہیں لیکن ان میں یقین نہیں ہے اسلئے یہ دونوں تصور ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اگر بات پوری ہو جائے اور یقین بھی ہو تو اسے تصدیق کہتے ہیں اور اگر بات پوری نہ ہو یا بات پوری ہو جائے لیکن یقین نہ ہو تو اسے تصور کہتے ہیں۔ یہ ہے تصور و تصدیق کا خُلاصہ، اب مصنف کی تعریف دیکھو، تصور وہ ادراک ہے جو حکم سے خالی ہو یعنی یقین سے خالی ہو۔

والمرادُ بالحكمِ نسبةُ اَمرٍ الى امرٍ اخرَ ايجاباً اوسلباً وانْ شِئْتَ قُلْتُ ايقاعاً اوانتزاعاً وقديُفَسَّرُ الحكمُ بوقوعِ النسبةِ اولاوقوعِها كما اذا تَصَوَّرْتَ زيداً وحده اوقائماً وحده من دون ان تُثبِتَ الْقِيَامَ لزيد اوتسلبه عنه.

ترجمہ: اور مراد حکم سے ایک امر کی نسبت کرنی ہے دوسرے امر کی جانب ایجاباً یا سلباً، اور اگر چاہو تو کہو ایقاعاً یا انتزاعاً اور کبھی حکم کی تفسیر وقوع نسبت یا لاوقوع نسبت سے کی جاتی ہے جیسا کہ جب تم صرف زید کا تصور کرو یا صرف قائم کا بغیر اس کے کہ تم زید کیلئے قیام کو ثابت کرو یا اس سے قیام کو سلب کرو۔

درس: یہاں سے مصنف حکم کی تعریف کو بیان کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ حکم سے مراد ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف نسبت کرنے کا نام حکم ہے خواہ یہ نسبت ایجابی ہو، جیسے دیوبند ایک شہر ہے، درس مرقات ایک شرح ہے یا نسبت سلبی ہو جیسے، دیوبند قصبہ نہیں ہے بلکہ خوبصورت شہر نہیں ہے مصنف فرماتے ہیں کہ کبھی ایجاب و سلب کو ایقاع اور انتزاع بھی کہا جاتا ہے اسی طرح کبھی وقوع نسبت اور لاوقوع سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

اما التصديقُ فهو على قولِ الحكماءِ عبارةٌ عن الحكمِ المقارنِ

للتصوراتِ فالتصوراتُ الثلثةُ شرطٌ لوجودِ التصديقِ ومِنْ ثَمَّ لايُوجَدُ تصديقٌ بلا تصور والامامُ الرازی يقولُ انه عبارةٌ عن مجموعِ الحكمِ وتصوراتِ الاَطرافِ فاذاقُلْتَ زيدقائم واَذْعنتَ بقيامِ زيدٍ تَحْصُلُ لک علومُ ثلثةٌ اَحدُها علمُ زيدٍ وثانيها اِدراکُ معنی قائمٍ وثالثها المعنی الرابطُ الذی يُعَبَّرُ عنه فی الفارسية ہست فی الايجاب ونيست فی السلب وہے ونہيں فی الهندية ويقال لهذا المعنی الحكم تارة والنسبة الحكمية اُخری فاذا اَتقنت ماعَلَّمْنَاکَ فاعلم اَنَّ الحكم يزعم ان التصديق ليس الا ادراک المعنی الرابطی والامامُ يزعم اَن التصديقَ مجموعُ الادراکاتِ الثلثةِ اَعنی تصورَ المحكومِ عليه وتصورَ المحكومِ به وادراکَ النسبةِ الحكميةِ المسمی بالحكم.

ترجمہ: بہرحال تصدیق تو وہ حکماء کے قول کے مطابق ایسے حکم کا نام ہے جو تصورات سے متصل ہو چنانچہ تصورات ثلثہ وجود تصدیق کیلئے شرط ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تصدیق بدون تصور کے پائی نہیں جاتی اور امام رازی فرماتے ہیں کہ تصدیق تصورات اطراف اور حکم کے مجموعے کا نام ہے چنانچہ جب تم نے زید قائم کہا اور زید کے کھڑے ہونے کا یقین کرلیا تو تمہیں تین علوم حاصل ہوئے ایک تو زید کا علم، دوسرا قائم کے معنی کا علم، اور تیسرا اس معنی رابطی کا علم جسے فارسی میں ایجاب کے اندر ہست اور سلب کے اندر نیست سے نیز ہندی میں ہے اور نہیں سے تعبیر کرتے ہیں اور اس معنی کو کبھی حکم اور کبھی نسبت حکمیہ بھی کہا جاتا ہے۔

درس: اس عبارت میں مصنفؒ نے تصدیق کی تعریف کرنے کے بعد ایک اختلاف کو ذکر کیا ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تصدیق ایسے علم کا نام ہے جس میں حکم ہو مثلاً تم نے کہا مدرسہ خوبصورت ہے اور تم نے مدرسہ کے خوبصورت ہونے کا یقین بھی کرلیا تو اولاً تم نے خوبصورتی کی نسبت مدرسہ کی جانب کی اب تم کو تین باتوں کا علم ہوا، اوّل

مدرسہ کا جو محکوم علیہ ہے ثانی خوبصورتی کے معنی کا جو محکوم بہ ہے ثالث ان دونوں کے درمیان جو ربط اور تعلق ہے اس کا علم جسے فارسی میں موجبہ کے اندر ہست اور سالبہ کے اندر نیست اور اسے ہندی میں ہے اور نہیں سے تعبیر کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جب تم نے المدرسة جميلة کہا تو تین باتوں کا علم ہوا محکوم علیہ کا تصور، محکوم بہ کا تصور اور نسبت حکمیہ کا تصور، نیز ایک چوتھی چیز بھی حاصل ہوئی یعنی حکم جسے اذعان ویقین بھی کہا جاتا ہے، ان تفصیلات سے یہ معلوم ہوا کہ تصدیق کے چار اجزاء ہیں، اب ارکان تصدیق میں حکماء اور امام رازی کا اختلاف ہے، چنانچہ حکماء کی رائے یہ ہے کہ تصدیق صرف حکم کا نام ہے اور تصورات ثلثہ تصدیق کیلئے شرط ہیں۔

اور امام رازی فرماتے ہیں کہ تصدیق تصورات ثلثہ اور حکم کے مجموعہ کا نام ہے خلاصہ یہ کہ حکماء کے نزدیک تصدیق صرف حکم کا نام ہے اور تصورات ثلثہ اس کیلئے شرط ہیں، اور امام رازی کے نزدیک تصدیق چاروں کے مجموعہ کا نام ہے، دونوں کے قول کے درمیان فرق یہ ہے کہ تصدیق حکماء کے قول کے مطابق بسیط ہے اور امام رازی کے قول کے مطابق مرکب ہے نیز حکماء کے قول کے مطابق تصورات ثلثہ شرط ہیں اور شرط شی سے خارج ہوتی ہے اس لئے یہ تینوں تصدیق سے خارج ہیں، اور امام رازی کے قول کے مطابق رکن ہیں اور رکن شی میں داخل ہوتا ہے اس لئے یہ تینوں تصدیق میں داخل ہیں۔

فصل: التصور قسمان احدُهما بديهيٌّ اى حاصلٌ بلانظرٍ وكسبٍ كتصوُّرِنا الحرارةَ والبرودةَ ويقال له الضروري ايضاً وثانيهما نظريٌّ اى يَحتاجُ فى حصولِه الى الفكرِ والنظرِ كتصوُّرِنا الجنَّ والملائكةَ فانا محتاجُونَ فى اَمثالِ هذه التصوراتِ الى تجشّمِ فكرٍ وترتيبِ نظرٍ ويقال له الكسبي ايضاً.

ترجمہ: تصور کی دو قسمیں ہیں، ایک بدیہی یعنی جو بغیر نظر وکسب کے حاصل ہو جیسے ہمارا گرمی اور سردی کا تصور کرنا، اور اس کو ضروری بھی کہا جاتا ہے اور دوسری قسم نظری

ہے یعنی جو اپنے حصول میں فکر ونظر کا محتاج ہو، جیسے ہمارا جن اور ملائکہ کا تصور کرنا کیوں کہ ہم ان جیسے تصورات میں فکر کرنے اور نظر کو ترتیب دینے کے محتاج ہیں اور اس کو کسبی بھی کہا جاتا ہے۔

درس: پیارے بچو: اس سے پہلے تم نے علم اور اس کی دو قسموں کا مطلب سمجھا ہے اب اس سبق میں تصور وتصدیق کی قسمیں کہ تصور کتنی طرح کا ہوتا ہے اور تصدیق کتنی طرح کا ہوتا ہے، بتائیں گے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تصور کی دو قسمیں ہیں (۱) تصور بدیہی (۲) تصور نظری، پہلے بدیہی اور نظری کی تعریف سنو پھر تم خود بخود جان لوگے کہ تصور بدیہی اور تصور نظری کسے کہتے ہیں؟

دیکھو دنیا میں کچھ چیزیں تو ایسی ہیں کہ جن کو ہمیں کسی سے سمجھنا نہیں پڑتا ہے اور نہ ان کے سمجھنے کیلئے دماغ لڑانا پڑتا ہے، یوں ہی اپنے آپ از خود وہ جان لی جاتی ہے جیسے سردی، گرمی، پانی، آگ، وغیرہ، اسی طرح آپس میں استعمال ہونے والی چیزیں گھروں میں، بازاروں میں یہ سب خود بخود سمجھ میں آجاتی ہیں، پڑھا لکھا اوران پڑھ جاہل اس میں سب برابر ہیں ایسی چیزوں کو بدیہی کہتے ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے سمجھنے کیلئے دماغ خرچ کرنا پڑتا ہے یا کسی سے سمجھنے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے اسم، فعل، حرف، معرب، مبنی، حدیث متصل، حدیث موقوف، اسی طرح اظہار، اخفاء یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کو سمجھنا پڑتا ہے ایسی چیزوں کو نظری کہتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ بغیر غور فکر کے خود بخود سمجھ میں نہ آوے بلکہ غور وفکر کی ضرورت پڑے تو اس کو نظری کہتے ہیں، یہ تو ہوئی بدیہی اور نظری کی تعریف اب تصور بدیہی اور تصور نظری کو سمجھو، تم یہ جانتے ہو کہ تصور کہتے ہیں مرکب ناقص کو یعنی بات پوری نہ ہو یا بات پوری ہو جائے لیکن یقین نہ ہو تو اب اسی میں یہ بات ملا دو کہ اگر مرکب ناقص یا مرکب تام جس میں یقین نہ ہو، بغیر غور وفکر کے حاصل ہو جائے تو اسے تصور بدیہی کہتے ہیں جیسے آگ کی روشنی، ٹھنڈی، گرمی، ظاہر ہے کہ بات پوری نہ ہوئی اور یہ چیزیں بغیر غور وفکر کے حاصل ہو جاتی ہیں اس لئے یہ چیزیں تصور بدیہی

ہیں اور اگر مرکب ناقص یا مرکب تام جو یقین سے خالی ہو، بغیر غور وفکر کے حاصل نہ ہو بلکہ اس کیلئے غور وفکر کی ضرورت پڑے تو اسے تصور نظری کہتے ہیں جیسے فرشتہ، جن، معرب، مبنی، ظاہر ہے کہ صرف فرشتہ کہنے سے بات پوری نہ ہوئی، اسی طرح فرشتہ بغیر غور وفکر اور دلیل کے سمجھ میں نہیں آتا، اسی طرح معرب اور مبنی کہنے سے بات پوری نہ ہوئی اور صرف معرب ومبنی کہنے سے سمجھ میں نہیں آتا جب تک اس کی تعریف اور وضاحت نہ کی جائے اس لئے یہ چیزیں تصور نظری ہیں، پیارے بچو ... بات طویل ہوگئی خلاصہ یہ سمجھو کہ جن چیزوں کا تم نے تصور کیا ہے اگر بغیر غور وفکر کے سمجھ آجائے تو اسے تصور بدیہی کہتے ہیں اور بدیہی کو ضروری بھی کہتے ہیں ویقال له الضروری ایضاً اور اگر جن چیزوں کا تم نے تصور کیا ہے، غور وفکر اور دلیل کے بعد سمجھ میں آوے تو اسے تصور نظری کہتے ہیں اور نظری کو کسبی بھی کہا جاتا ہے ویقال له الکسبی ایضاً بچو تم نے تصور بدیہی اور تصور نظری کا مطلب اچھی طرح سے سمجھ لیا اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

التصدیق ایضاً قسمان احدُهما البدیهیُ الحاصلُ من غیر فکرٍ وکسبٍ وثانیها النظری المفتقرُ الیه، مثال الاوّلِ الکلُّ اَعظمُ من الجزءِ والاِثنانِ نصفُ الاربعةِ ومثال الثانی العَالَمُ حادثٌ والصانعُ موجودٌ ونحو ذٰلک.

ترجمہ: اور تصدیق کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک بدیہی جو بغیر فکر اور کسب کے حاصل ہو اور دوسری قسم نظری ہے جو نظر وفکر کی محتاج ہو، اوّل کی مثال الکل اعظم من الجزء اور الاثنان نصف الاربعہ ہیں نیز ثانی کی مثال العالم حادث اور الصانع موجود وغیرہ ہیں۔

درس: پیارے بچو: اس سے پہلے تم نے تصور کی دو قسموں کو جانا اب مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تصور کی طرح تصدیق کی بھی دو قسمیں ہیں، بدیہی اور نظری، تم یہ جانتے ہو کہ مرکب تام کو تصدیق کہتے ہیں یعنی بات پوری ہو جائے اور یقین بھی ہو تو اسے تصدیق کہتے ہیں یعنی اس میں یہ بات ملا دو کہ اگر مرکب تام ایسا ہے کہ بغیر غور وفکر کے حاصل ہو جاتا ہے تو اسے تصدیق بدیہی کہتے ہیں جیسے اگر ہم کہیں "دھوپ نکلی ہے" تو یہ مرکب تام ہے

اور ظاہر ہے کہ دھوپ کا نکلنا ایسی بات ہے جسے ہر شخص جانتا ہے چاہے پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو، اس لئے ''دھوپ نکلی ہے'' تصدیق بدیہی ہے اسی طرح کل جزء سے بڑا ہوتا ہے یہ سب جانتے ہیں، اس کیلئے دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے یہ تصدیق بدیہی ہے، اسی طرح سورج روشن ہے مرکب تام ہے اور بنا دلیل کے سمجھ میں آجاتا ہے اس لئے تصدیق بدیہی ہے اور اگر مرکب تام ایسا ہو کہ بغیر دلیل اور غور فکر کے سمجھ میں نہ آوے تو اسے تصدیق نظری کہتے ہیں جیسے العالم حادث، دنیا حادث ہے، یعنی ختم ہونے والی ہے، ظاہر ہے کہ یہ مرکب تام ہے لیکن دنیا کا حادث ہونا ایسی بات ہے جو دلیل کا محتاج ہے، بغیر دلیل اور غور وفکر کے سمجھ میں نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ اس کی دلیل دینی پڑتی ہے، ''دنیا بدلنے والی ہے'' اور ہر بدلنے والی چیز حادث ہوتی ہے تو دنیا حادث ہے، معلوم ہوا کہ العالم حادث تصدیق نظری ہے، اسی طرح الصانع موجود، دنیا کا بنانے والا موجود ہے، یہ ایک ایسی بات ہے جس کے سمجھنے اور سمجھانے کیلئے دلیل دینے کی ضرورت ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا نظام چل رہا ہے، کہ دن رات اور چاند وسورج اپنے اپنے وقت پر نکل رہے ہیں یہ دلیل ہے اس بات کی کہ کوئی چلانے والی اور بنانے والی ذات موجود ہے، نیز بنا بنائے کوئی چیز نہیں بنتی لہذا دنیا کی سب چیزیں بنانے ہی سے بنی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا بنانے والا موجود ہے، پیارے بچو...... خلاصہ یہ سمجھو کہ اگر مرکب تام خود بخود سمجھ میں آجائے تو اسے تصدیق بدیہی کہتے ہیں اور اگر مرکب تام خود بخود سمجھ میں نہ آوے بلکہ غور وفکر کی ضرورت پڑے تو اسے تصدیق نظری کہتے ہیں اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

وإذا عَلِمْتَ ما ذَكَرْنَا أَنَّ النظرياتِ مطلقا تصوُّرِيًا كانت او تصديقيا مفتقرةٌ الى نظرٍ وفكرٍ فلابد لك أن تَعْلَمَ معنى النظرِ فأقول النظرُ في اِصطلاحِهِم عبارةٌ عن ترتيبِ أمورٍ معلومة ليتأدى ذلك الترتيبُ الى تحصيلِ المجهولِ، اذا رتبتَ المعلوماتِ الحاصلةَ لكَ من تغيرِ العالم وحدوثِ كلِ متغيرٍ وتقولُ العالم متغير و كل متغيرٍ حادثٌ فيحصل لك

من هذا النظر والترتيب علمَ قضيةٍ أُخرى لم يكن حاصلاً لك قبل وهي العالم حادث.

ترجمہ: اور جب تم نے جان لیا ان باتوں کو جن کو ہم نے ذکر کیا کہ نظریات مطلقا خواہ تصوری ہو یا تصدیقی، نظر اور فکر کے محتاج ہیں، تو ضروری ہے تمہارے لئے کہ نظر کا معنی جانو تو میں کہتا ہوں کہ نظر مناطقہ کی اصطلاح میں چند معلوم باتوں کو ترتیب دینے کا نام ہے تاکہ یہ ترتیب مجہول کے حاصل کرنے کی جانب پہونچادے، جب تم نے ان معلومات کو ترتیب دیا جو تم کو حاصل ہیں یعنی عالم کا متغیر ہونا اور ہر متغیر کا حادث ہونا پھر تم نے کہا العالم متغير و كل متغير حادث تو تم کو اس نظر اور ترتیب سے ایک ایسے قضیہ کا علم حاصل ہوا جو تم کو پہلے حاصل نہیں تھا اور وہ دوسرا قضیہ العالم حادث ہے۔

درس: پیارے بچو: تم یہ جانتے ہو کہ نظری چاہے تصوری ہو یا تصدیقی نظر و فکر کا محتاج ہوتا ہے، نظر و فکر کسے کہتے ہیں مصنفؒ اسی کو اس عبارت میں بیان کر رہے ہیں، سنو، نظر و فکر کہتے ہیں چند معلوم باتوں کو ایسے طریقے پر ترتیب دینا کہ مجہول بات حاصل ہو جائے، مثال کے طور پر تم نے کسی اجنبی کو دیکھا جس کے بارے میں تمہیں معلوم ہے کہ یہ دیوبند کا رہنے والا ہے نیز دوسری بات تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ جو دیوبند کا رہنے والا ہوتا ہے وہ ہوشیار ہوتا ہے تو تمہیں دو باتیں معلوم ہیں یہ شخص دیوبند کا ہے اور ہر دیوبندی ہوشیار ہوتا ہے تو ان دونوں سے تمہیں تیسری بات معلوم ہوگئی کی یہ شخص ہوشیار ہے اسی طرح صنف ثناء الله میں تمہیں دو باتیں معلوم ہیں کہ ثناء اللہ فاعل ہے اور ہر فاعل مرفوع ہوتا ہے تو تمہیں ان دونوں باتوں سے تیسری بات معلوم ہوگئی کہ ثناء اللہ مرفوع ہے خلاصہ یہ کہ چند معلوم باتوں کو ایسے طریقے پر ترتیب دینا کہ مجہول بات حاصل ہو جائے اسے نظر و فکر کہتے ہیں، پیارے بچو یہ تو خارجی مثالیں ہوئیں اور کتاب کی مثال سمجھو، دنیا کے بارے میں تمہیں دو باتیں معلوم ہیں، ایک یہ کہ دنیا بدلتی ہے دوسری بات یہ کہ ہر بدلنے والی چیز ختم ہوتی ہے پھر تم نے ان دونوں کو اس طرح ترتیب دیا "دنیا بدلتی ہے اور ہر

ید لنے والی چیز حادث ہوتی ہے،" تو تمہیں ان دونوں باتوں سے تیسری بات معلوم ہو جائے گی کہ دنیا حادث ہے، یعنی ختم ہونے والی ہے ......

درس: پیارے بچو! امید ہے کہ تم نے نظر وفکر کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا ایک مثال سے اور سمجھو، تم نے کسی آبادی میں مسجد کا مینارہ دیکھا تو تمہیں دو باتیں معلوم ہوئیں کہ ایک یہ کہ یہ مسجد کا مینارہ ہے دوسری یہ کہ جہاں مسجد کا مینارہ ہوتا ہے وہاں مسلمان رہتے ہیں تو ان دونوں باتوں تمہیں تیسری بات معلوم ہوگئی کہ یہاں مسلمان رہتے ہیں، اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

اِیّاکَ واَن تظنَ اَن کلَّ ترتیبٍ یکونُ صوابا موصلا الی علمٍ صحیحٍ کیف ولو کان الامرُ کذٰلک ما وقع الاختلافُ والتناقضُ بین اربابِ النظرِ مع انہ قد وَقَعَ فمن قائلٍ یقول العالم حادث ویستدلُّ بقولہ العالم متغیر وکل متغیر حادث فالعالم حادث ومن زاعم اَن العالمَ قدیمٌ غیرُ مسبوقٍ بالعدم ویُبرھِنُ علیہ بقولہ العالم مستغنٍ عن المؤثر وکل ما ھذا شانہ فھو قدیم ولااَظُنُّک شاکا فی أن احدَ الفکرینِ صحیحٌ حقٌ والاخرُ فاسدٌ غلطٌ واذا کان قد وقع الغلطُ فی فکرِ العقلاءِ فعُلِمَ من ذٰلک ان الفطرۃ الانسانیۃَ غیرُ کافیۃٍ فی تمیزِ الخطأ من الصوابِ وامتیازِ القِشْرِ عن اللبابِ فجاء ت الحاجۃُ فی ذٰلک الی قانونٍ عاصمٍ عن الخطأ فی الفکرِ یُبیِّنُ فیہ طُرُقَ اِکتسابِ المجھولاتِ عن المعلوماتِ وھذا القانون ھو المنطق والمیزان.

ترجمہ: یہ گمان مت کرو کہ ہر ترتیب درست ہوتی ہے جو علم صحیح تک پہونچانے والی ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کیوں کہ اگر بات ایسی ہوتی تو تناقض اور اختلاف واقع نہ ہوتا نظر والوں کے درمیان، حالانکہ اختلاف واقع ہوا ہے، چنانچہ بعض کہنے والے کہتے ہیں عالم حادث ہے اور اپنے اس قول سے استدلال کرتے ہیں العالم متغیر وکل متغیر حادث فالعالم حادث اور گمان کرنے والے گمان کرتے ہیں کہ عالم قدیم ہے غیر

مسبوق بالعدم ہے اور اپنے اس قول کے ذریعہ استدلال کرتے ہیں العالم مستغن عن المؤثر و کل ماھذا شانہ فھو قدیم اور میں تجھکو گمان نہیں کرتا ہوں اس بارے میں شک کرنے والا کہ دونوں فکروں میں سے کوئی ایک صحیح اور برحق ہے اور دوسرا فاسد اور غلط ہے اور جب عقلاء کی فکر میں غلطی واقع ہوئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ انسانی فطرت کافی نہیں ہے غلط کو درست سے تمیز دینے کیلئے اور چھلکے کو گودے سے الگ کرنے کیلئے پس ضرورت پڑی اس سلسلے میں ایک ایسے قانون کی جو خطاء فی الفکر سے بچانے والا ہو جس کے اندر مجہولات کو معلومات سے حاصل کرنے کے طریقے بیان کئے جائیں اور یہ قانون منطق اور میزان ہے۔

درس: پیارے بچو: اس عبارت سے مصنفؒ منطق کی ضرورت واہمیت کو بیان کررہے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم یہ جانتے ہو کہ چند معلوم باتوں کو ترتیب دے کر مجہول کو حاصل کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر ترتیب درست نہیں ہوسکتی، کیوں کہ اگر ہر ترتیب درست ہوتی تو عقلاء میں اختلاف واقع نہ ہوتا حالانکہ ترتیب دینے میں عقلاء کا اختلاف ہے معلوم ہوا کہ ہر ترتیب درست اور صحیح علم تک پہونچانے والی نہیں ہے اور جب ہر ترتیب درست نہیں ہے تو صحیح اور غلط کو بتانے کیلئے کسی قانون کی ضرورت پڑے گی وہ قانون منطق ہے، رہی یہ بات کہ عقلاء میں اختلاف کیسے ہے اس کی مثال دیتے ہوئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کوئی حکیم یہ کہتا ہے کہ العالم متغیر، دنیا بدلنے والی ہے اور ہر بدلنے والی چیز حادث ہوتی ہے تو دنیا حادث ہے، تو دوسرا حکیم یوں کہتا ہے کہ "دنیا اثر کرنے والے سے بے نیاز ہے اور ہر وہ چیز جو اثر کرنے والے سے بے نیاز ہو قدیم ہوتی ہے تو دنیا قدیم ہے" دیکھو ایک نے ترتیب دیا اور کہا کہ دنیا حادث ہے اور دوسرے نے ترتیب دیا اور کہا کہ دنیا قدیم ہے ظاہر ہے کہ دونوں درست نہیں ہوسکتا اور دونوں غلط نہیں ہوسکتا، بلکہ ایک صحیح اور ایک غلط ہوگا تو اس صحیح اور غلط کو بتانے کیلئے کسی قانون کی ضرورت پڑے گی وہ قانون منطق ہے اور منطق کا دوسرا نام میزان ہے اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

اما تسميتُه بالمنطقِ فلتاثيرِه في النطقِ الظاهرِى اعنى التكلم اذا العارف به يقوى على التكلمِ بما لا يقوى عليه الجاهلُ وكذا في النطقِ الباطنى اَعنى الادراكَ لان المنطق المنطقى يعرف حقائق الاشياء ويَعْلَمُ اَجناسَها وفصولَها واَنواعَها ولوازمَها وخواصّها بخلاف الغافلِ عن هذا العلمِ الشريف.

ترجمہ: بہر حال اس کا نام منطق رکھنا تو اس کے اثر کرنے کی وجہ سے نطق ظاہری میں، میں مراد لیتا ہوں تکلم کو کیوں کہ منطق کا جاننے والا گفتگو پر قادر ہوتا ہے جن پر منطق سے ناواقف شخص قادر نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح اس کے اثر کرنے کی وجہ سے نطق باطنی پر، میں مراد لیتا ہوں ادراک کو کیوں کہ منطقی شخص اشیاء کے حقائق سے واقف ہوتا ہے اور ان کے اجناس، فصول، انواع ولوازم ورخواص کو جانتا ہے برخلاف اس شخص کے جو اس علم شریف سے غافل ہے۔

درس: پیارے بچو: اس عبارت سے مصنف منطق کی وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منطق یا تو مصدر میمی ہے جس کے معنی ہیں نطق وگویائی یا اسم مکان ہے جس کے معنی ہیں محل نطق، پھر تم یہ جانو کہ نطق دو طرح کا ہوتا ہے، نطق ظاہری یعنی قوت گویائی وقوت بیان اور نطق باطنی یعنی استعداد فہم وشعور اور چونکہ منطق نطق ظاہری اور نطق باطنی دونوں میں اثر کرتی ہے اسی وجہ سے منطق کو منطق کہتے ہیں، رہی یہ بات کہ منطق نطق ظاہری میں کس طرح اثر کرتی ہے تو وہ اس طرح کہ جو شخص منطق سے واقف ہوتا ہے اور وہ ایسی ایسی باتوں پر قادر ہوتا ہے جن باتوں پر منطق سے ناواقف شخص قادر نہیں ہوسکتا اور نطق باطنی میں اس طرح کہ منطقی شخص اشیاء کے حقائق سے واقف ہوتا ہے نیز اشیاء کے اجناس، فصول، انواع، لوازم اور خاصیتوں کو بھی خوب جانتا ہے، اس لئے اسے مجہولات کو حاصل کرنے کیلئے معلومات کو ترتیب دے کر صحیح نتیجہ تک پہونچنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی برخلاف اس شخص کے جو منطق جیسے بھاری اور اس بابرکت فن سے جاہل وناواقف ہوتا ہے

اسی طرح وہ اشیاء کے حقائق اور اس کے اجناس وغیرہ سے ناواقف ہوتا ہے جس کی بنا پر اسے معلومات کو ترتیب دینے سے پریشانی ہوتی ہے، خلاصہ یہ کہ منطق نطق ظاہری اور نطق باطنی دونوں سلسلے میں اثر انداز ہوتی ہے اس لئے منطق کو منطق کہتے ہیں۔

واما تسميتُه بالميزانِ فانه قِسطاسٌ للعقل يُوزنُ به الافكارُ الصحيحةُ ويُعرفُ به نقصانُ ما في الافكارِ الفاسدةِ واختلالُ مالي الانظارِ الكاسدةِ ومن ثم يقال العلم الألي لكونها الةً لجميع العلوم لا سيما للعلوم الحكمية.

ترجمہ: اور بہرحال اس کا نام رکھنا میزان تو اس لئے کہ یہ عقل کے واسطے ترازو ہے جس کے ذریعہ افکار صحیحہ کو وزن کیا جاتا ہے نیز اس کے ذریعہ اس نقصان کو جانا جاتا ہے جو افکار فاسدہ ہے اور اس خلل کو جانا جاتا ہے جو کھوٹی نظروں میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسے علم آلی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ تمام علوم کے واسطے آلہ ہے خصوصاً علوم حکمیہ کے واسطے۔

درس: پیارے بچو: منطق کا دوسرا نام میزان ہے، میزان لغت میں ترازو کو کہا جاتا ہے چونکہ منطق عقل کے واسطے ترازو و پیمانہ کا کام دیتی ہے، جس کے ذریعہ صحیح اور غلط افکار پرکھا اور وزن کیا جاتا ہے اور فاسد نظر و فکر کے نقص و خلل کو جانا جاتا ہے اس لئے منطق کا نام میزان بھی رکھ دیا گیا نیز منطق تمام علوم کے واسطے خصوصاً علوم حکمیہ یعنی علوم فلسفہ کے واسطے آلہ ہوتی ہے اسی لئے منطق کو علم آلی بھی کہا جاتا ہے، اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

فائدة: اعلم انّ ارسطاطاليس الحكيم دوّن هذا العلم بامر الاسكندر الرومي ولهذا يلقب بالمعلم الاوّل والفارابي هذّب هذا الفن وهو المعلم الثاني وبعد اضاعة كتب الفارابي فصّله الشيخ ابو علي سينا.

ترجمہ: جان لو کہ ارسطاطالیس حکیم نے اس علم کو مدوّن کیا اسکندر رومی کے حکم سے اور اسی وجہ سے ان کو معلم اوّل کا لقب دیا جاتا ہے اور فارابی نے اس فن کو مہذب بنایا اور وہی معلم ثانی ہیں اور فارابی کی کتابوں کے ضائع کر دیئے جانے کے بعد شیخ بوعلی سینا نے اس کی تفصیل کی۔

درس: پیارے بچو: اس عبارت سے مصنفؒ تدوین منطق کو بیان کر رہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ارسطاطالیس (ارسطو) نامی حکیم نے اسکندر رومی کے حکم سے سب سے پہلے علم منطق کو مدوّن کیا، اسی لئے اس کو معلم اوّل کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس کا زمانہ ۳۸۴ء قبل مسیح ہے ارسطو حکمت یونان کا خاتم ہے، افلاطون کا شاگرد اور سکندر اعظم کا استاد ہے، تقریباً ۶۲ باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، ارسطو کے گذر جانے کے بعد ابونصر فارابی نے علم منطق کی تہذیب و تنقیح کی اور اس فن کے غبار کر صاف کیا، اسی لئے ان کو معلم ثانی کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے، ابونصر فارابی مسلمان فلاسفہ کا بادشاہ اور یونانی فلسفہ کے مترجمین کا سرخیل ہے تقریباً ۱۰۰ کتابوں کا مصنف ہے ۳۳۹ھ میں وفات پائی، نیز فارابی کی کتابوں کے ضائع ہونے کے بعد شیخ ابوعلی بن سینا نے فن منطق کو تفصیل سے بیان کیا، شیخ ابوعلی بن سینا بخارا کے رہنے والے تھے اچھے طبیب اور مشہور حکیم و فلسفی تھے آپ دس سال کی عمر میں ہی حافظ قرآن ہو گئے تھے، علم طب و فلسفہ کے علاوہ دیگر علوم مثلاً ادب، ہندسہ، منطق وغیرہ کے بھی ماہر تھے آپ نے مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کی مگر مشہور شفا نامی کتاب ہے جو تمام علوم کو جامع ہے آخر میں آپ کو قولنج کا مرض ہو گیا جس سے ۴۲۸ھ میں آپ وفات پا گئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

لعلک علمتَ مما تلونا علیک فی بیانِ الحاجۃِ حدَّالمنطق وتعریفَه من انه علمٌ بقوانینَ تَعْصِمُ مراعاتُها الذِهنَ عن الخطاءِ فی الفکرِ.

ترجمہ: اور شاید تم نے اس سے منطق کی حد اور اس کی تعریف جان لی، جس کو ہم نے ضرورت کے بیان میں تمہارے سامنے تلاوت کی یعنی یہ کہ منطق ان قوانین کا جاننا ہے جن کی رعایت ذہن کو بچاتی ہے خطاء فی الفکر سے۔

درس: پیارے بچو: اس سے پہلے مصنفؒ نے منطق کی حاجت وضرورت کے بیان کے دوران کہا تھا کہ صحیح اور غلط ترتیب میں تمیز دینے کیلئے کسی ایسے قانون کی ضرورت ہے جو فکر میں غلطی سے بچائے تو اس سے منطق کی تعریف بھی سمجھ میں آ گئی کہ منطق ان قوانین کے جاننے کا نام ہے جسکی رعایت فکر میں غلطی سے بچاتی ہے، اس کو مصنف نے مذکورہ عبارت میں بیان کیا ہے۔

موضوعُ کلِ علمٍ مایُبحثُ فیه عن عوارضِه الذاتیةِ له کبدن الانسان للطب والکلمة والکلام لعلم النحو فموضوع المنطق المعلوماتُ التصوریةُ والتصدیقیةُ لکن لا مطلقا بل من حیث اَنها موصلةٌ الی المجهولِ التصوری والتصدیقی.

ترجمہ: ہر علم کا موضوع وہ ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے جیسے انسان کا بدن علم طب کا موضوع ہے نیز کلمہ اور کلام علم نحو کا موضوع ہیں چنانچہ منطق کا موضوع معلومات تصوریہ وتصدیقیہ ہیں لیکن مطلقا نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ معلومات تصوریہ وتصدیقیہ پہونچانے والے ہوں مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی تک۔

درس: پیارے بچو: تم یہ جانتے ہو کہ کسی بھی علم کے شروع کرنے سے پہلے تین باتوں کا جاننا ضروری ہے، تعریف، موضوع، غرض وغایت، اس سے پہلے تم نے منطق کی تعریف کو جانا ہے اب مصنفؒ منطق کا موضوع بیان فرما رہے ہیں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ہر علم کا موضوع وہ کہلاتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے مثلاً علم طب کا موضوع انسان کا بدن ہے کیوں کہ علم طب میں انسان کے بدن کو عارض ہونے والی چیزوں سے بحث کی جاتی ہے اسی طرح علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہیں کیوں کہ علم نحو میں اسی سے بحث کی جاتی ہے، اسی طرح تم یہ سمجھو کہ علم منطق کا موضوع وہ معلومات تصوریہ اور تصدیقیہ ہیں جو مجہولات تصوریہ اور تصدیقیہ تک پہونچانے والے ہیں۔

فائدة : اِعلم ان لكل علمٍ وصناعةٍ غايةً والا لكان طلبُه عبثًا والجِدُّ فيه لغوا وغاية علمِ الميزان الاصابةُ فى الفكر وحفظ الرأى عن الخطأ فى النظرِ.

ترجمہ : جان لو کہ ہر علم اور ہر فن کا ایک مقصد ہوتا ہے ورنہ اس کا طلب کرنا بیکار ہوگا اور اس میں کوشش کرنا لغو ہوگا اور علم میزان کا مقصد فکر میں درستگی کو پہونچنا ہے نیز رائے کو نظر کی غلطی سے محفوظ رکھنا ہے۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ فائدہ کا عنوان قائم کرکے فرماتے ہیں کہ ہر علم اور ہر فن کا ایک مقصد ہوتا ہے کیوں کہ اگر اس علم اور اس فن کا کوئی مقصد نہ ہو تو اس علم کا تلاش کرنا اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا بے کار اور لغو ہے بے کار کام کرنا پاگلوں کا کام ہوتا ہے نہ کہ عقلمندوں کا، لہذا علم منطق کا بھی کوئی نہ کوئی مقصد ہے، وہ نظر وفکر میں ذہن کو غلطی سے بچانا اور درست بات کو حاصل کرنا ہے، اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

فصل :لا شغلَ للمنطقى من حيث انه منطقيٌ يبحثُ الالفاظَ كيف وهذالبحث بمعزِلٍ عن غرضِه وغايتِه ومع ذٰلک فلا بد له من بحث الالفاظِ الدالةِ على المعانى لان الافادةَ والاستفادةَ موقوفةٌ عليه ولذٰلک يُقَدَّمُ بحثُ الدلالةِ والالفاظِ فى كتبِ المنطق.

ترجمہ : منطقی کا منطقی ہونے کی حیثیت سے یہ کام نہیں ہے کہ وہ الفاظ سے بحث کرے جبکہ یہ بحث اس کی غرض وغایت سے دور ہے لیکن اس کے باوجود منطقی کے واسطے ان الفاظ سے بحث کرنا ضروری ہے جو معانی پر دلالت کرتے ہیں اسلئے کہ فائدہ پہونچانا اور فائدہ حاصل کرنا اس بحث پر موقوف ہے اور یہی وجہ ہے کہ دلالت اور الفاظ کی بحث کو منطق کی کتابوں میں مقدم کیا گیا۔

درس: پیارے بچو: مصنفؒ اس عبارت سے ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں اشکال کا خلاصہ یہ ہے کہ منطق کا موضوع تصور اور تصدیق ہیں اور یہ دونوں معانی کے قبیل

سے ہیں تو منطقی کیلئے مناسب تھا کہ معانی کی بحث کو پہلے بیان کرتے حالانکہ وہ الفاظ کی بحث کو پہلے بیان کرتے ہیں، یہ انحراف موضوع ہے؟

مصنفؒ نے جواب دیا کہ یقیناً منطق کو الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ہے، الفاظ کی بحث منطقی کے موضوع سے خارج ہے لیکن منطق کا مقصد افادہ اور استفادہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ افادہ اور استفادہ الفاظ پر موقوف ہیں، بغیر الفاظ کے عام طور پر افادہ اور استفادہ ممکن نہیں ہے اسی لئے الفاظ کی بحث کو پہلے بیان کرتے ہیں، اسی طرح الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں، اسی لئے دلالت کی بحث کو مقدم کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ منطق کا مقصد افادہ اور استفادہ ہے اور یہ دونوں الفاظ پر موقوف ہیں تو الفاظ موقوف علیہ ہوئے اور موقوف علیہ مقدم ہوتا ہے اسی لئے الفاظ کی بحث کو مقدم کرتے ہیں اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

فصل فی الدلالۃ، الدلالۃ لغۃ ھو الارشاد ای راہ نمودن وفی الاصطلاح کون الشئ بحیث یلزم من العلم بہ العلم بشی اخر.

ترجمہ: یہ فصل دلالت کے بیان میں ہے، دلالت لغت میں ارشاد یعنی راہ نمائی کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں کسی چیز کا اس طرح ہونا کہ جس کے جاننے سے دوسری چیز کا جاننا لازم آجائے۔

درس: پیارے بچو: اس عبارت میں مصنفؒ نے دلالت کی تعریف کو بیان کیا ہے دلالت کے لغوی معنی ہیں راہ نمائی کرنا، کسی چیز کو بتلانا، ذرا اس کو تفصیل سے سمجھو، دیکھو بچو جب ہم کسی دوسرے کو کوئی بات بتلاتے ہیں یا دوسرا کوئی بات ہمیں بتلانا چاہتا ہے تو اس کے مختلف طریقے ہوتے ہیں (۱) بول کر (۲) لکھ کر (۳) اشارہ کرکے، اسی طرح جب ہم کسی چیز کو جانتے ہیں تو اس کا جاننا بھی کئی طریقے سے ہوتا ہے کسی نے بولا ہم نے سن لیا، کسی نے لکھ دیا ہم نے پڑھ لیا، کسی نے اشارہ کیا ہم نے اس کے اشارہ کو سمجھ لیا، یا ہم نے کسی چیز کو دیکھا اس کے سبب ذہن دوسری چیز کی طرف چلا گیا، جس سے اس دوسری چیز کا بھی پتہ لگ گیا، جیسے ہم نے بہت زیادہ دھواں دیکھا، آگ دیکھی تو اس سے وہاں آگ کے

موجود ہونے کا علم ہوگیا، تو پھر یہاں دو چیزیں ہیں ایک وہ چیز جس سے اس دوسری چیز کا پتہ لگا ہے دوسری وہ چیز جو ہمیں معلوم ہوئی ہے تو وہ چیز جس سے دوسری چیز معلوم ہوئی ہے اسے دال اور وہ چیز جو ہمیں معلوم ہوئی ہے اسے مدلول کہتے ہیں اسے ایک مثال سے سمجھو، تم نے کسی گاؤں میں راہ چلتے مسجد کا مینارہ دیکھا تو فوراً تمہیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس گاؤں میں مسلمان موجود ہیں تو مسجد کا منارہ دیکھنے سے مسلمانوں کی آبادی کا علم ہوا تو مسجد کا منارہ دال اور مسلمانوں کی آبادی مدلول ہے خلاصہ یہ ہے کہ دلالت اصطلاح میں بولی جاتی ہے جس کے جاننے سے دوسری چیز کا جاننا لازم آئے پہلی چیز کو دال اور دوسری چیز کو مدلول کہتے ہیں، بچو اب تم نے دلالت کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا اب عبارت دیکھو۔

والدلالۃُ قسمانِ لفظیۃٌ وغیرلفظیۃ واللفظیۃ مایکون الدال فیہ اللفظ وغیراللفظیۃ مالایکون الدال فیہ اللفظ.

ترجمہ: اور دلالت کی دو قسمیں ہیں: لفظیہ اور غیر لفظیہ۔ اور لفظیہ ایسی دلالت ہے جس میں دلالت کرنے والا لفظ ہو اور غیر لفظیہ ایسی دلالت ہے جس میں دلالت کرنے والا لفظ نہ ہو۔

درس: پیارے بچو: یہاں سے مصنفؒ دلالت کے اقسام کو بیان فرما رہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دلالت کی دو قسمیں ہیں (۱) دلالت لفظیہ (۲) دلالت غیر لفظیہ، تم اسے اس طرح سمجھو کہ کوئی بھی چیز جو معلوم ہوتی ہے کبھی تو لفظ سے معلوم ہوتی ہے اور کبھی غیر لفظ سے جیسے کسی نے مرقات بولا، تو اس کے بولنے سے اس لفظ کے سنتے ہی تمہارا ذہن منطق کی مشہور کتاب مرقات کی طرف جائے گا اسی طرح کسی نے لوٹا بولا تو ذہن فوراً مخصوص برتن کی طرف جائے گا ظاہر ہے کہ لوٹا بولنے سے کتاب کی طرف ذہن نہیں جائے گا، بہرحال یہ بات ثابت ہوگئی کہ دال کبھی لفظ ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی سمجھو کہ دال کبھی غیر لفظ ہوتا ہے جیسے تم نے مسجد کا منارہ دیکھا تو مسلمانوں کی آبادی کا علم ہوگیا ظاہر ہے کہ مسجد کا منارہ لفظ نہیں ہے خلاصہ یہ کہ دال کبھی لفظ ہوتا ہے اور کبھی غیر لفظ، مصنفؒ فرماتے ہیں

کہ دال اگر لفظ ہو تو اسے دلالت لفظیہ کہتے ہیں اور اگر دال غیر لفظ ہو تو اسے دلالت غیر لفظیہ کہتے ہیں...... اب عبارت دیکھو۔

وکل منهما علی ثلثة اَنحاء احدُها اللفظیةُ الوضعیةُ کدلالة لفظِ زیدٍ علی مسماه وثانیها اللفظیةُ الطبعیةُ کدلالةِ لفظ اُح اُح بضم الهمزة وسکون الحاء المهملة وقیل بفتحِها علی وجعِ الصدرِ فان الطبعیةَ تضطرُّ باِحداثِ هذا اللفظِ عند عروضِ الوجع فی الصدرِ وثالثها اللفظیةُ العقلیةُ کدلالةِ لفظ دیز المسموع من وراء الجدارِ علی وجودِ اللافظِ.

ترجمہ: اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں، اول لفظیہ وضعیہ ہے جیسے لفظ زید کی دلالت اس کی ذات پر اور دوم لفظیہ طبعیہ ہے جیسے لفظ اح اح کی دلالت سینے کے درد پر، اح اح ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ اور ہائے مہملہ کے سکون کے ساتھ اور بعض اَح اَح ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ بھی کہا ہے کیوں کہ طبیعت مجبور ہوتی ہے اس لفظ کے نکالنے پر، سینے میں درد کے پیش آنے کے وقت سوم لفظیہ عقلیہ جیسے لفظ دیز کی دلالت جو دیوار کے پیچھے سے سنا گیا ہو لافظ کے وجود پر۔

درس: پیارے بچو: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دلالت لفظیہ اور دلالت غیر لفظیہ ان میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں، (۱) دلالت لفظیہ وضعیہ (۲) دلالت لفظیہ طبعیہ (۳) دلالت لفظیہ عقلیہ (۴) دلالت غیر لفظیہ وضعیہ (۵) دلالت غیر لفظیہ طبعیہ (۶) دلالت غیر لفظیہ عقلیہ، مذکورہ میں عبارت میں صرف دلالت لفظیہ کے اقسام کا تذکرہ ہے۔

بچو سنو! دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دلالت لفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو۔ یہ تو ہوئی تعریف لیکن اس کا سمجھنا مشکل ہے جب تک کہ وضع کا مطلب نہ سمجھ لو، غور سے سنو، وضع کہتے ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کیلئے اس طرح خاص کر دینا کہ اول کے جاننے سے دوسری چیز کو جان لیا جاوے، دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ انسانوں نے اپنے

سمجھنے وسمجھانے کیلئے آپس میں چیزوں کے نام چنانچہ ہم نام لےکر پکارتے ہیں نام لے کر کسی چیز کو منگواتے ہیں تو نام لینے سے وہ چیز سمجھ میں آجاتی ہے نیز بہت سی علامتیں مقرر کررکھی ہیں مثلاً نماز کا وقت ہونا اس کی علامت اذان ہے، لال بتی رک جانے کی اور سبز بتی راستے سے گذرنے کی اجازت کی علامت ہے اسی طرح ہر زبان والوں سے بولے جانے والے لفظوں کے مقابلہ میں لکھائی کے حروف مقرر کردیئے ہیں مثلاً کافیہ بخاری یہ دونوں کتابوں کے نام ہیں، کافیہ کو علامہ ابن الحاجب کی مشہور کتاب کیلئے مقرر کیا ہے اور بخاری شریف کو امام بخاریؒ کی حدیث کی مشہور کتاب کیلئے مقرر کررکھا ہے تو جب اس لفظ کا تلفظ کیا جائے تو تمہارا ذہن ایک خاص کتاب کی طرف جائے گا جس کا ان حرفوں سے نام رکھا گیا ہے، ظاہر ہے کہ کافیہ سے ہدایۃ النحو یا مرقات کی طرف ذہن نہیں جائے گا اسی طرح بخاری سے مسلم شریف کی طرف یا مسلم شریف سے بخاری کی طرف ذہن نہیں جائے گا اسی کا نام وضع ہے کہ کسی ایک چیز کو دوسری کیلئے اس طرح خاص کردینا کہ اول کے جاننے سے دوسری چیز کو جان لیا جائے، بچو تم نے وضع کا مطلب سمجھ لیا اب دلالت لفظیہ وضعیہ کا مطلب سمجھو، دال اگر لفظ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو تو اسے دلالت لفظیہ وضعیہ کہتے ہیں مثلاً میں نے کہا کاپی لے آؤ تو کاپی کی دلالت مخصوص مجلد کاغذ پر دلالت لفظیہ وضعیہ ہے کیوں کہ دال لفظ ہے اور یہ دلالت وضع کی وجہ سے ہے اس لئے کہ کاپی کو اسی کیلئے وضع کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ کاپی کے تلفظ سے تم کتاب اٹھا کر نہیں لاؤ گے۔

(۲) دلالت لفظیہ طبعیہ: وہ دلالت ہے کہ جس میں دال لفظ ہو اور دلالت طبیعت کے تقاضہ سے ہو یعنی طبیعت کے اندر ایک ہیجان اور ابھار سا پیدا ہو جس کی وجہ سے ایک ایسی چیز پیدا ہوئی کہ اس چیز سے دوسری چیز کا علم ہوجائے مثال کے طور پر تمہارے سینے میں درد ہوا طبیعت تب بے چین ہوکر اوہ اوہ یا آہ آہ کیا تو فوراً سننے والا جان جائے گا کہ اس کے سینے میں درد یا اسے تکلیف ہورہی ہے ظاہر ہے کہ اوہ یا آہ دال ہے جو کہ لفظ ہے اور رنج وغم مدلول ہے اور دلالت طبیعت کے تقاضہ کی وجہ سے ہورہی ہے، اس لفظ کو اس کیلئے وضع کیا گیا نہیں ہے۔

(۳) دلالت لفظیہ عقلیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو اور دلالت عقل کی وجہ سے ہو مثلاً ٹیپ رکارڈ میں تم نے قرآن پاک کی تلاوت سنی، فوراً عقل بتادے گی کہ یہ قاری عبدالباسطؒ یا قاری عبدالرؤف ہیں اسی طرح تم نے ٹیپ میں تقریر سنی تو عقل بتادے گی کہ کن کی تقریر ہے ظاہر ہے کہ اس میں دال لفظ ہے اور دلالت عقل کی وجہ سے ہو رہی ہے، اس میں نہ تو وضع کا دخل ہے اور نہ ہی طبیعت کا، اسی طرح دیوار کے پیچھے سے تم نے کوئی آواز سنی تو عقل فوراً بتادے گی کہ دیوار کے پیچھے کوئی آدمی ہے یہ بھی دلالت لفظیہ عقلیہ ہے کیوں کہ اس میں دال لفظ ہے اور دلالت عقل کی وجہ سے ہے اب عبارت دیکھو۔

رَابعها غيرُ اللفظيةِ كدلالة الدوالِ الاربعِ على مدلولاتِها وخامسها غيرُ اللفظيةِ الطبعيةِ كدلالة صهيلِ الفرسِ على طلبِ الماءِ والكلاءِ وسادسها غير اللفظيةِ العقليةِ كدلالة الدخانِ على النار.

ترجمہ: چہارم غیر لفظیہ وضعیہ ہے دوال اربعہ کی دلالت اپنے اپنے مدلولات پر، پنجم غیر لفظیہ طبعیہ ہے جیسے گھوڑے کے ہنہنانے کی دلالت پانی اور گھاس کے طلب پر، ششم غیر لفظیہ عقلیہ: جیسے دھویں کی دلالت آگ پر۔

درس: پیارے بچو: اس سے پہلے تم نے دلالت لفظیہ اور اس کے اقسام کو جانا اب مصنفؒ دلالت غیر لفظیہ اور اس کے اقسام کو بیان کر رہے ہیں تم یہ جانتے ہو کہ دال اگر غیر لفظ ہو تو اسے دلالت غیر لفظیہ کہتے ہیں، اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) غیر لفظیہ وضعیہ (۲) غیر لفظیہ طبعیہ (۳) غیر لفظیہ عقلیہ۔

(۱) غیر لفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو جیسے اسٹیشن میں سگنل اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ ریل کے آنے اور نہ آنے کی اطلاع ہو چنانچہ سگنل کے گرنے سے ریل کے آنے اور چلنے پر دلالت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ سگنل غیر لفظ ہے سگنل محض دیکھے جانے والی چیز ہے لیکن سگنل کو ریل کی آمد و رفت کیلئے وضع کیا گیا ہے اس لئے یہ دلالت غیر لفظیہ وضعیہ ہے اب مصنفؒ کی مثال دیکھو، مصنفؒ

فرماتے ہیں جیسے دوال اربعہ کی دلالت اپنے اپنے مدلولات پر، دوال دالۃ کی جمع ہے جیسے دواب دابۃ کی جمع ہے دالۃ کے معنی ہیں دلالت کرنے والی چیزیں، اور اربع کے معنی ہیں چار تو دوال اربعہ کا ترجمہ ہوا چار دلالت کرنے والی چیزیں، اور وہ چار چیزیں یہ ہیں (۱) خطوط (۲) عقود (۳) اشارات (۴) نصب، ان چاروں کی دلالت چار چیزوں پر ہوتی ہے اور واضع نے ان چاروں کو چار چیزوں کیلئے وضع کیا ہے، لیکن یہ الفاظ نہیں ہیں اس لئے غیر لفظیہ ہیں اب نمبروار ہر ایک کو سمجھ لو۔

(خطوط) یہ خط کی جمع ہے خط کے معنی لکھنے اور تحریر کرنے کے آتے ہیں اس سے پہلے یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ بات جیسے بول کر کہی جاتی ہے اسی طرح لکھ کر بھی کہی جاتی ہے ہر زبان والے نے کچھ حروف کو خاص شکل کے ساتھ خاص چیزوں پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا ہے، عربی زبان میں الگ، فارسی زبان میں الگ، اردو زبان میں الگ، بنگلہ زبان میں الگ، جن الفاظ کو پڑھنے سے ذہن ان چیزوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جیسے تم نے عربی زبان میں قلنسوۃ دیکھا تو ذہن ٹوپی کی طرف منتقل ہو جائے گا، قلنسوۃ کے دیکھنے سے قلم کی طرف ذہن منتقل نہیں ہو جائے گا، اسی طرح اردو میں تم نے انڈا لکھا دیکھا، تو ذہن انڈے کی طرف ہی منتقل ہوگا، اس کے علاوہ قلم کی طرف منتقل نہیں ہوگا، اسی طرح بنگلہ میں تم نے ڈیم دیکھا تو ذہن انڈے کی طرف ہی جائے گا اس کے برخلاف تکیہ یا چادر کی طرف نہیں جائے گا، خلاصہ یہ ہے کہ ان نقوش کی دلالت خاص چیزوں پر جن کیلئے ان نقوش کو وضع کیا گیا ہے وضعیہ ہے لیکن چونکہ یہ الفاظ نہیں ہیں اس لئے غیر لفظیہ ہیں امید کی تم نے خطوط کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا، اب دوسری مثال عقود کی دیکھو......

عقود عقد کی جمع ہے جس کے معنی گرہ کے ہیں، یہاں ہاتھ کے انگلیوں کے جوڑ مراد ہیں تم جانتے ہو کہ ہاتھ کی انگلیوں میں کچھ جوڑ ہیں جن کو اعداد اور گنتی کیلئے وضع کیا گیا ہے چنانچہ اگر کسی نے تم کہا یا تم نے کسی سے کہا "مجھے مرقات کی شرح "درس مرقات" دے دو" تو تم نے پوچھا کتنی؟ تو اس نے پانچ انگلیاں سامنے کر دیں اور انگلی پر دوسرے ہاتھ کی انگلی کے طرف کو اس

طرح پھیرا کہ جس سے ہر انگلی میں موجود تین گرہوں کی طرف اشارہ ہو جائے گویا اس نے تم سے پندرہ کتابیں طلب کی، اسی طرح تم تسبیح پڑھتے ہو انگلی کی گرہ پر ۳۳، ۳۳، ۳۴ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر بالترتیب پڑھتے ہو، اور اس سے ان کی تعداد کا پتہ چل جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان ہاتھ کی گرہوں کی دلالت اعداد و گنتی پر وضعیہ ہے لیکن یہ الفاظ نہیں ہیں اس لئے غیر لفظیہ ہے۔

تیسری مثال سمجھو، اشارات: اشارہ کی جمع ہے تم یہ جانتے ہو کہ جس طرح کچھ چیزیں بول کر لکھکر جانی جاتی ہیں، اسی طرح کچھ چیزیں اشارہ کے ذریعہ بھی جانی جاتی ہیں جن کیلئے ان کو وضع کیا گیا ہے جیسے ہاں اور نا کیلئے سر سے اشارہ کرنا معروف و مشہور ہے۔

اب آخری مثال نصب کو سمجھو، نصب نصبہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی گاڑی اور کھڑی کی ہوئی چیزیں ہیں، پہلے زمانے میں ہر کوس یا ہر میل پر ایک پتھر یا ستون کھڑا کر دیا جاتا تھا، جس سے سفر کی مسافت، دوری اور نزدیکی کا علم ہوتا تھا اس لئے اسے نصب کہتے ہیں تو ان پتھروں کی دلالت مسافت کی دوری و نزدیکی پر وضعیہ ہے لیکن یہ الفاظ نہیں ہیں اس لئے غیر لفظیہ ہے پیارے بچو تم نے عبارت کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا اب دوسری عبارت کو دیکھو۔

غیر لفظیہ طبعیہ: وہ دلالت جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت طبیعت کے تقاضہ کی وجہ سے ہو اسے چند مثالوں سے سمجھو، جب جانور کو بھوک لگتی ہے تو اِدھر اُدھر مچلتا ہے، جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے بھوک لگی ہے، یہ طبیعت کے تقاضہ کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لئے طبعیہ ہے اور چونکہ یہ لفظ نہیں ہے اس لئے غیر لفظیہ ہے، اسی طرح جب انسان کو شرمندگی ہوتی ہے تو چہرے پر سرخی آجاتی ہے یہ طبیعت کے تقاضہ کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے کہ طبعیہ ہے لیکن یہ لفظ نہیں ہے اس لئے غیر لفظیہ ہے۔

مصنف فرماتے ہیں چھٹا غیر لفظیہ عقلیہ ہے، یہ وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت عقل کی وجہ سے ہو، جیسے دھواں کے دیکھنے سے آگ کے وجود کا علم ہو جاتا ہے

اسی طرح مینارہ کے دیکھنے سے مسلمانوں کی آبادی کا علم ہوجاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سب عقل کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے عقلیہ ہیں لیکن یہ الفاظ نہیں ہے اس لئے غیر لفظیہ ہے میرے پیارے بچو امید ہے کہ تم نے دلالت کی تعریف اور اس کے اقسام کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہوگا اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

فهذه ستُّ دلالاتٍ والمنطقيُّ إنَّما يبحثُ عن الدلالة اللفظيةِ الوضعيةِ لان الافادةَ للغيرِ والاستفادةَ من الغيرِ انما يتيسر بها بسهولةٍ بخلاف غيرِها، فان الافادةَ والاستفادةَ بها لايخلو عن صعوبة هذا.

ترجمہ: پس یہ چھ دلالتیں ہیں اور منطقی صرف دلالت لفظیہ وضعیہ ہی سے بحث کرتا ہے اس لئے کہ غیر کو فائدہ پہونچانا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا اسی دلالت کے ذریعہ بسہولت ممکن ہے برخلاف اس کے علاوہ کے کیوں کہ ان دلالتوں کے ذریعہ فائدہ پہونچانا اور فائدہ حاصل کرنا دشواری سے خالی نہیں ہے ھذا اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔

درس: پیارے بچو: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دلالت کی چھ قسمیں ہیں لیکن منطقی صرف دلالت لفظیہ وضعیہ ہی سے بحث کرتا ہے ان کے علاوہ سے بحث نہیں کرتا ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ دلالت کا مقصد ہے ایک دوسرے کو فائدہ پہونچانا اور دوسرے سے فائدہ حاصل کرنا اور ظاہر ہے کہ یہ صرف دلالت لفظیہ وضعیہ ہی سے آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے، کیوں کہ ان کے علاوہ طبعیہ اور عقلیہ ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سے واسطہ بہت کم پیش آتا ہے انسان زیادہ کام الفاظ ہی کے ذریعہ کرتا ہے اس لئے منطقی زیادہ اسی سے بحث کرتے ہیں، اب ترجمہ دیکھو، اخیر میں مصنفؒ نے دلالت کی بحث کی اہمیت کو ظاہر کرنے ھذا سے اشارہ کیا، ھذا مطلب ہے خذ ھذا اسے اچھی طرح سے سمجھ لو، اس لئے میں نے کچھ تفصیل سے بیان کیا۔

فصل وَيَنبغي أن يعلمَ أن الدلالةَ اللفظيةَ الوضعيةَ التي لها العبرةُ في المحاوراتِ والعلومِ على ثلثةِ انحاءٍ احدُها المطابقية وهي ان يدل اللفظُ

علی تمامِ ما وُضِعَ ذٰلک اللفظُ له کدلالة الانسانِ علی مجموعِ الحیوانِ الناطقِ وثانیها التضمنیةُ وهی ان یدل اللفظ علی جزء المعنی الموضوع له کدلالته علی الحیوانِ فقط وثالثها الدلالةُ الالتزامیةُ وهی ان لا یدل اللفظ علی الموضوعِ له ولا علی جزئِهٖ بل علی معنی خارج لازم للموضوع له.

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے دلالت کی چھ قسمیں بیان کی گئی تھیں اب مصنف ان چھ اقسام میں سے صرف دلالت لفظیہ وضعیہ کی تقسیم کو بیان کررہے ہیں کیوں کہ محاورات اہل علوم میں اسی کا اعتبار ہے جیسا کہ تم نے اس سے جان لیا، مصنف فرماتے ہیں کہ دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں (۱) دلالت مطابقی (۲) دلالت تضمنی (۳) دلالت التزامی۔

بچو...... تم یہ جانتے ہو کہ الفاظ کو چیزوں پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے لیکن جب ہم کسی لفظ کو کسی چیز کیلئے استعمال کرتے ہیں تو اس کی تین شکلیں ہوتی ہیں اس طرح کہ کبھی لفظ بول کر وہ مکمل چیز مراد لیتے ہیں جس کیلئے لفظ کو وضع کیا گیا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لفظ بول کر وہ مکمل چیز مراد نہیں ہوتی ہے جس کیلئے لفظ کو وضع کیا گیا ہے بلکہ اس کا کچھ حصہ اور کوئی جزء مراد ہوتا ہے نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لفظ سے نہ تو مکمل چیز مراد ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا جزء بلکہ اس سے ہٹ کر دوسری چیز مراد ہوتی ہے جس کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے مثال کے طور پر قرآن پاک ایک لفظ ہے، اس کو وضع کیا گیا ہے مکمل تیس پارے کے لئے، کبھی قرآن پاک بول کر پورا قرآن مراد ہوتا ہے اور کبھی قرآن پاک بول کر اس کا کوئی حصہ مراد ہوتا ہے مثلاً تم نے کہا "میں نے اس سال تراویح میں قرآن سنایا" ظاہر ہے کہ اس سے پورا قرآن پاک مراد ہے لیکن آج تم نے سورہ یسین کی تلاوت کی اور کہا کہ میں نے آج قرآن پاک کی تلاوت کی تو ظاہر ہے کہ قرآن پاک لفظ بول کر اس کا جزء مراد لیا گیا ہے اسی طرح تم نے کہا آج میں نے ایک شیر کو دیکھا جو غسل خانہ میں غسل کر رہا تھا تو ظاہر ہے کہ شیر کو وضع کیا گیا ہے حیوان مفترس کیلئے لیکن یہاں وہ مراد نہیں ہے اسی طرح اس کا کوئی جزء بھی مراد نہیں ہے بلکہ یہاں بہادر آدمی مراد ہے جو کہ شیر کیلئے لازم ہے تو اگر

لفظ بول کر پورا موضوع لہ مراد لیا جائے تو اس کا نام دلالت مطابقی ہے اور اگر اس کا جزء مراد لیا جائے تو اس کا نام تضمنی ہے اور اگر نہ کل نہ جزء بلکہ اس کا کوئی لازمی معنی مراد لیا جائے تو اس کا نام دلالت التزامی ہے اب ہر ایک کی الگ الگ تعریف سنو۔

دلالت مطابقی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرے، جیسے کلکتہ کی دلالت پورے شہر پر دلالت مطابقی ہے۔

دلالت تضمنی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے جزء پر دلالت کرے جیسے کلکتہ کی دلالت صرف زکریا اسٹریٹ پر، مالتی پور کی دلالت صرف ایک محلہ پر دلالت تضمنی ہے۔

دلالت التزامی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ نہ تو کل موضوع لہ پر دلالت کرے اور نہ ہی موضوع لہ کے جزء پر بلکہ معنی موضوع لہ کے خارج پر دلالت کرے اور وہ معنی خارج موضوع لہ کیلئے لازم ہو، جیسے چاند کی دلالت خوبصورتی پر، حاتم کی دلالت سخاوت پر، گدھے کی دلالت بیوقوفی پر، دلالت التزامی ہے، بچو تم نے دلالت لفظیہ وضعیہ کی تینوں قسموں کو سمجھ لیا اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

واللازم ما ينتقلُ الذِهنُ من الموضوعِ له اليه كدلالة الانسان على قابل العلمِ وصنعةِ الكتابةِ وكدلالةِ لفظ العمى على البصر.

ترجمہ: اور لازم وہ ہے جسکی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے موضوع لہ سے جیسے انسان کی دلالت قابل علم اور صنعت کتابت پر اور لفظ عمی کی دلالت بصر پر۔

درس: اس عبارت سے مصنف لازم کی تعریف بیان کر رہے ہیں، یہاں دو چیزیں ہیں (۱) ملزوم (۲) لازم، ملزوم کہتے ہیں جس کیلئے کوئی چیز ضروری ہو اور لازم کہتے ہیں جو کسی کیلئے ضروری ہو جیسے نکٹا ملزوم، لازم ناک اس کیلئے لازم ہے کیوں کہ بغیر ناک کے نکٹا ہونا مشکل ہے کیوں کہ ناک کے کٹنے سے نکٹا کہا جاتا ہے اور ناک کٹے گی جب ناک بھی ہو، لہذا نکٹا کیلئے ناک لازم ہے اسی طرح شیطان ملزوم، شرارت لازم

ہے، اب مصنفؒ کی تعریف اور مثال سمجھو، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ لازم اس شی کو کہتے ہیں جس کی طرف ذہن موضوع لہ سے منتقل ہوجائے، یعنی کسی شئ کا موضوع لہ سے ایسا تعلق ہو کہ جب موضوع لہ بولا جائے گا تو فوراً ذہن اس شئ کی طرف منتقل ہوجائے تو اس شئ کو موضوع لہ کا لازم کیا جائے گا، جیسے انسان کا تکلم کیا جائے تو ذہن علم، اور کتابت کی صلاحیت کی طرف منتقل ہوگا کیوں کہ عقلاً یہ بات معلوم ہے کہ انسان کے علاوہ کوئی دوسری مخلوق عالم اور کاتب نہیں ہے اسی طرح جب اعمی بولا جائے تو ذہن بصر آنکھ کی طرف منتقل ہوگا کیوں کہ اندھا ہونے کیلئے آنکھ ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ دیوار، قلم اندھا نہیں کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کے پاس آنکھ نہیں ہے اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

فصل: الدلالةُ التضمنيةُ والالتزاميةُ لا توجدان بدونِ المطابقةِ وذٰلک لان الجزءَ لايتصورُ بدون الكلِ وكذا اللازمُ بدون الملزومِ والتابعُ لا يوجد بدونِ المتبوعِ والمطابقة قد توجدُ بدونهما لجوازِ ان يُوضعَ اللفظُ لمعنى بسيطٍ لا جزء له ولا لازم له.

ترجمہ: دلالت تضمنی اور التزامی، مطابقی کے بغیر نہیں پائی جاتیں، اور یہ اس لئے کہ جزء کل کے بغیر متصور نہیں ہے اور اسی طرح لازم بغیر ملزوم کے متصور نہیں ہوتا ہے نیز تابع متبوع کے بغیر نہیں پایا جاتا اور دلالت مطابقی کبھی ان دونوں کے بغیر پائی جاتی، اس بات کے ممکن ہونے کی وجہ سے کہ لفظ کسی ایسے معنی بسیط کیلئے وضع کیا گیا ہو جس کیلئے نہ تو کوئی جزء ہو اور نہ ہی لازم ہو۔

درس: پیارے بچو اس عبارت میں مصنفؒ نے چار دعوے کئے ہیں، ہر ایک کی الگ الگ وضاحت سنو۔

(۱) جہاں دلالت تضمنی پائی جائے، دلالت مطابقی کا پایا جانا ضروری ہے۔

دلیل: اس لئے کہ تضمنی میں جزء پر دلالت ہوتی ہے اور جہاں جزء پایا جائے گا وہاں کل کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۲) جہاں دلالت التزامی پائی جائے، دلالت مطابقی کا پایا جانا ضروری ہے۔

دلیل: اس لئے کہ التزامی میں لازم پر دلالت ہوتی ہے اور جہاں لازم پایا جائے ملزوم کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۳) جہاں دلالت مطابقی پائی جائے وہاں دلالت تضمنی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

دلیل: اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی معنی بسیط کیلئے وضع کیا گیا ہو اور چونکہ بسیط معنی موضوع لہ ہے اس لئے مطابقی پائی جائے گی اور بسیط ہے اس میں جزء نہیں ہے اس لئے تضمنی نہیں پائی جائے گی۔

(۴) جہاں دلالت مطابقی پائی جائے التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

دلیل: اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی ایسے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو جس کا کوئی لازم نہ ہو تو جب معنی موضوع لہ ہے مطابقی پائی جائے گی اور چونکہ اس کیلئے کوئی لازم نہیں ہے اس لئے التزامی پائی نہیں جائے گی۔ اب عبارت کا ترجمہ دیکھو مطلب سمجھ میں آجائے گا۔

فان قلت لا نسلم اَن یوجدَ معنی لالازمَ له فان لکل معنی لازما البتة واَقلُّه انه لیس غیرَه قلنا المرادُ باللازمِ هو اللازمُ البَیِّنُ الذی ینتقل الذهنُ من الملزومِ الیه وقوله لیس غیره لیس من اللوازم البیّنة لانا کثیر ما نتصور المعانی ولایخطرُ ببالِنامعنی الغیرِ فضلا عن کونه لیس غیره.

ترجمہ: پس اگر تم کہو کہ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کہ کوئی ایسا معنی پایا جائے جس کیلئے کوئی لازم نہ ہو کیوں کہ ہر معنی کیلئے یقیناً لازم ہے اور کم سے کم لازم یہ ہے کہ وہ لیس غیرہ ہے تو ہم کہیں گے کی مراد لازم سے وہ لازم بین ہے کہ ذہن ملزوم سے اس کی طرف منتقل ہو جائے اور تمہارا لیس غیرہ لوازم بینہ میں سے نہیں ہے اس لئے کہ ہم بسا اوقات معانی کا تصور کرتے ہیں حالانکہ ہمارے دل میں غیر کے معنی کا خطرہ نہیں گذرتا چہ جائے کہ اس کا لیس غیرہ ہونا۔

درس: پیارے بچو! اس پہلے سے مصنفؒ نے فرمایا تھا کہ جہاں مطابقی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے کیوں کہ ہر لفظ کیلئے لازم ہونا ضروری نہیں ہے اس پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے اسی اشکال کو ذکر فرما کر مصنفؒ اس کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال کی تقریر

آپ کا یہ کہنا کہ جہاں مطابقی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے ہمیں تسلیم نہیں ہے کیوں کہ ہر شئی کیلئے لازم ہے کم سے کم اتنا لازم ہے کہ وہ اپنے علاوہ نہیں ہے اور جب ہر شی کیلئے لازم ہے تو جہاں مطابقی پائی جائے گی وہاں التزامی بھی ضرور پائی جائے گی۔

جواب کی تقریر

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ لازم کی دو قسمیں ہیں (۱) لازم بیّن (۲) لازم غیر بیّن۔ لازم بیّن کہتے ہیں کہ ملزوم کے تصور سے ذہن فوراً لازم کی طرف منتقل ہو جائے، اور لازم غیر بیّن کہتے ہیں کہ ملزوم کے تصور سے فوراً ذہن لازم کی طرف منتقل نہ ہو، تو دلالت التزامی میں لازم سے مراد لازم بیّن ہے اور لیس غیرہ ہونا لازم غیر بیّن ہے تو جو میری مراد ہے وہ آپ کی مراد نہیں ہے، جو آپ کی مراد ہے وہ میری مراد نہیں ہے، لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ جہاں مطابقی پائی جائے التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، رہی یہ بات کہ لیس غیرہ لازم غیر بیّن کیسے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات ہم کسی معنی کا تصور کرتے ہیں اور ہمارا ذہن اس معنی کے غیر کی طرف نہیں جاتا چہ جائے کہ اس کے لیس غیرہ ہونے کی طرف ذہن جائے، اب عبارت دیکھو۔

فصل: اللفظُ الدالُ اما مفرد إمامركبٌ فالمفرد مالايقصد بجزئه الدلالةُ علىٰ جزءِ معناه كدلالةِ همزةِ الاستفهام على معناه ودلالةِ زيدٍ على مسماه ودلالةِ عبدِالله على المعنى العلمي والمركب مايُقصد بجزئه الدلالة على جزء معناه كدلالة زيد قائم على معناه ودلالة رامي السهم على فحواه.

ترجمہ: لفظ دال یا تو مفرد ہے یا مرکب، اور مفرد وہ لفظ ہے جس کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کرنے کا قصد نہ کیا جائے جیسے ہمزہ استفہام کی دلالت اس کے معنی پر، اور زید کی دلالت اس کی ذات پر، اور عبداللہ کی دلالت معنی علمی پر اور مرکب وہ لفظ ہے جس کے جزء سے اس کے معنی کے جزء پر دلالت کرنے کا قصد کیا جائے جیسے زید قائم کی دلالت اس کے معنی پر اور رامی السہم کی دلالت اس کے مصداق پر۔

درس: مصنفؒ جب دلالت کی بحث سے فارغ ہوئے تو اب دلالت کرنے والے کی بحث کو شروع فرما رہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ لفظ دال کی دو قسمیں ہیں مفرد، مرکب، پیارے بچو پہلے تم مفرد و مرکب کی مشہور تعریف سمجھو اس کے بعد ہم اس کی وضاحت کریں گے جس سے تم مفرد و مرکب کو اچھی طرح سمجھ جاؤ گے۔

مفرد: وہ لفظ ہے جس کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا قصد نہ ہو، مفرد کی چار صورتیں ہیں (۱) لفظ کا جزء نہ جیسے اردو میں کہہ اور عربی میں ہمزہ استفہام (۲) لفظ کا جزء ہو مگر معنی دار نہ ہو جیسے انسان میں کئی حروف ہیں مگر الف، نون اور سین کے کچھ معنی نہیں (۳) لفظ کا جزء ہو معنی دار بھی ہو مگر معنی مقصود پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے عبداللہ جب کسی کا نام ہو تو ''عبداللہ'' کے معنی دار اجزاء ہیں لیکن جس شخص کا یہ نام ہے اس کے اجزاء پر دلالت نہیں کرتے۔

(۴) لفظ کا جزء ہو معنی دار بھی ہو اور لفظ کے جزء کی معنی کے جزء پر دلالت بھی ہو مگر اس دلالت کا ارادہ نہ کیا گیا ہو جیسے کسی کا نام حیوان ناطق رکھ دیا جائے تو لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت کرے گا مگر نام ہونے کی صورت میں وہ دلالت مراد نہ ہوگی۔

مرکب: وہ لفظ ہے جس کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا قصد کیا گیا ہو جیسے زید کھڑا ہے اس میں لفظ زید ذات پر اور لفظ کھڑا صفت پر اور ہے ثبوت پر دلالت کر رہا ہے اور دلالت مراد بھی ہے۔

پیارے بچو! یہ تھی مفرد و مرکب کی مشہور تعریف جو مصنفؒ نے بھی بیان کی اور عبارت میں اسی کا تذکرہ ہے لیکن اس سے بات واضح نہیں ہوتی ہے، آؤ ہم تمہیں

مختصراً مفرد ومرکب کی حقیقت سمجھائیں ...... بچو، اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مفرد ومرکب کہتے ہیں کہ کلمہ اور لفظ ایک ہو تو وہ مفرد ہے، دو یا زیادہ ہو تو مرکب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیوں کہ مفرد ومرکب ہونے کا مدار کلمات کے ایک یا دو ہونے پر نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ الفاظ ایک سے زیادہ ہوں اور معنی بھی زیادہ ہو اور معنی مراد بھی لیا گیا ہو تو اسے مرکب کہیں گے اور اگر الفاظ ایک سے زیادہ ہیں اور معنی پر بھی زیادہ ہیں مگر وہ معنی مراد نہ ہو تو اسے مفرد کہیں گے اسے مثالوں سے سمجھو، میرا نام محمد ثناء اللہ قاسمی ہے ظاہر ہے کہ الفاظ زیادہ ہیں مگر یہاں مراد شخص واحد ہے اسی لئے مفرد ہے اسی طرح احمد حسن مفرد ہے کیوں کہ اگر چہ الفاظ زیادہ ہیں مگر یہاں سب مراد نہیں ہے بلکہ صرف وہ آدمی مراد ہے جس کا نام رکھا گیا ہے ایسا نہیں ہے کہ احمد سے مراد الگ اور حسن سے مراد الگ، خلاصہ یہ کہ اگر الفاظ زیادہ ہوں اور معانی بھی زیادہ ہوں اور وہ معانی مراد بھی ہوں تو اسے مرکب کہا جائے گا جیسے قلم خالد خالد کا قلم ظاہر ہے کہ الفاظ بھی زیادہ ہیں معنی بھی زیادہ ہے اور معانی مراد بھی ہیں کیوں کہ قلم سے الگ مراد ہے اور خالد سے الگ مراد ہے لہذا یہ مرکب ہے اس کے برخلاف اگر الفاظ زیادہ ہوں مگر وہ معنی مراد نہ ہو تو مفرد ہے جیسے کسی کا نام عبداللہ رکھ دیا جائے تو ظاہر ہے کہ الفاظ تو زیادہ ہیں مگر یہاں عبد اور اللہ الگ الگ نہیں ہیں، بلکہ مراد شخص واحد ہے اس لئے مفرد ہے ہاں اگر تم نے عبداللہ کہا اور مراد لیا اللہ کا بندہ تو مرکب ہوگا کیوں کہ یہاں الگ الگ مراد ہیں، اسی طرح اگر کسی کا نام حیوان ناطق رکھ دیا جائے تو مفرد ہوگا، اسی طرح اگر دار العلوم دیوبند سے مراد صرف مدرسہ لیا جائے تو مفرد ہوگا اور اگر دار العلوم سے الگ اور دیوبند سے الگ مراد لیا جائے تو مرکب ہوگا، مجھے امید ہے کہ تم نے مفرد ومرکب کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا اب مصنفؒ کی مثال پر نظر ڈالو، مصنف فرماتے ہیں زید قائم مرکب ہے کیوں کہ زید سے الگ اور قائم سے الگ مراد ہے اسی طرح رامی السہم تیر کا پھینکنے والا، مرکب ہے، مذکورہ بالا وجوہات پائے جانے کی وجہ سے۔ اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

ثم المفردُ على انحاءٍ ثلثةٍ لانه اِن كان معناه مستقلا بالمفهوميةِ اى لم يكن فى فهمهِ محتاجا الى ضمّ ضميمةٍ فهو اسم ان لم يقترن ذٰلك المعنى بزمانٍ من الازمنةِ الثلاثةِ و كلمة اِن اقترن به و ان لم يكن معنا ہ مستقلا فهو اداةٌ في عرف الميزانيين و حرفٌ فى اصطلاحِ النحويين هذا.

ترجمہ: پھر مفرد تین قسم پر ہے، اس لئے کہ اگر اس کا معنی مستقل بالمفہومیت ہے یعنی وہ مفرد اپنے معنی کے سمجھے جانے میں کسی ضم ضمیمہ کا محتاج نہیں ہے تو وہ اسم ہے اگر وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو، اور کلمہ ہے اگر زمانہ کے ساتھ مقترن اور اگر اس کا معنی مستقل نہیں ہے تو وہ ادات ہے منطقیین کے عرف میں اور حرف ہے نحویین کی اصطلاح میں هذا اى خذ هذا.

درس: پیارے بچو، مصنفؒ جب مفرد و مرکب کی تعریف سے فارغ ہوئے تو اب مفرد کے اقسام کو بیان کررہے ہیں، مفرد کی تین قسمیں ہیں، اسم، کلمہ، ادات، بچو اسے دلیل حصر سے سمجھو۔ لفظ مفرد دو حال سے خالی نہیں، وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کا محتاج ہوگا یا نہیں، اگر وہ مفرد اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کا محتاج ہے تو اسے ادات کہتے ہیں اور اگر وہ مفرد اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کا محتاج نہیں ہے تو دو حال سے خالی نہیں، اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ پایا جاتا ہے یا نہیں، اگر کوئی زمانہ پایا جاتا نہیں ہے تو اسے اسم کہتے ہیں اور اگر اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ پایا جاتا ہے تو اسے کلمہ کہتے ہیں، اب ہر ایک کو الگ الگ سمجھو۔

ادات وہ مفرد ہے جس کا معنی دوسرے کلمہ ملائے بغیر سمجھ میں نہ آوے جیسے من، فی، ظاہر ہے کہ جب تک من، فی، کی ساتھ دوسرا کلمہ نہ ملایا جاوے اس وقت تک سمجھ میں نہ آوے گا۔

اسم وہ مفرد ہے جس کا معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر سمجھ میں آجاوے اور اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہ پایا جائے جیسے عبدالرحمٰن، مدرسہ، ظاہر ہے کہ اس کا معنی دوسرا کلمہ ملائے بغیر سمجھ میں آجاتا ہے لیکن اس میں کوئی زمانہ نہیں ہے۔

کلمہ وہ مفرد ہے جس کا معنی دوسرا کلمہ ملائے بغیر سمجھ میں آجائے اور اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ پایا جائے جیسے ذَھَبَ وہ گیا ظاہر ہے کہ اس کا معنی دوسرا کلمہ ملائے بغیر سمجھ میں آرہا ہے اور اس میں زمانہ ماضی پایا جارہا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ منطق میں جوادات ہے نحو میں وہی حرف ہے۔ ھذا ای خذ ھذا، اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔

فصل :اِعلم انه قد ظَنَّ بعضُهم ان الكلمةَ عند اهل الميزانِ هی ما يُسَمّٰی فی علمِ النحوِ بالفعلِ وليس هذا الظن بصوابٍ فاِن الفعلَ اعم من الكلمة الا ترى ان نحو اضرب وتضرب وامثاله فعل عندالنحاة وليس بكلمة عند المنطقيين لان الكلمةَ من اقسامِ المفردِ ونحو اضرب مثلا ليس بمفردٍ بل هو مركبٌ لدلالة جزءِ اللفظِ على جزءِ المعنى فان الهمزةَ تدلُّ على المتكلمِ وض ر ب على المعنى الحدثِ.

ترجمہ: جان لو کہ بعض لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ کلمہ اہل المیز ان کے نزدیک وہی ہے جو علم نحو میں فعل کے ساتھ موسوم ہے حالانکہ یہ گمان درست نہیں ہے اس لئے کہ فعل کلمہ سے اعم ہے کیا نہیں دیکھتے کہ اضرب اور تضرب نیز اس جیسی نحویوں کے نزدیک فعل ہیں حالانکہ مناطقہ کے نزدیک کلمہ نہیں ہیں، کیوں کہ کلمہ مفرد کے اقسام میں سے ہے اور جیسے اضرب یہ مفرد نہیں بلکہ مرکب ہے، لفظ کے جزء کے دلالت کرنے کی وجہ سے معنی کے جزء پر اس لئے کہ ہمزہ متکلم پر دلالت کررہا ہے اورض رب معنی حدثی پر۔

تشریح: پیارے بچو! مصنفؒ اس عبارت سے ایک غلط فہمی کا ازالہ فرمارہے ہیں، وہ یہ ہے کہ نحویین کے نزدیک جو اسم ہے مناطقہ کے نزدیک بھی وہی اسم ہے، اسی طرح نحویین کے نزدیک جو حرف ہے مناطقہ کے نزدیک بھی وہی ادات ہے اس سے عام طور پر شبہ ہوتا ہے کہ جو نحویین کے نزدیک فعل ہے مناطقہ کے نزدیک وہی کلمہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، مصنفؒ اسی غلط فہمی کو دور فرمارہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دونوں میں تساوی

نہیں ہے بلکہ عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کلمہ خاص ہے اور فعل عام ہے لہذا ہر کلمہ فعل ہوگا لیکن ہر فعل کا کلمہ ہونا ضروری نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ کلمہ کہتے ہیں اس مفرد کو جس کے معنی مستقل ہوں اور زمانہ پایا جائے، اور فعل کہتے ہیں اس لفظ کو جس کے معنی مستقل ہوں اور اس میں زمانہ پایا جائے چاہے مفرد ہو یا مرکب، گویا کلمہ کیلئے زمانہ پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ مفرد ہونا ضروری ہے اور فعل کیلئے صرف زمانے پر دلالت کرنا ضروری ہے مثلاً اضرب فعل ہے کلمہ نہیں ہے فعل اس لئے ہے کہ زمانہ پر دلالت کررہا ہے کلمہ اس لئے نہیں ہے کہ اضرب مرکب ہے اور کلمہ کیلئے مفرد ہونا ضروری ہے رہی یہ بات کہ اضرب مرکب کیسے ہے؟ تو وہ اس طرح کہ ہمزہ دلالت کررہا ہے متکلم پر اور ضرب دلالت کررہا ہے مصدری معنی پر، تو لفظ کا جزء معنی کے جزء دلالت کررہا ہے اس لئے مرکب ہے اس کے بخلاف یمتنی یضرب مفرد ہے کیوں کہ یہاں لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت نہیں کررہا ہے بلکہ اس میں صرف معنی مصدری یعنی حدثی معنی ہے اس میں کوئی فاعل نہیں ہے جیسا کہ اضرب میں تھا، اس کی پہچان یہ ہے کہ یضرب کے بعد جو بھی اسم آئے گا فاعل ہوگا بخلاف اضرب کے وہاں فاعل پہلے سے موجود ہے خلاصہ یہ کہ یضرب کلمہ ہے اور اضرب فعل ہے، اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کلمہ اور فعل دونوں ایک نہیں ہے جیسا کہ کچھ لوگوں نے خیال کیا ہے بلکہ دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، پیارے بچو عبارت کی وضاحت ہوچکی اب ترجمہ دیکھو۔

فصل: قد یُقَسَّمُ المفردُ بتقسیمٍ اٰخر وهو اَن المُفردَ اما ان یکون معناه واحداً اویکون کثیراً، والذی له معنی واحدٌ علی ثلثة اَضربٍ لانه لایخلو اما ان یکون ذٰلک المعنی متعینًا مشخصاً اولم یکن والاوّل یسمی علما کزیدٍ وهذا هو الاُولٰی ان یسمّٰی هذاالقسم ُ بالجزء الحقیقی.

ترجمہ: یہ فصل ہے کبھی مفرد کی دوسری تقسیم کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مفرد یا تو اس کا معنی ایک ہوگا یا کثیر ہوگا، وہ مفرد جس کا معنی ایک ہے وہ تین قسم پر ہے، اس لئے کہ خالی نہیں یا تو

وہ معنی متعین و مشخص ہے یا نہیں اور اول کا نام علم رکھا جاتا ہے جیسے زید، ہذا، ہو اور اولیٰ ہے کہ اس قسم کا نام جزئی حقیقی رکھا جائے۔

تشریح: پیارے بچو: اس سے پہلے مصنفؒ نے مفرد کی جو تقسیم کی تھی وہ استقلال معنی اور عدم استقلال معنی کے اعتبار سے تھی، اب مصنفؒ مفرد کی وحدت معنی اور کثرت معنی کے اعتبار سے تقسیم فرما رہے ہیں۔

مفرد دو حال سے خالی نہیں، اس کا معنی ایک ہوگا یا ایک سے زیادہ، اگر مفرد کا معنی ایک ہے تو اس کی تین قسمیں ہیں (۱) علم (۲) متواطی (۳) مشکک، اسے ایک دلیل حصر سے سمجھو۔

دلیل حصر

مفرد کا معنی اگر ایک ہو تو دو حال سے خالی نہیں، ایک معنی متعین و مشخص ہوگا یا نہیں، اگر وہ معنی مشخص ہے تو جزئی اور علم اور اگر وہ معنی مشخص نہیں ہے بلکہ بہت سارے افراد پر صادق آتا ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں، تمام افراد پر برابر برابر صادق آتا ہے یا نہیں اگر تمام افراد پر برابر برابر صادق آتا ہے تو متواطی ورنہ مشکک، مذکورہ عبارت میں صرف علم اور جزئی کا بیان ہے۔

جزئی حقیقی: وہ مفرد ہے جس کا معنی مشخص اور متعین ہو، معنی کے متعین و مشخص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا صرف ایک ہی فرد ہو، ایک وقت میں ایک اعتبار سے اسکے ایک سے زیادہ افراد نہ پائیں جیسے دہلی، گنگوہ، دیوبند، دلی کی جامع مسجد، آگرہ کا تاج محل یہ سب جزئی حقیقی اور علم ہیں کیوں کہ ان سب کا صرف ایک ہی فرد ہے اسی طرح زید، عبدالرحمن، ہذا، ہو، یہ سب جزئی حقیقی ہیں کیوں کہ یہ سب صرف ایک ہی فرد پر صادق آتا ہے، ظاہر ہے کہ زید ایک باپ سے ایک ہی ہو سکتا ہے ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتا، البتہ تمہارے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ زید نام کا تو بہت آدمی موجود ہے تو یہ جزئی حقیقی کیسے ہوا، تو اسی اشکال کو دور کرنے کیلئے میں نے یہ قید لگائی کہ ایک اعتبار سے ایک

ہی فرد ہو، ظاہر ہے کہ زید اپنے باپ کے اعتبار سے ایک ہی ہوسکتا ہے، اسی طرح باقی مثالوں کو قیاس کرلو، امید کہ تم نے جزئی حقیقی کو سمجھ لیا ہوگا، اب ترجمہ دیکھو۔

والثانی ای ما لایکون معناہ الواحدُ مشخصا بل یکون له افرادٌ کثیرةٌ ھو ضربانِ احدُھما ان یکون صدقُ ذٰلک المعنی علی سائرِ افرادِہ علی سبیلِ الاستواءِ، من غیرِ ان یتفاوتَ باولیۃٍ اواولویۃٍ او اشدیۃٍ اوازدیۃٍ ویسمی ھذا القسم بالمتواطی لتواطی افرادِہ وتوافقِھا فی تصادقِ ذٰلک المعنی العامِ کالانسان بالنسبۃ الی زیدٍ و عمرٍو وبکرٍ.

ترجمہ: اور دوسرا یعنی وہ مفرد جس کا معنی واحد مشخص نہ ہو بلکہ اس کے بہت سارے افراد ہوں، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ اس معنی کا صادق آنا تمام افراد پر برابر ہو، بغیر اس کے کہ اولیت یا اولویت یا اشدیت یا ازدیت کا فرق ہو، اور اس قسم کا نام متواطی رکھا جاتا ہے اسکے افراد کے مساوی اور موافق ہونے کی وجہ سے اس معنی عام کے صادق آنے میں جیسے انسان نسبت کرتے ہوئے زید، عمرو، بکر، کی طرف۔

درس: پیارے بچو! تم یہ جانتے ہو کہ وہ مفرد جس کا معنی ایک ہو، اس کی تین قسمیں ہیں اس سے پہلے ایک قسم کا بیان ہوا تھا، اس عبارت میں دوسری قسم کا بیان ہے، سنو، اگر مفرد کا معنی واحد مشخص نہ ہو بلکہ بہت سارے افراد پر صادق آتا ہو، تو دو حال سے خالی نہیں، اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق آئے گا یا کمی بیشی کے ساتھ، اگر وہ مفرد اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق آتا ہے تو اس کا نام متواطی ہے۔ متواطی کی تعریف: متواطی وہ مفرد ہے جو اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق آوے جیسے انسان یہ کلی متواطی ہے کیوں کہ انسان اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق آتا ہے چاہے وہ چھوٹا ہو بڑا سب نفس انسان ہونے میں برابر ہیں اسی طرح درخت کلی متواطی ہے کیوں کہ تمام درخت نفس درخت ہونے میں برابر ہیں چاہے جس کیفیت کا ہو۔

کلی متواطی کی وجہ تسمیہ:

متواطی تواطأ سے ماخوذ ہے اور تواطأ کے معنی ہیں موافقت اور برابری، اور جب وہ معنی اپنے تمام افراد پر برابر برابر بغیر کسی فرق کے صادق آیا تھا تو اس معنی عام کے صادق آنے میں تمام افراد مساوی اور موافق ہو گئے اسی وجہ سے اس کو متواطی کہتے ہیں۔

وثانیهما ان لایکون صدقُ ذٰلک المعنی العامِ فی جمیعِ افرادِہ علی وجہِ الاستواءِ بل یکون صدقُ ذٰلک المعنی علی بعضِ الافرادِ بالاوّلیۃِ او الاشدیۃِ او الاَوْلَوِیَّۃِ وصدقُها علی البعض الاخر باضدادِ ذٰلک کالوجودِ بالنسبۃ الی الواجبِ جلّ مجدُہ وبالنسبۃ الی الممکن وکالبَیاضِ بالنسبۃ الی الثلجِ والعاجِ ویسمی ھذا القسمُ مشککاً لانہ یُوْقِعُ الناظرَ فی الشکِ فی کونِہ متواطیاً اومشترکاً.

ترجمہ: دوسری قسم یہ ہے کہ اس معنی عام کا صادق آنا اپنے تمام افراد میں یکساں نہ ہو بلکہ اس معنی کا بعض افراد پر صادق آنا اولیت یا اشدیت یا اولویت کے ساتھ ہو اور دوسر بعض افراد پر صادق آنا اس کی ضد کے ساتھ ہو، جیسے وجود نسبت کرتے ہوئے واجب تعالیٰ جل مجدہ کی طرف اور نسبت کرتے ہوئے ممکن کی طرف اور جیسے سفیدی، نسبت کرتے ہوئے برف کی طرف اور ہاتھی کے دانت کی طرف اور اس قسم کا نام مشکک رکھا جاتا ہے اس لئے کہ یہ دیکھنے والے کو شک میں ڈال دیتی ہے اپنے متواطی یا مشترک ہونے میں۔

درس: پیارے بچو! وہ مفرد جس کا معنی ایک ہو اس کی دو قسموں کا بیان ہو چکا اب مصنف تیسری قسم کو بیان فرمارہے ہیں، وہ مفرد جس کا معنی ایک ہو اگر اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق نہ آوے بلکہ اپنے افراد پر کمی وبیشی کے ساتھ صادق آوے تو اسے مشکک کہتے ہیں جیسے سفیدی ایک کلی ہے جس کے بہت سارے افرادی ہیں لیکن سفیدی اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق نہیں آتی ہے چنانچہ برف اور ہاتھی کا دانت، ظاہر ہے کہ

دونوں سفیدی کے افراد ہیں لیکن برف کی سفیدی زیادہ ہوتی ہے، اور ہاتھی کی سفیدی برف کے مقابلے میں کم ہوتی ہے، تو سفیدی کلی مشکک ہے اسی طرح کالا پن کلی مشکک ہے کیوں کہ کالا پن اپنے بعض افراد پر زیادتی کے ساتھ صادق آتا ہے اور بعض افراد پر کمی کے ساتھ، جیسے حبشی اور بھینس، ظاہر ہے کہ دونوں کے کالا پن میں فرق ہے، پیارے بچو جب تم نے اتنا سمجھ لیا تو اب یہ سمجھو کی کلی مشکک میں کمی وزیادتی کی چار صورتیں ہیں (۱) تفاوت بالاولیت (۲) تفاوت باولویت (۳) تفاوت بالاشدیت (۴) تفاوت بالازدیت، ہرایک کی تعریف۔

اولیت: کا مطلب یہ ہے کہ بعض افراد کیلئے کلی کا ثبوت دوسرے بعض افراد میں اس کلی کے ثابت ہونے کیلئے علت ہو، جیسے وجود کہ اس کلی کا ثبوت واجب تعالیٰ میں علت ہے ممکن میں ثابت ہونے کے لئے۔

اولویت: کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا ثبوت بعض افراد کیلئے بالذات ہو اور دوسرے بعض افراد کیلئے بالتبع، مثلاً روشنی کہ اس کلی کا ثبوت سورج کیلئے بالذات ہے اور زمین کیلئے بالتبع۔

اشدیت: کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا ثبوت کیفیت کے اعتبار سے بعض افراد میں زیادہ ہو بنسبت دوسرے افراد کے جیسے سفیدی۔

ازدیت: کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا ثبوت کمیت کے اعتبار سے بعض افراد میں زیادہ ہو دوسرے افراد کی طرف نسبت کرتے ہوئے جیسے ایک کیلو چاول اور دو کیلو چاول، ظاہر ہے کہ دو کیلو ایک کیلو کی طرف نسبت کرتے ہوئے زائد ہے اسی طرح ایک میٹر کپڑا اور دس میٹر کپڑا۔

کلی مشکک کی وجہ تسمیہ:

کلی مشکک کو مشکک اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں شک میں ڈالنے والا چونکہ اپنے دیکھنے والوں کو شک میں ڈال دیتا ہے کہ متواطی ہے یا مشترک کہ اس لئے کہ اس

میں دو چیزیں ہیں، وجود معنی، اس اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلی متواطی ہے دوسرا یہ
اپنے افراد پر کمی بیشی کے ساتھ صادق آتا ہے اس اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ
معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے اس لئے مشترک ہے خلاصہ یہ کہ اپنے دیکھنے والوں کو شک میں
ڈال دیتا ہے کہ آیا یہ متواطی ہے یا مشترک اس لئے اسے مشکک کہتے ہیں۔

فصل: اَلْمُتَكَثِّرُ المعنی له اقسامٌ عديدةٌ وجه الحصرِ ان اللفظَ الذی كَثُرَ معناه اِنْ وُضِعَ ذٰلک اللفظُ لكل معنی ابتداءٍ باَوضاعٍ متعددة یسمی مشتركا، كالعينِ وُضِعَ تارةً للذهب وتارةً للباصرةِ وتارةً للركبةِ، وان لم يُوْضَعْ لكلِ ابتداءً بل وُضِعَ اولا لمعنی ثم اسْتُعْمِلَ فی معنی ثانٍ لاَجْلِ مناسبةٍ بينهما اِنْ اِشْتَهَرَ فی الثانی وتُرِکَ موضُوعُه الاوّلُ یسمّی منقولا.

ترجمہ: متکثر المعنی اس کے چند اقسام ہیں وجہ حصر یہ ہے کہ وہ لفظ جس کا معنی کثیر ہوا گر وہ لفظ وضع کیا گیا ہے ہر معنی کیلئے ابتداءً، متعدد وضع سے علیحدہ طور پر تو اس کا نام مشترک رکھا جاتا ہے جیسے عین کبھی سونے کیلئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی آنکھ کیلئے اور کبھی گھٹنہ کیلئے اور اگر ہر معنی کیلئے ابتداءً وضع نہیں کیا گیا بلکہ اوّلاً تو کسی ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا پھر دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگا، دونوں کے درمیان مناسبت ہونے کی وجہ سے تو اگر دوسرے معنی میں مشہور ہوگیا اور موضوع اول ترک کر دیا گیا تو اس کا نام منقول رکھا جاتا ہے۔

درس: پیارے بچو! تم نے اس سے پہلے یہ جانا کہ مفرد کی اوّلاً دو قسمیں ہیں (۱) متحد المعنی (۲) متکثر المعنی، متحد المعنی کے اقسام کا تذکرہ گذر چکا اب مصنفؒ یہاں سے متکثر المعنی کے اقسام کا ذکر فرما رہے ہیں، فصل کی عبارت کافی لمبی ہے ہم تمہاری سہولت کی خاطر تھوڑا تھوڑا بیان کریں گے تاکہ عبارت فہمی میں آسانی ہو۔

دلیل حصر

مفرد کے معنی اگر ایک سے زیادہ ہوں تو دو حال سے خالی نہیں، ہر معنی کیلئے الگ

الگ وضع کیا گیا ہے یا نہیں، اگر ہر معنی کیلئے الگ الگ وضع نہیں کیا گیا ہے بلکہ پہلے ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا تھا پھر کسی مناسبت کی وجہ سے دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگا تو دوحال سے خالی نہیں، پہلا معنی متروک اور دوسرا مشہور ہوا ہے یا نہیں اگر پہلا معنی متروک اور دوسرا معنی مشہور ہوگیا ہے تو اسے منقول کہتے ہیں اور اگر پہلا معنی متروک نہیں ہے بلکہ کبھی پہلے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو اگر پہلے معنی میں استعمال ہو تو اسے حقیقت کہتے ہیں اور اگر دوسرے معنی میں استعمال ہو تو اسے مجاز کہتے ہیں، اس عبارت میں صرف مشترک اور منقول کا تذکرہ ہے۔

مشترک کی تعریف: مشترک وہ مفرد ہے جو چند معانی میں سے ہر ایک کیلئے الگ الگ وضع کیا گیا ہے۔

منقول کی تعریف: منقول وہ مفرد ہے جو پہلے ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو پھر کسی مناسبت کی بناء پر دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگا اور پہلے معنی میں استعمال بالکل ترک کردیا گیا جیسے دابہ پہلے زمین پر چلنے کیلئے وضع کیا گیا پھر اس کا استعمال صرف چوپائے میں ہونے لگا، اور پہلا معنی بالکل متروک ہوگیا، اسی طرح صلاۃ پہلے دعاء کیلئے وضع کیا گیا پھر نماز کے معنی میں استعمال ہونے لگا، اب عبارت دیکھو۔

والمنقولُ بالنظرِ الی الناقلِ ینقسمُ الی ثلثةِ اقسامٍ احدُها المنقولُ العرفی باعتبارِ کون الناقلِ عرفا عاما وثانیها المنقولُ الشرعی باعتبارِ کونِه اربابَ الشرعِ وثالثها المنقولُ الاصطلاحی باعتبارِ کونِه عرفاً خاصًا وطائفةً مخصوصةً مثال الاوّلِ کلفظة الدابةِ کان فی الاصل موضوعاً لِمَا یَدُبُّ علی الارضِ ثم نقلہ العامةُ للفرسِ اولذات القوائمِ الاربعِ، مثال الثانی کلفظ الصلوٰةِ کانَ فی الاصل بمعنی الدعاءِ ثم نقله الشارعُ الی ارکانٍ مخصوصةٍ مثال الثالثِ کلفظِ الاسم کان فی اللغة بمعنی العلوِ ثم نَقَلَه النحاةُ الی کلمةٍ مستقلةٍ فی الدلالةِ غیرِ مقترنةٍ بزمانٍ من الازمنةِ الثلاثةِ.

ترجمہ: اور منقول ناقل کی طرف نظر کرتے ہوئے تین قسموں میں منقسم ہے، ایک منقول عرفی ہے ناقل کے عرف عام ہونے کے اعتبار سے اور دوسری قسم منقول شرعی ہے ناقل کے ارباب شرع ہونے کے اعتبار سے اور تیسری قسم منقول اصطلاحی ہے ناقل کے عرف خاص اور مخصوص جماعت ہونے کے اعتبار سے، اوّل کی مثال لفظ دابہ ہے جو اصل میں وضع کیا گیا تھا ہر اس جانور کیلئے جو زمین پر رینگے پھر اس کو عوام نے گھوڑے کیلئے یا چوپائے کیلئے نقل کرلیا، دوسری کی مثال جیسے لفظ صلوۃ جو اصل میں دعاء کے معنی میں تھا پھر اسے شارع نے ارکان مخصوصہ کی طرف منتقل کرلیا، تیسرے کی مثال جیسے لفظ اسم ہے، جو لغت میں علو اور بلندی کے معنی میں تھا پھر اسے نحویوں نے ایک ایسے کلمہ کی طرف منتقل کرلیا جو دلالت میں مستقل ہو، اور ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ فرماتے ہیں کہ منقول کی باعتبار ناقل تین قسمیں ہیں، منقول عرفی، منقول شرعی، منقول اصطلاحی۔

ہر ایک کی تعریف:

منقول عرفی: وہ لفظ ہے جس کے ناقل عام تعلیم یافتہ اہل زبان ہوں، جیسے لفظ کوفتہ کے اصل معنی ہیں کوٹا ہوا پھر عام اہل زبان اس کو کباب کے معنی میں استعمال کرنے لگے کیوں کہ وہ بھی کوٹ کر بنایا جاتا ہے منقول شرعی وہ لفظ ہے جس کے ناقل اہل شرع ہیں جیسے لفظ صلوۃ کے اصل معنی دعاء کے ہیں پھر اہل شرع نماز کے معنی میں استعمال کرنے لگے، کیوں کہ اس میں بھی دعاء ہوتی ہے۔

منقول اصطلاحی: وہ لفظ ہے جس کے ناقل اہل شرع اور اہل زبان کے علاوہ کوئی مخصوص علمی جماعت ہو، جیسے فعل کے معنی کام کے ہیں پھر اہل نحو نے اس کو مخصوص معنی کی طرف منتقل کرلیا، اسی طرح اسم کے معنی ہیں بلندی پھر اہل نحو نے اسے مخصوص معنی کی طرف منتقل کرلیا، جیسا کہ تم نے متن سے پہلے اچھی طرح سے جان لیا..... وقس علی هذا.

وان لم يَشْتَهِرَ في الثاني ولم يُتْرَكِ الاوّلُ بل يُستعملُ في الموضوعِ الاوّلِ مرةً وفي الثاني مرةً يسمى بالنسبةِ الى الاوّلِ حقيقةً وبالنسبةِ الى الثاني مجازا كالاسد بالنسبة الى الحيوان المفترسِ والرجلِ الشجاعِ فهو بالنسبةِ الى الاوّل حقيقة وبالنسبةِ الى الثاني مجاز.

ترجمہ: اور اگر دوسرے معنی میں مشہور نہیں ہوا اور پہلا معنی ترک نہیں کیا گیا بلکہ کبھی پہلے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی دوسرے معنی میں، تو نام رکھا جاتا ہے پہلے معنی کی طرف نسبت کرتے ہوئے حقیقت اور دوسرے معنی کی طرف نسبت کرتے ہوئے مجاز جیسے اسد نسبت کرتے ہوئے درندہ کی طرف اور بہادر آدمی کی طرف لہذا یہ اسد اوّل کی طرف نسبت کرتے ہوئے حقیقت ہے اور ثانی کی طرف نسبت کرتے ہوئے مجاز ہے۔

درس: پیارے بچو! اس عبارت میں حقیقت اور مجاز کا بیان ہے تفصیل پہلے آچکی ہے۔

حقیقت کی تعریف: وہ لفظ ہے جو اپنے پہلے معنی موضوع لہ میں استعمال کیا گیا ہو جیسے لفظ اسد کو اصلاً وضع کیا گیا شیر کیلئے تو اس کا استعمال شیر کے معنی میں حقیقت ہے اسی طرح لفظ عین کو وضع کیا گیا ہے آنکھ کیلئے تو عین کا استعمال آنکھ میں حقیقت ہے۔

مجاز کی تعریف: مجاز وہ لفظ ہے جو کسی مناسبت کی بناء پر معنی موضوع لہ کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال ہو رہا ہو جیسے لفظ اسد بہادر آدمی کیلئے ظاہر ہے کہ حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے اسی طرح لفظ فیل موٹے آدمی کیلئے ظاہر ہے کہ مجاز ہے لفظ چاند خوبصورت آدمی کیلئے ظاہر ہے کہ مجاز ہے۔

(فائدہ) یہ مجاز بفتح المیم ہے نہ کہ بضم المیم، مُجاز بضم المیم سے وہ شخص ہے جسے شیخ طریقت بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہے، بعض لوگ اس کو بھی بفتح المیم پڑھتے ہیں یہ غلط ہے۔

فصل ان كان اللفظُ متعدداً والمعنى واحداً يسمى مرادفًا كالاسدِ واللّيثِ والغيم والغيث.

ترجمہ: اگر لفظ متعدد ہو اور معنی ایک ہو تو اسے مرادف کہا جاتا ہے جیسے اسد اور لیث، غیم اور غیث۔

درس: پیارے بچو! جب لفظ کی نسبت معنی کی طرف کی جائے تو چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں (۱) لفظ ایک ہو معنی ایک ہو (۲) لفظ بھی کثیر ہو اور معنی بھی کثیر ہو (۳) لفظ ایک ہو اور معنی زیادہ ہو (۴) لفظ زیادہ ہو اور معنی ایک ہو، پہلی تین صورتوں کا بیان ماقبل میں آچکا اب مصنفؒ چوتھی صورت کو بیان فرمارہے ہیں، سنو... اگر الفاظ زیادہ ہوں اور معنی ایک ہو تو اسے ترادف کہتے ہیں اور ان الفاظ کو آپس میں مترادف کہتے ہیں، جیسے قعود اور جلوس دونوں کا ترجمہ ایک ہے بیٹھنا، لیث اور اسد دونوں کا معنی ایک ہے شیر، غیم اور غیث دونوں کا معنی ایک ہے بادل۔

فصل المركب قسمان احدهما المركبُ التامُ وهو مايَصِحُّ عليه السكوتُ كزيد قائم وثانيهما المركبُ الناقصُ وهو ما ليس كذلك.

ترجمہ: مرکب کی دو قسمیں ہیں، ان میں ایک مرکب تام ہے اور وہ ایسا مرکب ہے جس پر خاموش رہنا صحیح ہو، جیسے زید قائم اور ان میں سے دوسرا مرکب ناقص ہے وہ ایسا مرکب ہے جو ایسا نہ ہو۔

درس: پیارے بچو! جب مصنفؒ مفرد کی تعریف واقسام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب مرکب کی تقسیم بیان فرمارہے ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مرکب کی دو قسمیں ہیں، مرکب تام، مرکب ناقص۔

مرکب تام وہ مرکب ہے جس پر سکوت صحیح ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب متکلم اپنے کلام سے فارغ ہو جائے تو اب مخاطب کو کسی دوسرے لفظ کا انتظار نہ رہے مثلاً کسی نے کہا زید قائم تو بات پوری ہوگئی اب مخاطب کو کسی بات کا انتظار نہیں ہے اسی طرح بارش ہو رہی ہے، بات پوری ہوگئی مخاطب کو اسکے بعد اس کے سمجھنے کیلئے کسی دوسرے لفظ کا انتظار نہیں ہے۔

مرکب ناقص وہ مرکب ہے جس پر سکوت صحیح نہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب متکلم اپنے کلام سے فارغ ہو جائے تو بات پوری نہ ہونے کی وجہ سے مخاطب کو کسی دوسرے لفظ کا انتظار رہے مثلاً کسی نے زید کا غلام کہا، تو ظاہر ہے کہ ابھی بات پوری نہ ہوئی کہ زید کا غلام کیا ہوا؟ اچھا ہے یا برا، چلا گیا، بھاگ گیا، کچھ سمجھ میں نہیں آیا اسلئے یہ مرکب ناقص ہے لیکن جب کہا جائے زید کا غلام خوبصورت ہے، زید کا غلام نیک ہے تو اب عبارت پوری ہوگئی اسلئے یہ مرکب تام ہے۔

فصل: المركبُ التامُ ضربانِ يقال لاحدِهما الخبرُ والقضيةُ وهو ما قُصِدَ بِهِ الحكايةُ ويحتمل الصدقَ والكذبَ ويقالُ لقائلِهٖ صادقٌ او كاذبٌ نحو السماء فوقنا والعالم حادث.

ترجمہ: مرکب تام کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک کو خبر اور قضیہ کہا جاتا ہے اور وہ ایسا مرکب تام ہے جس سے حکایت کا ارادہ کیا جائے، اور وہ صدق وکذب کا احتمال رکھے، اور اس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جائے، جیسے السماء فوقنا اور العالم حادث۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنفؒ مرکب تام کی تقسیم کو بیان فرما رہے ہیں، سنو...... مرکب تام کی دو قسمیں ہیں اوّل کو خبر اور قضیہ کہا جاتا ہے اور ثانی کو انشاء کہتے ہیں۔

خبر کی تعریف: خبر وہ مرکب تام ہے جس کے ذریعہ کسی واقعہ کی حکایت بیان کرنے کا قصد کیا جائے اور یہ بیان صدق وکذب دونوں کا احتمال بھی رکھتا ہو۔ اس تعریف کے اعتبار سے صدق وکذب خبر اور قضیہ کی صفت ہوں گے نیز اس خبر کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جائے۔ اس تعریف کے اعتبار سے صدق وکذب کہنے والے کی صفت ہوں گے جیسے کسی نے کہا السماء فوقنا، ظاہر ہے کہ یہ جملہ سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رکھتا ہے اسی طرح بارش ہو رہی ہے ایسا جملہ ہے جو صدق وکذب دونوں کا احتمال رکھتا ہے، ہوسکتا ہے کہ بارش ہو رہی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بارش نہ ہو رہی ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کا کہنے والا سچا ہو اور ہوسکتا ہے کہ اس کا کہنے والا جھوٹا ہو، یہ بھی یاد رکھو کہ اگر وہ خبر واقع کے مطابق ہے

تو اسے خبر صادق کہا جاتا ہے اور اگر وہ خبر واقع کے مطابق نہیں ہے تو اسے خبر کاذب کہا جاتا ہے۔

فَاِنْ قِیْلَ قولُنا لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قضیةٌ وخبر مع انه لا یحتمل الکذبَ قلت مجردُ اللفظ یحتملُه وان کان الی خصوصیةِ الحاشیتین غیرَ محتملِ الکذبِ.

ترجمہ: تو اگر کہا جائے کہ ہمارا قول لا الہ الا اللہ قضیہ اور خبر ہے حالانکہ یہ کذب کا احتمال نہیں رکھتا تو میں کہوں گا کہ محض لفظ اس کا احتمال رکھتا ہے اگر چہ حاشیتین کی خصوصیت کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ کذب کا احتمال رکھنے والا نہیں ہے۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے مصنفؒ نے خبر کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ خبر کہتے ہیں جو صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھے، اس تعریف پر ایک اشکال ہے، مصنفؒ اسی کا جواب دے رہے ہیں۔

اشکال کی تقریر:

لا الہ الا اللہ یہ خبر ہے حالانکہ اس میں کذب کا احتمال ہی نہیں ہے کیوں کہ اللہ ایک ہی ہے ایک سے زیادہ کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا، اسی پر ہمارا ایمان ہے جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

جواب کی تقریر:

خبر میں صدق وکذب کے احتمال سے مراد یہ ہے کہ خبر لفظ کے اعتبار سے دونوں کا احتمال رکھتی ہو اگر چہ متکلم اور خارج کے اعتبار سے صدق وکذب کا احتمال نہ رکھتی ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ لا الہ الا اللہ لفظ کے اعتبار سے دونوں کا احتمال رکھتا ہے اگر چہ متکلم مومن اور خارج کے اعتبار سے کذب کا احتمال بالکل بھی نہیں رکھتا لہذا خبر کی تعریف جامع ومانع ہے۔

وَيُقَالُ لثاني القسمين الانشاءُ، والانشاءُ اقسامٌ، اَمر، نهي، تمنٍ، ترجٍ ،استفهامٌ وندائٌ۔

ترجمہ: اور دوسری قسم کو انشاء کہا جاتا ہے اور انشاء کی چند قسمیں ہیں، امر، نہی، تمنی ،ترجی ،استفہام اور نداء۔

درس: پیارے بچو! مرکب تام کی دوسری قسم انشاء ہے۔

انشاء کی تعریف: انشاء وہ مرکب تام ہے جس کے ذریعہ کسی واقعہ کے بیان کرنے کا قصد نہ کیا جائے اور نہ ہی وہ صدق اور کذب کا احتمال رکھے، اس کی چھ قسمیں ہیں، امر، نہی، تمنی، ترجی، استفہام ونداء۔

ہرایک کی تعریف دلیل حصر سے سمجھو۔

اگر مرکب تام کی وضع طلب فعل علی سبیل الاستعلاء کیلئے ہو تو اسے امر کہتے ہیں، اور اگر مرکب کی وضع کسی فعل سے روکنے کو طلب کرنے کیلئے بطور استعلاء ہو تو اسے نہی کہتے ہیں جیسے لاتقم اور اگر مرکب کی وضع بر سبیل محبت کسی چیز کو طلب کرنے کیلئے ہو تو اسے تمنی کہتے ہیں ،خواہ چیز ممکن ہو یا محال، اور اگر مرکب کی وضع بر سبیل محبت کسی چیز کو طلب کرنے کیلئے ہو بشرطیکہ وہ ممکن ہو تو اسے ترجی کہتے ہیں اور اگر مرکب کی وضع کسی بات کے فہم کی طلب پر دلالت کرنے کیلئے ہو تو اسے استفہام کہتے ہیں اور اگر مرکب کی وضع کسی کی توجہ کو طلب کرنے کیلئے ہو تو اسے نداء کہتے ہیں۔

فصل :المركبُ الناقصُ على انحاءٍ منها المركبُ الاضافي كغلام زيدٍ، ومنها المركبُ التوصيفي كالرَّجُلِ العالمِ، ومنها المركبُ التقييديُ كفي الدار، هٰهُنَا قد تَمَّ بحثُ الالفاظِ والأن نُرشِدُکَ الى بَحثِ المعانيُ.

ترجمہ: مرکب ناقص چند قسم پر ہے ان میں سے مرکب اضافی ہے جیسے غلام زید اور ان میں مرکب توصیفی ہے جیسے الرجل العالم اور ان میں سے مرکب تقیدی ہے جیسے فی

الدار اور یہاں الفاظ کی بحث مکمل ہوگئی اور اب ہم تیری راہ نمائی کریں گے معانی کی بحث کی طرف۔

درس: پیارے بچو! مصنف یہاں سے مرکب ناقص کی تقسیم بیان فرمارہے ہیں، مرکب ناقص کی تین قسمیں ہیں مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب تقییدی۔ مرکب اضافی کی مثال غلام زید مرکب توصیفی کی مثال الرجل العالم، اور مرکب تقییدی کی مثال فی الدار، یہ تو ہوئی مصنف کی تقسیم، لیکن مصنف سے مرکب ناقص کی تقسیم میں تسامح ہوگیا ہے، مصنف کی تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکب اضافی اور مرکب توصیفی، مرکب غیر تقییدی کے اقسام میں ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مرکب اضافی اور مرکب توصیفی دونوں مرکب تقییدی کے اقسام میں سے ہیں، اسی طرح مصنف نے مرکب تقییدی کی مثال فی الدار دی ہے حالانکہ فی الدار مرکب غیر تقییدی کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ صحیح تقسیم اس طرح ہے مرکب ناقص کی دو قسمیں ہیں، (۱) مرکب تقییدی (۲) مرکب غیر تقییدی، مرکب تقییدی کی دو قسمیں ہیں، مرکب اضافی، مرکب توصیفی۔

مصنف فرماتے ہیں کہ یہاں الفاظ کی بحث پوری ہوئی، اب تیری راہ نمائی کریں گے معانی کی بحث کی طرف'' ہم تمہاری سہولت کے پیش نظر الفاظ کی تمام قسموں کو ایک نقشہ میں تحریر کیے دیتے ہیں۔

فصل: المفهومُ اَی ما حَصَلَ فی الذهنِ قسمان احدُهُما جُزئیٌّ والثانی کُلِّیٌّ، اما الجزئیُ فهو ما یَمْنَعُ نفسَ تصورِهٖ عن صدقِهٖ علی کثیرین کزید وعمرٍو وهذا الفرس وهذا الجدار، واما الکلیُ فهو ما لایمنعُ نفسَ تصورِهٖ عن وقوعِ الشرکةِ فیه وعن صِدقِهٖ علی کثیرینَ کالانسانِ والفرسِ وقد یُفَسَّرُ الکلیُ والجزئیُ بتفسیرینِ اخرینِ اما الکلی فهو ما جَوَّزَ العقل تکثّرهٗ مِن حیث تصورِهٖ واما الجزئی فهو ما لا یکون کذلک.

ترجمہ: مفہوم یعنی وہ چیز جو ذہن میں حاصل ہو اس کی دو قسمیں ہیں، ان میں سے

ایک جزئی ہے اور دوسرا کلی ہے بہر حال جزئی تو وہ ایسا مفہوم ہے جس کا نفس تصور مانع ہو کثیرین پر صادق آنے سے جیسے زید، عمرو، اور یہ گھوڑا اور یہ دیوار اور بہر حال کلی تو وہ ایسا مفہوم ہے جس کا نفس تصور اس میں شرکت کے واقع ہونے سے اور اس کے کثیرین پر صادق آنے سے مانع نہ ہو جیسے انسان، اور گھوڑا اور کبھی کلی اور جزئی کی دوسری تعریف کی جاتی ہے بہر حال کلی تو وہ ایسا مفہوم ہے جس کی کثرت کو عقل جائز قرار دے اس کے تصور کی حیثیت سے اور بہر حال جزئی تو وہ ایسا مفہوم ہے جو اس طرح نہ ہو۔

درس: پیارے بچّو! یہاں تک الفاظ کی بحث تھی جو کہ مناطقہ کے موضوع سے خارج ہے اب یہاں سے مصنفؒ معانی کی بحث کو شروع فرمارہے ہیں، چونکہ یہ بحث ذرا اہم ہے اس لئے غور سے سنو...... انسان کے ذہن میں جو بات آتی ہے اسے مفہوم کہتے ہیں جیسے کوئی لفظ کان میں پڑتا ہے تو اگر اس زبان کا لفظ ہے جس سے ہم واقف ہیں تو اس لفظ کے سنتے ہی ہمارے ذہن میں وہ چیز آجائے گی، جس کیلئے یہ لفظ اس زبان میں بولا جاتا ہے مثلاً انڈا، مسجد، مدرسہ، تو کسی بھی لفظ کو سن کر جو کچھ تمہارے ذہن میں آئے اس کو مفہوم کہتے ہیں کیوں کہ مفہوم کے معنی ہی ہیں وہ چیز جو سمجھی جائے، پھر یہ چیز جو ہمارے ذہن میں آتی ہے دو طرح کی ہوتی ہے (۱) کلی (۲) جزئی، کیوں کہ اگر ذہن میں آنے والی چیز اس طرح کی ہے کہ ذہن اس کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ کئی چیزوں پر بولی جاسکتی ہے، اس کے بہت سارے افراد ہوسکتے ہیں تو اس مفہوم کو کلی کہتے ہیں مثال کے طور پر انسان یہ کلی ہے کیوں کہ انسان کسی خاص شخص پر بولا نہیں جاتا ہے اسی طرح درخت کسی خاص درخت پر نہیں بولا جاتا ہے بلکہ ہر قسم کے درخت کو درخت کہتے ہیں اس کا ایک ہی فرد نہیں ہے اسی طرح قلم کاپی وغیرہ ذلک، الغرض ذہن میں جو بات آئی ہے اگر ذہن اس کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ اس کے بہت سارے افراد ہوسکتے ہیں تو اسے کلی کہتے ہیں، اور اگر ذہن میں آنے والی حیثیت ایسی ہے کہ ذہن اس کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ اس کے بہت سارے افراد نہیں ہوسکتے، اس کا صرف ایک ہی فرد ہوسکتا ہے ذہن میں بھی اور خارج میں

بھی تو اسے جزئی کہتے ہیں، مثلاً عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم، ظاہر ہے کہ ایک ہی ہوسکتا ہے ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتا، نہ ذہن، نہ ہی خارج میں، اسی طرح یہ دیوار جزئی ہے کیوں کہ جس دیوار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ دیوار ایک ہی ہوسکتی ہے ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتی، اسی طرح یہ گھوڑا جزئی ہے کیوں کہ جس گھوڑے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ایک ہی ہوسکتا ہے ایک سے زائد نہیں ہوسکتا، خلاصہ یہ کہ جس مفہوم کے بارے میں ذہن یہ فیصلہ کرے کہ یہ کئی چیزوں پر نہیں بولا جاسکتا، تو ایسا مفہوم جزئی کہلاتا ہے چنانچہ دہلی، دیوبند، جامعہ ازہر، دارالعلوم دیوبند، یہ سب جزئی ہیں کیوں کہ ان کا مصداق ذہن میں اور خارج میں ایک ہی ہے، پیارے بچو ..... عبارت کی وضاحت ہوچکی اب ذرا مصنف کی تعریف پر ایک نظر ڈالو، مصنفؒ نے جزئی اور کلی کی دو تعریفیں کی ہیں۔

(۱) جزئی وہ ایسا مفہوم ہے جسکا نفس تصور کثیرین پر صادق آنے سے روکے۔

(۲) کلی وہ ایسا مفہوم ہے جس کا نفس تصور اس میں شرکت کے واقع ہونے اور اس کے کثیرین پر صادق آنے سے نہ روکے۔

دوسری تعریف:

(۱) کلی ایسا مفہوم ہے جس کی کثرت کو عقل جائز قرار دے اس کے تصور کی حیثیت سے۔

(۲) جزئی ایسا مفہوم ہے جس کی کثرت کو عقل جائز قرار نہ دے۔

پیارے بچو ..... دونوں تعریفوں کا خلاصہ ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ کلی کیلئے افراد کا خارج میں پایا جانا ضروری نہیں ہے، صرف ذہن میں پایا جانا کافی ہے لہذا اگر کوئی ایسی چیز ہے جس کے افراد خارج میں ایک بھی نہیں یا خارج میں صرف ایک ہے لیکن ذہن یہ بتلاتا ہے کہ اس کے بہت سارے افراد ہوسکتے ہیں تو اسے کلی کہا جائے گا، جیسے سورج، چاند یہ سب کلی ہیں حالانکہ خارج میں ان کا صرف ایک ہی فرد پایا جارہا ہے لیکن عقل یہ بتلاتی ہے کہ سورج ایک سے زائد ہوسکتا ہے کیوں کہ سورج ایک مفہوم کلی ہے جس کے اندر

بھی اس کا مفہوم پایا جائے گا اسے سورج کہا جائے گا، جس طرح درخت ایک مفہوم کلی ہے جس کے اندر بھی درخت کا مفہوم پایا جائے گا اسے درخت کہا جائیگا اسی طرح چاند وغیرہ کو سمجھ لو، اسی لئے مصنفؒ نے کلی کی تعریف میں نفس تصور اور عقل کی قید لگائی تا کہ تعریف جامع ومانع ہو جائے، میرے پیارے بچو... امید ہے کہ تم نے کلی اور جزئی کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہوگا، اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

فصل الکلیُّ اقسامٌ احدُها ما یمتنعُ وجودُ افرادِہٖ فی الخارجِ کاللاشیٔ و اللا ممکن واللا وجودِ، وثانیھا ما یمکن افرادُہ ولم تُوْجَدْ کالعنقاءِ وجبل من الیاقوتِ وثالثھا ما اَمْکَنَتْ افرادُہ ولم توجد من افرادِہٖ لا فردٌ واحدٌ کالشمنِ والوَاجِبِ تعالٰی ورابعُھا ما وُجدتْ لہ افرادٌ کثیرۃٌ اِما متناھیۃٌ کالکواکبِ السیّارۃِ فانھا سبعٌ الشمسُ والقمرُ والمریخُ والزھرۃُ والزحلُ وعطارد والمشتری اوغیرُ متناھیۃٍ کافرادِ الانسانِ والفرسِ والغنمِ والبقرِ۔

ترجمہ: کلی کی چند قسمیں ہیں، ان میں سے ایک وہ کلی ہے جس کے افراد کا وجود خارج میں ممتنع ہو جیسے لاشئی، لاممکن، اور لاوجود اور دوسری وہ کلی ہے جس کے افراد ممکن ہوں اور نہ پائے جائیں جیسے عنقاء، اور یاقوت کا پہاڑ، اور تیسری وہ کلی ہے جس کے افراد ممکن ہوں اور اس کے افراد میں سے نہ پایا جائے مگر ایک فرد جیسے سورج اور واجب تعالیٰ، اور چوتھی وہ کلی جس کے بہت سارے افراد پائے جائیں یا تو متناہی ہو کر جیسے گھومنے والے ستارے کیوں کہ یہ سات ہیں سورج، چاند، مریخ، زہرہ، زحل، عطارد اور مشتری، یا غیر متناہی ہو کر جیسے انسان کے افراد اور گھوڑے، بکری اور گائے کے افراد۔

تحقیقِ درس: پیارے بچو! اس سے پہلے مصنفؒ نے کلی اور جزئی کی تعریفیں بیان کی تھیں اب یہاں سے مصنفؒ کلی کے اقسام کو بیان کر رہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلی کی چند قسمیں ہیں، اسے دھیان سے سمجھو۔

کلی کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممکن ہوگا یا ممتنع، اگر ممتنع ہے تو پہلی قسم جیسے لاشی، لاممکن، لاموجود، شریک الباری، اور اگر ممکن ہے تو دو حال سے خالی نہیں، پایا جاتا ہے یا نہیں، اگر نہیں پایا جاتا ہے تو دوسری قسم جیسے عنقاء، اور اگر پایا جاتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں، ایک یا ایک سے زائد، اگر ایک ہے تو دو حال سے خالی نہیں، ایک سے زائد ممکن ہے یا نہیں، اگر زائد ممکن نہیں ہے تو تیسری قسم جیسے واجب تعالیٰ اور اگر زائد ممکن ہے تو چوتھی قسم جیسے سورج اور اگر ایک سے زائد پایا جاتا ہے تو دو عال سے خالی نہیں متناہی ہے یا غیر متناہی، اگر متناہی ہے تو پانچویں قسم جیسے کواکب سبعہ، اور اگر غیر متناہی ہے تو چھٹی قسم جیسے باری تعالیٰ کی معلومات، اسی طرح انسان کے افراد، گھوڑے کے افراد، بکری کے افراد گائے کے افراد۔

پیارے بچو...... دلیل حصر سے تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ کلی کی چھ قسمیں ہیں لیکن مصنفؒ کی عبارت دیکھو! مصنفؒ نے صرف پانچ قسمیں بیان کی ہیں، ہم نے تمہاری سہولت کی خاطر چھ قسموں کو بیان کردیا، اب ہر ایک کی تھوڑی وضاحت سنو!

پہلی قسم کی مثال لاشی، لاموجود، لاممکن کیوں کہ ان کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممتنع ہے کیوں کہ خارج میں جو بھی چیز ہوگی وہ شی ہوگی یا ممکن ہوگی اور موجود ہوگی، تو اگر لاموجود، لاممکن، لاشی کے افراد بھی خارج میں پائے جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔

دوسری قسم کی مثال عنقاء ہے، عنقاء ایک پرندہ ہے جو کسی نبی کے زمانے میں تھا، انسانوں کے بچوں کو کھا جاتا تھا، اس کا وجود اس نبی کی بددعاء سے ختم ہوگیا، اب خارج میں اس کا وجود ممکن نہیں ہے البتہ خارج میں پایا جانا ممکن ہے۔

تیسری قسم کی مثال واجب تعالیٰ ہے، واجب تعالیٰ کا خارج میں صرف ایک فرد پایا جاتا ہے ایک سے زائد کا پایا جانا ممتنع ہے کیوں کہ اگر دو خدا ہوں تو دنیا کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، پیارے بچو، یہیں رک کر ایک بات سمجھو! مناطقہ نے واجب تعالیٰ کو کلی

قرار دیا ہے حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ واجب تعالیٰ جزئی ہے ایک سے زیادہ نہ ذہن میں ممکن ہے اور نہ ہی خارج میں ممکن ہے، توحید اسی کا نام ہے اگر اللہ تعالیٰ کو کلی قرار دیا جائے تو ذہناً توحید باقی نہ رہے گی جو کہ ایمان کیلئے خطرہ کا باعث ہے اسی لئے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئی ہیں۔

پانچویں قسم کی مثال کواکب سیارہ ہیں، کواکب سیارہ سات ہیں، اس کے افراد زائد تو ہیں لیکن متناہی ہیں۔

چھٹی قسم کی مثال انسان کے افراد، گھوڑے کے افراد وغیرہ کیوں کہ اس کے افراد بے شمار ہیں، ہم تمہاری سہولت کیلئے کلی کے اقسام ستہ کو نقشہ میں تحریر کیے دیتے ہیں۔

نقشہ

کلی

ذاتی — عرضی

جنس — نوع — فصل | خاصہ — عرض عام
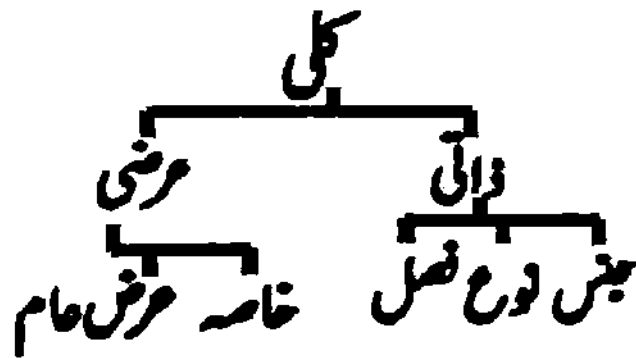
فصل قد اُوْرِدَ على تعريفِ الكلي والجزئي سوالٌ ان الصورةَ الحاصلَةَ من البيضةِ المعينةِ والشبحِ المرئى من بعيد ومحسوسَ الطفل فى مبدءِ الولادةِ كلها جزئياتٌ مع انه يصدقُ عليها تعريفُ الكلي لان فى هذه الصورة فرضَ صدقِها على كثيرين غيرُ ممتنع والجوابُ ان المرادَ بصدقِ المفهوم في تعريفِ الكلي هو الصدقُ على وجهِ الاجتماعِ وهذه الصورُ اعنى صورةَ البيضةِ المعينةَ وغيرَها انما يَصدَقُ على كثيرين بدلًا لامعان لانَّ الوحدةَ ماخوذةٌ فى هذه الصورةِ ضرورة انها ماخوذةٌ من مادة معينةِ

جزئیة ولولا فیها اعتبار التوحید لکانت کلیة من غیر لزوم اشکال هذا.

ترجمہ: اور اعتراض کیا گیا ہے کلی اور جزئی کی تعریف پر جس کی تقریر یہ ہے کہ
صورت جو بیضہ معینہ سے حاصل ہو اور دور سے دیکھے جانے والی شبیہ اور بچے کا ابتدا
پیدائش میں محسوس کرنا سب کے سب جزئیات میں حالانکہ ان پر کلی کی تعریف صادق آتی
ہے، اس لئے کہ ان صورتوں میں ان سب کا کثیرین پر صادق آنے کو فرض کرنا ممتنع نہیں
ہے اور جواب یہ ہے کہ مراد مفہوم کے صادق آنے سے کلی کی تعریف میں وہ اجتماع کے طور
پر صادق آنا ہے اور یہ صورتیں یعنی بیضۂ معینہ وغیرہا کی صورت بلا شبہ صادق آتی ہیں کثیرین
پر بدل کر نہ کہ ایک ساتھ کیوں کہ وحدت ماخوذ ہے ان صورتوں میں اس بات کے ضروری
ہونے کی وجہ سے کہ یہ صورتیں ماخوذ ہیں مادۂ معینہ سے جو جزئی ہے اور اگر ان صورتوں میں
وحدت کا اعتبار نہ ہوتا تو یہ کلی ہوتے اشکال کے لازم آئے بغیر هذا ای خذ هذا.

درس: پیارے بچو! یہاں مصنفؒ کلی اور جزئی کی تعریف پر وارد شدہ ایک اعتراض
کو ذکر فرما کر اس کا جواب دے رہے ہیں۔ اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ کلی کی تعریف مانع
نہیں ہے اور جزئی کی تعریف جامع نہیں ہے حالانکہ تعریف کا جامع و مانع ہونا ضروری
ہے۔ آپ نے کہا کہ کلی کہتے ہیں جو کثیرین پر صادق آوے اور جزئی کہتے ہیں جو کثیرین پر
صادق نہ آوے میں آپ کو تین مثالیں دکھاتا ہوں، سب کے سب جزئی ہیں حالانکہ
کثیرین پر صادق آرہے ہیں۔

پہلی مثال: ایک انڈا آپ نے اپنے سامنے رکھا اور اسے ہٹالیا تو آپ کے خیال
میں اس کی صورت محفوظ ہوگئی اسی طرح بار بار اسے سامنے رکھکر ہٹانے سے کئی صورتیں
آپ کے خیال میں محفوظ ہوگئیں، ظاہر ہے کہ یہ انڈا جزئی ہے جو کثیرین پر صادق آیا۔

دوسری مثال: آپ نے دور سے آتے ہوئے کسی چیز کو دیکھا، ذہن نے یہ فیصلہ کیا
کہ یہ بیل ہے، پھر ذرا قریب آیا تو ذہن نے فیصلہ کیا کہ گائے ہے، ظاہر ہے کہ آنے والی
چیز ایک ہی ہے لیکن کثیرین پر صادق آیا۔

تیسری مثال: ابتداء پیدائش میں بچّہ کو جب ماں گود میں لیتی ہے تو اسے ماں تصور کرتا ہے پھر جب بہن لیتی ہے تو اسے بھی ماں تصور کرتا ہے، اس طرح جو بھی اسے گود میں لیتی ہے اسے ماں ہی تصور کرتا ہے، ظاہر ہے کہ ماں جزئی ہے لیکن کثیرین پر صادق آرہا ہے لہذا جزئی کی تعریف مانع نہیں اور کلی کی تعریف جامع نہیں ہے۔

جواب کی تعریف: کلی میں تکثر سے مراد تکثر علی سبیل الاجتماع ہے نہ کہ علی سبیل البدلیت اور یہاں جو تکثر لازم آرہا ہے وہ علی سبیل البدلیت ہے نہ کہ علی سبیل الاجتماع لہذا جو ہماری مراد ہے وہ یہاں لازم نہیں آرہا ہے اور جو لازم آرہا ہے وہ ہماری مراد نہیں، عبارت کی وضاحت ہو چکی اب ترجمہ دیکھو!

فصل فی النسبةِ بینَ الکلیینِ اِعْلَمْ ان النسبةَ بین الکلیین تتصور علی انحاءٍ اربعةٍ لانک اذا اخذتَ کلیین فاما ان یصدق کل منهما علی ما یصدقُ علیه الاٰخر فهما متساویان کالانسانِ والناطقِ لان کلَّ انسانٍ ناطقٌ وکل ناطقٍ انسانٌ اویصدقُ احدُهما علی کل ما یصدق علیه الاٰخر ولا یصدقُ الاٰخر علی جمیعِ افرادِ احدِهما فبینهما عموم وخصوص مطلقا کالحیوان والانسان فیصدق الحیوانُ علی کل ما یصدق علیه الانسانُ ولا یصدق الانسانُ علی کل مایصدقُ علیه الحیوانُ بل علی بعضِہٖ او لایصدقُ شیٌ منهما علی شیٍٔ مما یصدقُ علیه الاٰخر فهما متبائنان کالانسانِ والفرسِ اویصدقُ بعض کل واحد منهما علی بعض مایصدق علیه الاٰخر فبینهُما عموم وخصوص من وجه کالابیض والحیوان ففی البطِّ یصدقُ کل منهما وفی الفیل یصدقُ الحیوانُ فقط فهٰذه اربعُ نُسَبٍ، التساوی والتباینُ والعمومُ والخصوصُ مطلقًا والعمومُ والخصوصُ من وجهٍ فَاحفَظْ ذٰلک.

ترجمہ: یہ فصل ہے دو کلیوں کے درمیان نسبت کے بیان میں، جان لو کہ نسبت دو کلیوں کے درمیان متصور ہوتی ہے چار قسموں پر، اس لئے کہ جب تم دو کلیوں کو لوگے تو یا ان

میں سے ہر ایک صادق آئے گی ہر اس چیز پر جس پر دوسری صادق آتی ہے تو یہ دونوں متساوی ہیں، جیسے انسان اور ناطق اس لئے کہ ہر انسان ناطق ہے اور ہر ناطق انسان ہے یا ان میں سے ایک صادق آئے گی ہر اس چیز پر جس پر دوسری صادق آتی ہے اور دوسری صادق نہیں آئے گی ان میں سے ایک کے تمام افراد پر تو ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے جیسے حیوان اور انسان، پس حیوان صادق آتا ہے ہر اس پر جس پر انسان صادق آتا ہے اور انسان صادق نہیں آتا ہے ہر اس چیز پر جس پر حیوان صادق آتا ہے بلکہ اس کے بعض پر، یا ان دونوں میں سے کوئی چیز صادق نہیں آئے گی ان میں سے کسی چیز پر جس پر دوسری صادق آتی ہے تو یہ دونوں متبائن ہیں جیسے انسان اور فرس، یا صادق آئے گا ان دونوں میں سے ہر ایک کا بعض اس کے بعض پر جس پر دوسری صادق آتی ہے تو ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ ہے، جیسے ابیض اور حیوان پس بطخ میں ان دونوں میں سے ہر ایک صادق آتا ہے اور ہاتھی میں صرف حیوان صادق آتا ہے اور برف اور ہاتھی کے دانت میں صرف ابیض صادق آتا ہے پس یہ چار نسبتیں ہیں تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلقا، عموم وخصوص من وجہ...... انہیں یاد کرلو!

درس: پیارے بچو! جب ایک کلی کی دوسری کلی کی طرف نسبت کی جائے تو چار شکلیں ہیں (۱) تساوی (۲) تباین (۳) عموم وخصوص مطلق (۴) عموم وخصوص من وجہ۔

تساوی کی تعریف: دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی ہر ہر فرد پر صادق آئے۔ تساوی کا مطلب یہ ہے کہ دو کلیوں میں اس طرح تعلق ہو کہ ہر ایک کے افراد وہی ہوں جو دوسری کلی کے افراد ہیں، جیسے ناطق اور انسان، ظاہر ہے کہ جو افراد ناطق کے ہیں وہی افراد انسان کے بھی ہیں اور جو افراد انسان کے ہیں وہی افراد ناطق کے بھی ہیں، اسی طرح درخت اور پیڑ، ظاہر ہے کہ جو درخت ہے وہی پیڑ ہے اور جو پیڑ ہے وہی درخت ہے، اسی طرح آفتاب سورج وغیرہ ظاہر ہے کہ دونوں کے افراد برابر ہیں تو ان دونوں کے درمیان نسبت کو تساوی کہتے ہیں اور ایسی دونوں کلیوں کو متساویان کہتے ہیں۔

تباین: دوکلیوں میں سے کوئی کلی دوسری کلی کے کسی بھی فرد پر صادق نہ آئے، یعنی دو کلیوں کا تعلق اس طرح ہو کہ دونوں کے افراد بالکل الگ الگ ہو دونوں میں سے کوئی بھی دوسری کلی کے کسی بھی فرد پر صادق نہ آئے، جیسے انسان اور پتھر، ظاہر ہے کہ جو انسان کے افراد ہیں وہ پتھر کے افراد نہیں ہیں اور جو پتھر کے افراد ہیں وہ انسان کے افراد نہیں ہیں دونوں کے فرد الگ الگ ہیں، اسی طرح بیل بکری دونوں میں تباین کی نسبت ہے، اسی طرح قلم، کاپی دونوں میں تباین کی نسبت ہے تو ان دوکلیوں کے درمیان نسبت کو تباین کہتے ہیں اور ان دونوں کلیوں کو متباینان کہتے ہیں۔

عموم وخصوص مطلق: ہر ایک کلی تو دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے مگر دوسری کلی پہلی کلی کے ہر ہر فرد صادق نہ آئے، صرف بعض افراد پر صادق آئے، ان دونوں میں سے ایک کو خاص اور دوسری کو عام کہتے ہیں، جیسے دیوبندی اور ہندوستانی، ظاہر ہے کہ ہندوستانی دیوبندی کے ہر ہر فرد پر صادق آرہا ہے لیکن دیوبندی ہندوستانی کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں آرہا ہے کیوں کہ ہر دیوبندی کو ہندوستانی کہہ سکتے ہیں لیکن ہر ہندوستانی کو دیوبندی نہیں کہہ سکتے، اسی طرح حیوان اور انسان ظاہر ہے کہ ہر انسان حیوان ہے لیکن ہر حیوان انسان نہیں ہے، پیارے بچو! خاص اور عام کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر کا ترجمہ جس طرف ہوگا وہ خاص ہوگا اور ہر کا ترجمہ جس طرف نہیں ہوگا وہ عام ہوگا جیسے مثال مذکور میں ہر دیوبندی ہندوستانی ہے اس میں دیوبندی خاص ہے اور ہندوستانی عام ہے اسی طرح ہر انسان حیوان ہے اس میں انسان خاص ہے اور حیوان عام ہے۔

عموم وخصوص من وجہ: ہر ایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر صادق نہ آئے، اس میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک مادۂ اجتماع دو مادۂ افتراق یعنی ایک مثال میں دونوں جمع ہوں گے اور دو مثالوں میں دونوں الگ الگ ہوں گے جیسے حیوان اور ابیض، انگریز میں دونوں جمع ہیں اور بھینس میں صرف حیوان ہے، ابیض نہیں ہے اور سفید کپڑا میں صرف ابیض ہے حیوان نہیں ہے۔ اسے ایک نقشہ سے سمجھو!

نقشہ
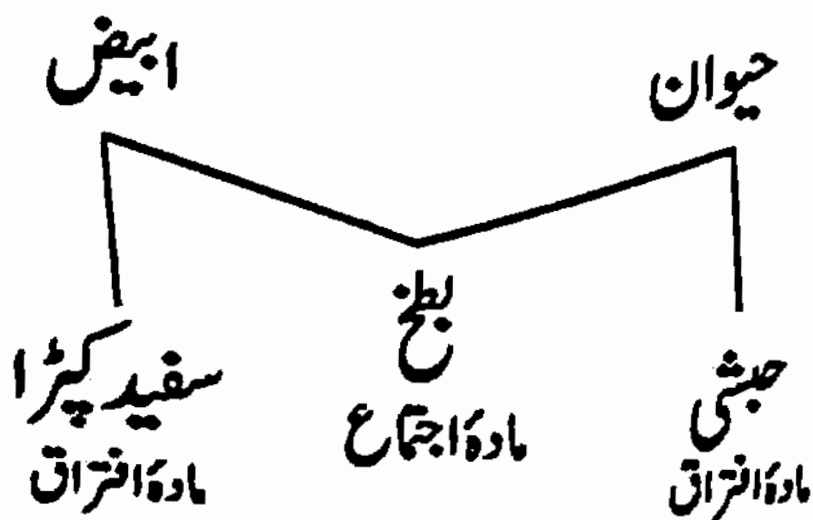
فصل و قد يقالُ للجزئي معنى اخرُ وهو ما كان اخص تحتَ الاعمِ فان الانسان على هذا التعريف جزئي لدخوله تحتَ الجسمِ النامي و كذا الجسم النامي لدخوله تحتَ الجسمِ المطلقِ وكذا الجسم المطلق لدخوله تحت الجوهر والنسبة بين الجزئي الحقيقي وبين هذا الجزئي المسمى بالجزء الاضافي بدون الحقيقي في الانسان فانه جزئي اضافي وليس بجزئي حقيقي لاصدقه على كثيرين غيرُ ممتنع.

ترجمہ: اور کبھی جزئی کیلئے دوسرا معنی بولا جاتا ہے اور وہ ایسی جزئی ہے جو اعم کے تحت اخص ہو، کیوں کہ انسان اس تعریف کی بناء پر جزئی ہے اس کے داخل ہونے کی وجہ سے حیوان کے تحت اور اسی طرح حیوان اس کے داخل ہونے کی وجہ سے جسم نامی کے تحت اور اسی طرح جسم نامی اس کے داخل ہونے کی وجہ سے جسم مطلق کے تحت اور اسی طرح جسم مطلق اس کے داخل ہونے کی وجہ سے جوہر کے تحت اور نسبت جزئی حقیقی اور اس جزئی کے درمیان جسے جزئی اضافی کہا جاتا ہے عموم وخصوص مطلق کی ہے ان دونوں کے جمع ہونے کی جگہ جیسے زید کے اندر مثال کے طور پر اور اضافی کے صادق آنے کی وجہ سے بغیر حقیقی کے انسان کے اندر کیوں کہ یہ جزئی اضافی ہے اور جزئی حقیقی نہیں ہے اس لئے کہ اس کا کثیرین پر صادق آنا محال نہیں ہے۔

درس: پیارے بچو! جزئی کی دو قسمیں ہیں جزئی حقیقی، جزئی اضافی، جزئی حقیقی کی تعریف ماقبل میں آچکی ہے اب مصنفؒ جزئی اضافی کی تعریف اور اس کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں، اس کو سمجھنے سے پہلے تم یہ سمجھو کہ وہ کلی جو سب سے زائد عام ہے وہ جوہر ہے اور اسکے نیچے جسم مطلق ہے اور جسم مطلق کے نیچے جسم نامی ہے اور جسم نامی کے نیچے حیوان ہے اور حیوان کے نیچے انسان ہے اور انسان کے نیچے انسان کے افراد زید، عمرو، بکر وغیرہ ہیں، تو ترتیب اس طرح ہوئی

جوھر

جسم مطلق

جسم نامی

حیوان

انسان

زید

اب جزئی اضافی کو سمجھو! جزئی اضافی اس مفہوم کو کہا جاتا ہے جو کسی عام کے تحت خاص ہو اگرچہ وہ مفہوم بالذات عام ہی کیوں نہ ہو، جیسے زید جزئی اضافی ہے کیوں کہ انسان کے تحت واقع ہے اور انسان زید سے عام ہے اسی طرح انسان جزئی اضافی ہے کیوں کہ یہ حیوان کے تحت واقع ہے اور حیوان انسان سے عام ہے اسی طرح حیوان جزئی اضافی ہے کیوں کہ یہ جسم نامی کے تحت واقع ہے اور جسم نامی حیوان سے عام ہے، اسی طرح جسم نامی جزئی اضافی ہے کیوں کہ یہ جسم مطلق کے تحت واقع ہے اور جسم مطلق جسم نامی سے عام ہے اسی طرح جسم مطلق جزئی اضافی ہے کیوں کہ یہ جوہر کے تحت واقع ہے اور جوہر جسم مطلق سے عام ہے، لیکن جوہر جزئی اضافی نہیں ہے کیوں کہ یہ کسی عام کے تحت واقع نہیں ہے۔

والنسبۃ بین الجزئی الحقیقی: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جزئی حقیقی اور جزئی اضافی کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے کیوں کہ ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی ہے لیکن ہر جزئی اضافی جزئی حقیقی نہیں ہے جیسے زید جزئی حقیقی ہے کیوں کہ کثیر پر صادق نہیں آتا ہے اور جزئی اضافی بھی ہے کیوں کہ انسان کے تحت واقع ہے، اور انسان، حیوان وغیرہ جزئی اضافی ہیں لیکن جزئی حقیقی نہیں ہیں، جزئی اضافی اس لئے ہیں کہ عام کے تحت واقع ہیں اور جزئی حقیقی اس لئے نہیں ہے کہ جزئی حقیقی کہتے ہیں جو کثیرین پر صادق نہ آئے، اور ظاہر ہے کہ انسان، حیوان وغیرہ کثیرین پر صادق آتے ہیں، خلاصہ یہ کہ جزئی حقیقی اور جزئی اضافی کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

فصل: اَلْکُلِّیَاتُ خمسٌ الاوّلُ وھو کلی مقولٌ علی کثیرینَ مختلفینَ بالحقائقِ فی جوابِ ما ھو کالحیوانِ فانه مقولٌ علی الانسانِ والفرسِ والغنمِ اذا سُئِلَ عنھا بما ھی ویقال الانسانُ والفرسُ ما ھما فالجوابُ حیوانٌ۔

ترجمہ: کلیات پانچ ہیں، اوّل جنس ہیں، اور وہ ایسی کلی ہے جو بولی جائے کثیرین مختلفین بالحقائق پر ماھو کے جواب میں جیسے حیوان کیوں کہ یہ بولا جاتا ہے انسان، فرس، اور غنم پر جب ان کے بارے میں ماھی کے ذریعہ سوال کیا جائے اور کہا جائے الانسان والفرس ماھما تو جواب ہوگا حیوان۔

درس: پیارے بچو! جب مصنفؒ کلی اور جزئی کے مفہوم سے فارغ ہوئے تو اب کلی کی اپنے افراد کی حقیقت ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے تقسیم فرمارہے ہیں۔

سنو! کلی کی دو قسمیں ہیں (۱) کلی ذاتی (۲) کلی عرضی۔

کلی ذاتی کی تعریف: وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت ہو۔

کلی عرضی کی تعریف: وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو۔

تم اسے یوں سمجھو کہ ہر چیز میں کچھ اجزاء اور پرزے ایسے ہوتے ہیں جن پر اس شی کے بننے کا مدار ہوتا ہے، اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جنکے اجزاء اور پرزے ایسے ہوتے ہیں

جن پر اس شی کے بننے کا مدار نہیں ہوتا ہے البتہ اس کیلئے لازم ہوتے ہیں، تو شی کے وہ اجزاء جن پر شی کے بننے کا مدار ہوتا ہے اس کو ذاتی کہتے ہیں اور شی کے وہ اجزاء جن پر شی کے بننے کا مدار نہیں ہے اس کو عرضی کہتے ہیں مثال کے طور پر نماز کے اندر چند چیزیں ہیں، فرائض وواجبات اور سنن ونوافل، ظاہر ہے کہ اگر کوئی آدمی فرائض کو چھوڑے گا تو نماز نہ ہوگی لیکن اگر کوئی سنن ونوافل کو چھوڑے گا تو نماز ہو جائے گی تو فرائض وواجبات یہ ذاتی ہیں اور سنن ونوافل یہ عرضی ہیں، اسی طرح روزہ تین چیزوں سے بچنے کا نام ہے کھانا، پینا، اور جماع، اسی طرح غیبت وغیرہ سے بھی بچنا چاہئے، ظاہر ہے کہ اگر کوئی غیبت سے نہ بچے تو بھی روزہ ہو جائے گا لیکن اگر کوئی کھا پی لے یا جماع کرے تو روزہ نہ ہوگا، تو تین چیزیں ذاتی ہیں اور باقی چیزیں عرضی ہیں۔ بچو! امید کہ تم نے ذاتی اور عرضی کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا تو اب سمجھو کہ کلی ذاتی کی تین قسمیں ہیں (جنس) (نوع) (فصل) اسی طرح کلی عرضی کی تین قسمیں ہیں (۱) خاصہ (۲) عرض عام۔

اس عبارت میں مصنفؒ نے کلی ذاتی کی پہلی قسم جنس کو بیان کیا ہے۔

جنس کی تعریف: جنس وہ کلی ہے جو کثیرین مختلفین بالحقائق پر بولی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا مفہوم جو بہت ساری چیزوں میں پایا جارہا ہے اگر سب کی حقیقت الگ الگ ہو، تو اسے جنس کہتے ہیں مثال کے طور پر درخت ایک مفہوم ہے جو دنیا کے اندر پائے جانے والے تمام درختوں میں پایا جارہا ہے چاہے امرود کا درخت ہو یا انار کا درخت ہو یا سیب کا درخت ہو، سب کو درخت کہا جائے گا اور ظاہر ہے کہ تمام درختوں کی حقیقت ایک نہیں ہے کوئی آم ہے، کوئی سیب ہے، کوئی امرود ہے، خلاصہ یہ ہے کہ کلی کا مفہوم جن جن چیزوں میں پایا جارہا ہے اگر مختلف قسم کی ہے تو اسے جنس کہتے ہیں، جیسے حیوان، ظاہر ہے کہ انسان، فرس، غنم، وغیرہ سب میں حیوان کا مفہوم پایا جارہا ہے لیکن سب ایک طرح کی نہیں ہے بلکہ ہر ایک کی حقیقت الگ الگ ہے اس لئے حیوان جنس ہے۔

الثانی النوع وھو کلّیٌ مقولٌ علی کثیرینَ متفقینَ بالحقائقِ فی جواب

ماھوَ وللنوع معنی اخرُ ویقال له النوعُ الاضافیُ وھو ماھیة یقال علیها وعلی غیرِھا الجنسُ فی جواب ماھو وبین النوع الحقیقِی والنوع الاضافِیْ عموم وخصوص من وجه لتصادقھا علی الانسانِ وصدقِ الحقیقی بدون الاضافیُ فی النقطةِ وصدقِ الاضافی بدون الحقیقِیُ فی الحیوان.

ترجمہ: دوسری قسم نوع ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو بولی جائے کثیرین متفقین بالحقائق پر ماھو کے جواب میں، اور نوع کا ایک دوسرا معنی ہے جسے نوع اضافی کہا جاتا ہے اور وہ ایسی ماہیت ہے جو کہ اس پر اور اس کے غیر پر جنس بولی جائے ماھو کے جواب میں، اور نوع حقیقی ونوع اضافی کے درمیان عموم وخصوص من وجہ ہے ان دونوں کے صادق آنے کی وجہ سے انسان پر اور حقیقی کے صادق آنے کی وجہ سے بغیر حقیقی کے حیوان میں۔

درس: کلی ذاتی کی دوسری قسم نوع ہے پہلے یہ سمجھو کہ نوع کی دو قسمیں ہیں نوع حقیقی، نوع اضافی۔

نوع حقیقی کی تعریف: وہ کلی ہے جو بہت سارے ایسے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں ایک ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا مفہوم جن جن افراد میں پایا جا رہا ہے سب ایک طرح کی ہیں، الگ الگ نہیں ہیں، جیسے آم کا درخت چاہے کہ بہت سارے ہیں لیکن سب ایک طرح کے ہیں، الگ الگ نہیں ہیں، اسی طرح سیب کا درخت، وغیرہ ظاہر ہے کہ سیب کا درخت سب ایک طرح کے ہیں، سب کی حقیقت ایک ہے اس لئے آم کا درخت نوع ہے، سیب کا درخت نوع ہے۔

نوع اضافی کی تعریف: نوع اضافی اس نوع کو کہتے ہیں کہ ایک ماہیت اور دوسری ماہیت کو ملا کر ماھو کے ذریعہ سوال کیا جائے تو بلاواسطہ جواب میں جنس واقع ہو مثال کے طور پر، انسان ایک ماہیت ہے فرس ایک ماہیت ہے اب انسان اور فرس کو لے کر سوال کیا جائے تو جواب میں جنس آئے گی، تو یہ دونوں نوع اضافی ہیں، اب اگر ان دونوں کے

ساتھ غنم کا اضافہ کر کے سوال کیا جائے تو جواب میں جسم نامی آئے گا اور یہ جنس ہے اس لئے یہ تینوں نوع اضافی ہیں۔

قولہ وبین النوع الحقیقی والنوع الاضافی : یہاں سے مصنفؒ نوع حقیقی اور نوع اضافی کے درمیان نسبت کو بیان فرمارہے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، تم یہ جانتے ہو کہ عموم وخصوص من وجہ میں تین مادے، دوافتراق کے اور ایک اجتماع کا ہوتے ہیں اور یہاں بھی ایسا ہی ہے اس لئے کہ انسان پر نوع حقیقی اور نوع اضافی دونوں صادق آتی ہیں لہذا یہ اجتماع مادہ ہوا، نوع حقیقی تو اس لئے ہے کہ یہ ایسی کلی ہے جو کثیرین متفقین بالحقائق پر ماہو کے جواب میں بولی جاتی ہے اور نوع اضافی اس لئے ہے کہ اس کے ساتھ فرس کو لیکر جب سوال کیا جائے تو جواب میں جنس آئے گی، اور نقطہ پر صرف نوع حقیقی صادق آتی ہے نوع اضافی نہیں، لہذا یہ افتراق کا مادہ ہوا، نوع حقیقی تو اس لئے صادق آتی ہے کہ یہ ایسی کلی ہے جو کثیرین متفقین بالحقائق پر ماہی کے جواب میں بولی جاتی ہے اور نوع اضافی اس لئے صادق نہیں آتی ہے کہ اس کے اوپر کوئی ایسی جنس نہیں کہ جب اس کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو لیکر ماھی کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں جنس آئے، نیز حیوان پر نوع اضافی صادق آتی ہے نوع حقیقی نہیں، لہذا یہ افتراق کا مادہ ہوا نوع اضافی تو اس لئے صادق آتی ہے کہ جب اس کے ساتھ شجر کو لے کر سوال کیا جائے تو جواب میں جسم نامی آئے گا جو کہ جنس ہے اور نوع حقیقی اسلئے نہیں ہے کہ کثرین متفقین بالحقائق پر نہیں بلکہ مختلفین بالحقائق پر صادق آرہا ہے۔

فصل فی ترتیبِ الاجناسِ اما سافلٌ وهو ما یکونُ تحتَه جنسٌ ویکونُ فوقه جنسٌ بل انما یکونُ تحتَه النوعُ کالحیوانِ فان تحته الانسانَ وهو نوعٌ وفوقه الجسمُ النامی وهو جنسٌ فالحیوان جنسٌ سافلٌ واما متوسطٌ وهو ما یکونُ تحتَه جنسٌ وفوقه ایضاً جنسٌ کالجسمِ النامی فان تحته الحیوان وفوقَه الجسمُ المطلقُ واما عالٍ وهو مالایکونُ فوقَه

جنسٌ ویسمی جنسُ الاجناسِ ایضاً، کالجوھرِ فانہ لیس فوقہ جنسٌ وتحتہ الجسمُ المطلقُ والجسمُ النامی والحیوانُ.

ترجمہ: یہ فصل ہے اجناس کی ترتیب میں، جنس یا تو سافل ہے اور وہ ایسی جنس ہے جس کے نیچے جنس نہ ہو اور اس کے اوپر جنس ہو بلکہ اس کے نیچے نوع ہو جیسے حیوان کیوں کہ اس کے نیچے انسان ہے اور وہ نوع ہے اور اس کے اوپر جسم نامی ہے اور وہ جنس ہے لہذا حیوان جنس سافل ہے اور یا تو متوسط ہے اور وہ ایسی جنس ہے جس کے نیچے جنس ہو اور اس کے اوپر بھی جنس ہو جیسے جسم نامی کیوں کہ اس کے نیچے حیوان ہے اور اس کے اوپر جسم مطلق ہے اور یا تو عالی ہے اور وہ ایسی جنس ہے جس کے اوپر جنس نہ ہو اور نام رکھا جاتا ہے جنس الاجناس جیسے جوہر کیوں کہ اس کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے اور اس کے نیچے جسم مطلق ہے اور جسم نامی ہے اور حیوان ہے۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنفؒ ترتیب کے اعتبار سے جنس کی تقسیم فرمارہے ہیں، جنس کی ترتیب کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں، جنس عالی، جنس متوسط، جنس سافل،...... ہر ایک کی تعریف۔

(۱) جنس عالی: وہ جنس ہے جس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو، البتہ اس کے نیچے جنس ہو جیسے جوہر اس کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے لیکن اس کے نیچے جسم مطلق، جسم نامی، حیوان، جنس ہے۔

(۲) جنس متوسط: وہ جنس ہے جس کے اوپر اور نیچے دونوں جنس ہو جیسے جسم نامی اس کے اوپر جسم مطلق ہے اور اس کے نیچے حیوان ہے۔

(۳) جنس سافل: وہ جنس ہے جس کے نیچے کوئی جنس نہ البتہ اس کے اوپر جنس ہو جیسے حیوان اس کے نیچے کوئی جنس نہیں ہے اس لئے کہ اس کے نیچے انسان ہے جو کہ نوع ہے اور اس کے اوپر جنس ہے جسم نامی۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں کیوں کہ یہ سب جنسوں کی جنس ہے، اس کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے۔

فصل الاجناسُ العالیۃُ عشرۃٌ ولیس فی العالمِ شیٔ خارجاً عن ھذہ الاجناسِ ویقال لھذہ الاجناسِ العالیۃِ المقولاتُ العشر ایضاً احدُھا الجوھرُ والباقی المقولاتُ التِسعَ للعرضِ والجوھرِ ھو الموجودُ لا فی موضوعٍ ای محل بل قائم بنفسہ کالاجسامِ والعرضِ ھو الموجودُ فی موضوعٍ ای محل والمقولات العرضیۃ ھی الکمُّ والکیفُ والاضافۃُ والاین والملک والفعل والانفعال والمتی والوضع وتجمعھا ھذا البیت الفارسیُّ.

مردے دراز نیکو دیدم بشہر امروز باخواستہ نشستہ از کرد خویش فیروز

ترجمہ: اجناس عالیہ دس ہیں اور دنیا میں کوئی چیز ان اجناس سے خارج نہیں ہے اور کہا جاتا ہے ان اجناس عالیہ کو مقولات عشرہ بھی، ان میں سے ایک جوہر ہے اور باقی نو مقولات عرض ہیں، جوہر وہ موجود ہے جو کسی موضوع یعنی محل میں نہ ہو بلکہ قائم بالذات ہو جیسے اجسام اور عرض وہ ہے جو کسی محل میں موجود ہو اور مقولات عرضیہ یہ دس ہیں کم، کیف، اضافت، این، ملک، فعل، انفعال، متی، وضع اور ان سب کو فارسی کا یہ شعر جمع کر رہا ہے۔

مردے دراز نیکو دیدم بشہر امروز باخواستہ نشستہ از کرد خویش فیروز

یعنی میں نے آج ایک لمبے نیک مرد کو شہر میں دیکھا جو محبوب کے ساتھ بیٹھ کر اپنی کار کردگی سے خوش تھا۔

درس: پیارے بچو! اجناس عالیہ یہ فلسفہ کا مضمون ہے منطق سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن جب مصنفؒ نے ذکر فرمادیا ہے تو تمہاری خاطر تھوڑی وضاحت کئے دیتا ہوں۔ اجناس عالیہ دس ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز ان اجناس سے خارج نہیں ہے البتہ واجب تعالیٰ ان سے خارج ہوں گے کیوں کہ دنیا ما سوا اللہ کو کہا جاتا ہے، اجناس عالیہ کو مقولات عشرہ بھی کہا جاتا ہے ان مقولات میں سے ایک جوہر ہے اور باقی نو اعراض ہیں، اب ہر ایک کی تعریف سنو!

جوہر: وہ جنس ہے جو موجود تو ہو لیکن اپنے وجود میں کسی محل کا محتاج نہ ہو بلکہ قائم بالذات ہو جیسے اجسام کہ یہ بالذات قائم ہیں، اپنے وجود میں کسی محل کے محتاج نہیں ہیں۔

عرض: وہ جنس ہے جو اپنے وجود میں کسی محل کا محتاج ہو بالذات قائم نہ ہو جیسے لمبائی، چوڑائی، موٹاپا، ظاہر ہے کہ یہ سب اپنے وجود میں کسی محل کے محتاج ہیں۔

اعراض تسعہ کی تعریف

کم: وہ عرض ہے جو بالذات تقسیم کو قبول کرے، جیسے عدد۔

کیف: وہ عرض ہے جو بالذات تقسیم کو قبول نہ کرے بلکہ غیر کے واسطے سے کرے۔ جیسے خوبصورتی، بدصورتی، نیکی، وغیرہ۔

اضافت: اس نسبت کا نام ہے جو ایسی دو چیزوں کے درمیان ہو جن میں سے ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہو جیسے ابوۃ، بنوۃ، باپ ہونا، بیٹا ہونا۔

این: اس حالت کا نام ہے جو کسی شئی کو مکان میں ہونے کے اعتبار سے حاصل ہو جیسے زید کا گھر میں ہونا۔

ملک: اس ہیئت کا نام ہے جو کسی جسم کے ساتھ کسی چیز کے متصل ہونے سے حاصل ہوتی ہے جیسے ٹوپی، پگڑی وغیرہ پہننے کے بعد جو ہیئت ہوتی ہے۔

فعل: اس ہیئت کا نام ہے جو فاعل کے کسی چیز میں اثر ڈالنے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے جیسے کاتب کا لکھنا، آگ کا پانی کو گرم کر دینا۔

انفعال: اس ہیئت کا نام ہے جو کسی شئی کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ فاعل کا اثر قبول کر لیتی ہے جیسے پانی کا گرم ہو جانا۔

متی: اس ہیئت کا نام ہے جو کسی شئی کو زمان میں ہونے کے اعتبار سے حاصل ہوتی ہے جیسے جمعرات کے روز چھٹی کا ہونا۔

وضع: اس ہیئت کا نام ہے جو کسی جسم کو اسکے باہمی اجزاء کے اتصال وانفصال سے حاصل

ہوتی ہے جیسے بیٹھنے کی ہیئت، کھڑے ہونے کی ہیئت وغیرہ۔

اخیر میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مقولات عشرہ فارسی کے اس شعر میں پائے جاتے ہیں۔

مردے دراز نیکو دیدم شہر امروز باخواستہ نشستہ از کرد خویش فیروز

مردے جوہر ہے دراز کم ہے نیکو کیف ہے دیدم انفعال ہے شہر این ہے امروز متی ہے خواستہ اضافت ہے نشستہ وضع ہے کرد فعل ہے فیروز ملک ہے۔

فصل فی ترتیبِ الانواعِ اعلم أن الانواعَ قد تُرَتَّبُ متنازِلةً فالنوع قد یکون تحته نوعٌ ولا یکون فوقه نوعٌ فهو النوع العالی وقد یکون تحته نوعٌ وفوقه نوعٌ وهوالنوع المتوسط وقد لایکون تحته نوع ویکون فوقه نوع فهوالنوع السافل ویقال له نوع الانواع ایضاً۔

ترجمہ: یہ فصل انواع کی ترتیب میں، جان لو کہ انواع مرتب ہوتے ہیں اترتے ہوئے، پس نوع کبھی اس کے نیچے نوع ہوتی ہے اور اس کے اوپر نوع نہیں ہوتی ہے تو یہ نوع عالی ہے اور کبھی اس کے نیچے نوع ہوتی ہے اور اس کے اوپر نوع ہوتی ہے اور یہ نوع متوسط ہے اور کبھی اس کے نیچے نوع نہیں ہوتی ہے اور اوپر نوع ہوتی ہے اور یہ نوع سافل ہے اور اسے نوع الانواع بھی کہا جاتا ہے۔

درس: دیکھو! جس طرح جنس کی ترتیب کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں اسی طرح نوع کی بھی ترتیب کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں، البتہ فرق ہے کہ جنس کی ترتیب ہوتی ہے نیچے سے اوپر کی جانب اسی لئے جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں اور نوع کی ترتیب ہوتی ہے اوپر سے نیچے کی جانب اسی لئے نوع سافل کو نوع الانواع کہتے ہیں۔

ہر ایک کی تعریف

نوع عالی: وہ نوع ہے جس کے اوپر کوئی نوع نہ البتہ نیچے ہو جیسے جسم مطلق کہ اس کے نیچے جسم نامی نوع ہے لیکن اس کے اوپر کوئی نوع نہیں ہے کیوں کہ اس کے اوپر جوہر ہے اور وہ جنس ہے۔

نوع متوسط: وہ نوع ہے جس کے اوپر اور نیچے دونوں جگہ نوع ہو جیسے حیوان اور جسم نامی کہ دونوں کے اوپر جسم مطلق ہے۔ اور اس کے نیچے انسان ہے جو کہ نوع ہے۔

نوع سافل: وہ نوع ہے جس کے اوپر تو نوع ہو لیکن نیچے کوئی نوع نہ ہو جیسے انسان کہ اس کے اوپر حیوان ہے جو کہ جنس ہے لیکن اس کے نیچے کوئی نوع نہیں ہے جیسا کہ تم جانتے ہو، نوع سافل کو نوع الانواع بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ تمام انواع کی نوع ہے۔

فصل الثالث الفصل وهو كلي مقولٌ على الشئ في جواب اى شئ هو في ذاته كما اذا سُئل الانسان باىّ شئ هو في ذاته فيُجابُ عنه بانه ناطقٌ وهو قسمان قريبٌ وبعيدٌ فالقريبُ هو المميزُ عن المشاركاتِ في الجنسِ القريبِ والبعيدِ هو المميزُ عن المشاركاتِ في الجنسِ البعيدِ فالاوّلُ كالناطقِ للانسان والثاني كالحساسِ له.

ترجمہ: تیسری قسم فصل ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو شئی پر ای شئ هو في ذاته کے جواب میں بولی جائے جیسا کہ جب سوال کیا جائے انسان کے بارے میں ای شئ هو فی ذاته کے ذریعہ تو جواب دیا جائے گا کہ وہ ناطق ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں، قریب اور بعید، قریب وہ فصل ہے جو جنس قریب میں شریک ہونے والے افراد سے جدا کرے، اور بعید وہ فصل ہے جو جنس بعید میں شریک ہونے والے افراد سے جدا کرے، تو اوّل جیسے ناطق انسان کیلئے اور ثانی جیسے حساس انسان کے لئے۔

درس: پیارے بچو! کلی ذاتی کی تین قسمیں ہیں جنس، نوع، فصل، جنس اور نوع کی تعریف اور اس کی تفصیل تم نے سن لیا، اب تیسری قسم فصل کو بیان کر رہے ہیں، تم اسے اس طرح سمجھو کہ جنس کے افراد مختلف ہوتے ہیں، نیز ان سب کی حقیقت الگ الگ ہوتی ہے، تو ان میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کی ضرورت پڑے گی، تو جس چیز کے ذریعہ جنس کے افراد کو الگ الگ کیا جائے گا اسی کا نام فصل ہے۔ مثال کے طور محض درخت ہونے میں سارے ہی درخت شریک ہیں لیکن پھر ان درختوں میں الگ الگ قسمیں اور

نوع بن گئی ہیں کہ کوئی امرود کا ہے کوئی آم کا ہے تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ یہ الگ الگ قسمیں کیوں بنی ہیں اور درختوں کے مخصوص نام آم، امرود، سیب، یہ کیوں پڑ گئے ہیں تو تم اس کی وجہ یہی بتاؤ گے کہ باوجودیکہ سب درخت درختیت میں شریک ہیں لیکن ساخت وسائز، تنے اور شکلیں سب درختوں کی ایک نہیں ہیں، بلکہ الگ الگ ہیں اس وجہ سے درختوں کی اپنے اپنے سائز، تنے، اور پتوں کے رنگ کے اختلاف کی وجہ سے الگ نام پڑ گیا، تو درختوں کی الگ الگ قسمیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ نام جس چیز کی وجہ سے ہوئے ہیں اسی کا نام فصل ہے۔

اسی طرح حیوان جاندار ہونا ایک جنس ہے یعنی ایسا مفہوم ہے جو مختلف طرح کی چیزوں انسان، گھوڑا، بیل، بکری سبھی میں ہے لیکن ان مختلف طرح کے جانوروں میں ہر قسم کے جانور کا ایک فصل ہے جس سے ایک جانور دوسرے جانور سے جدا ہو جاتا ہے جیسے انسان میں نطق کی صلاحیت، بکری میں میں میں کرنا، کتے میں بھونکنا، مینڈک میں ٹرٹر کرنا یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ایک جانور دوسرے جانور سے جدا ہو جاتا ہے اسی کا نام فصل ہے۔

فصل قریب: وہ فصل ہے جو شی کو جنس قریب میں شریک افراد سے جدا کرتی ہے جیسے ناطق انسان کیلئے فصل قریب ہے کیوں کہ یہ انسان کو جنس قریب یعنی حیوان میں شریک ہونے والے دیگر افراد سے جدا کرتا ہے۔

فصل بعید: وہ فصل ہے جو شی کو جنس بعید میں شریک افراد سے جدا کرتی ہے جیسے حساس انسان کیلئے فصل بعید ہے کیوں کہ یہ انسان کو جنس بعید یعنی جسم نامی میں شریک افراد سے جدا کرتا ہے مثلاً شجر سے جدا کرتا ہے کیوں کہ درخت حساس نہیں ہوتا۔

ثم للفصل نسبة الى النوع فيسمى مقوما لدخوله فى قوام النوع وحقيقته، ونسبة الى الجنس فيسمى مقسما لانه يقسم الجنس ويحصل قسما له كالناطق فهو مقوم للانسان لان الانسان هو الحيوان الناطق

ومقسم للحيوان لان بالناطق حصل للحيوان قسمان احدهما الحيوان الناطق والاخر الحيوان الغير الناطق.

ترجمہ: اور فصل کیلئے ایک نسبت ہے نوع کی جانب تو اس کا نام رکھا جاتا ہے مقوم اس کے داخل ہونے کی وجہ سے نوع کے قوام اور حقیقت میں، اور ایک نسبت ہے جنس کی جانب تو اس کا نام مقسم رکھا جاتا ہے اس لئے کہ یہ جنس کو تقسیم کر دیتی ہے اور اس کیلئے ایک قسم حاصل کر دیتی ہے جیسے کہ ناطق کہ یہ انسان کیلئے مقوم ہے کیوں کہ انسان وہ حیوان ناطق ہے اور حیوان کے مقسم ہے کیوں کہ ناطق سے حیوان کیلئے دو قسمیں حاصل ہوگئیں ان دونوں میں سے ایک حیوان ناطق ہے اور دوسری حیوان غیر ناطق ہے۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ فصل کی نسبت کبھی نوع کی طرف کی جاتی ہے اور کبھی جنس کی طرف، اگر فصل کی نسبت نوع کی طرف کی جائے تو اس کا نام فصل مقوم رکھا جاتا ہے، اس کا نام مقوم اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے شی کے قوام اور اس کی حقیقت میں داخل ہونے والا، اور ظاہر ہے کہ جب فصل کی نسبت نوع کی طرف جائے گی تو وہ فصل نوع کی حقیقت میں داخل ہوگی، اور اگر اس کی نسبت جنس کی طرف کی جائے تو اس کا نام فصل مقسم رکھا جاتا ہے کیوں کہ مقسم کے معنی ہیں تقسیم کرنے والا، اور چونکہ فصل جنس کو تقسیم کر دیتی ہے اس لئے اس کا نام مقسم رکھا جاتا ہے، جیسے تم نے کہا حیوان ناطق، تو ناطق ایک فصل ہے جس نے حیوان کو تقسیم کر دیا، (۱) حیوان ناطق (۲) حیوان غیر ناطق، بخلاف اس کے جب تو نے ناطق کی نسبت انسان کی طرف کی تو انسان کو تقسیم نہیں کرے گا کیوں کہ ناطق انسان کی حقیقت میں داخل ہے۔

فصل: كل مُقَوِّمٍ للعالى مقومٌ للسافل كالقابل للابعاد فانه مُقَوِّمٌ للجسم وهو مقوم للجسم النامی والحیوان والانسان و كالنامی فانه كما انه مقوم للجسم النامی مقوم للحیوان ومقوم للانسان ایضاً و كالحساس والمتحرک بالارادة فانه كما انهما مقومان للحیوان كذلک مقومانِ

للانسان وليس كل مقومٍ للسافل مقوماً للعالى فان الناطق مقومٌ للانسان وليس مقوما للحيوان.

ترجمہ: ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہے جیسے قابل للابعاد کیوں کہ یہ جسم کا مقوم ہے اور یہی جسم نامی، حیوان اور انسان کیلئے مقوم ہے اور جیسے نامی کہ یہ جس طرح جسم نامی کیلئے مقوم ہے اسی طرح حیوان اور انسان کیلئے بھی مقوم ہے اور جیسے حساس اور متحرک بالارادہ کہ یہ دونوں جس طرح حیوان کیلئے مقوم ہیں اسی طرح انسان کیلئے مقوم ہیں اور یہ سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہیں کیوں کہ ناطق انسان کیلئے مقوم ہے اور حیوان کیلئے مقوم نہیں ہے۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے مصنفؒ نے بیان کیا تھا کہ فصل کی نسبت اگر نوع کی طرف کی جائے تو اسے فصل مقوم کہتے ہیں اور اگر اس کی نسبت جنس کی طرف کی جائے تو اسے فصل مقسم کہتے ہیں اب یہاں سے مصنفؒ ایک ضابطے کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں فرماتے ہیں کہ ہر وہ فصل جو نوع عالی کیلئے مقوم ہوگا وہ نوع سافل کیلئے بھی مقوم ہوگا، اور ہر وہ فصل جو نوع سافل کیلئے مقوم ہوگا نوع عالی کیلئے مقوم ہو کوئی ضروری نہیں ہے یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ فصل نوع سافل کیلئے مقوم ہو اور نوع عالی کیلئے مقسم ہو دوسرے الفاظ میں تم یوں سمجھو کہ ہر وہ فصل جو نوع عالی کو تقسیم نہیں کرے گا نوع سافل کو بھی تقسیم نہیں کرے گا لیکن اس کا الٹا ضروری نہیں ہے کہ جو سافل کو تقسیم نہ کرے وہ عالی کو بھی تقسیم نہ کرے ایسا کوئی ضروری نہیں ہے۔

مثال سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھو! قابل ابعاد ثلاثہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جو تینوں جہتوں طول، عرض، عمق میں تقسیم کو قبول کرے اور ہر جسم طول اور عرض اور عمق میں تقسیم کو قبول کرتا ہے، اب مثال سمجھو! جسم مطلق یہ نوع عالی ہے اس کیلئے قابل ابعاد ثلاثہ مقوم ہے کیوں کہ ہر جسم مطلق قابل ابعاد ثلاثہ ہے تو جس طرح قابل ابعاد ثلاثہ جسم مطلق کیلئے مقوم ہے اسی طرح نوع سافل جسم نامی، اور حیوان اور انسان کیلئے بھی مقوم ہے کیوں

کہ یہ تینوں بھی جسم ہیں اور ہر جسم قابل ابعاد ثلاثہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ قابل ابعاد ثلاثہ جس طرح جسم مطلق نوع عالی کیلئے مقوم ہے اسی طرح جسم نامی حیوان اور انسان کیلئے بھی مقوم ہے اسے دو حصوں میں تقسیم نہیں کرتا ہے، لیکن اس کا الٹا نہیں ہے جیسے ناطق انسان کیلئے مقوم ہے لیکن حیوان کیلئے مقسم ہے کیوں کہ حیوان کی دو قسمیں ہیں حیوان ناطق اور حیوان غیر ناطق۔

اسی طرح حساس اور متحرک بالارادہ یہ دونوں حیوان کیلئے مقوم ہیں کیوں کہ ہر حیوان حساس اور متحرک بالارادہ ہوتا ہے اسی طرح انسان کیلئے بھی مقوم ہیں کیوں کہ ہر انسان متحرک بالارادہ اور حساس ہے۔

فصل: کل فصلٍ مقسمٍ للسافل مقسمٌ للعالی فالناطق کما یقسّم الحیوانَ الی الناطقِ وغیرِ الناطق کذٰلک یقسم الجسمَ المطلقَ الیهما ولیس کلُّ مقسمٍ للعالی مقسماً للسافلِ فانَّ الحساسَ مثلاً یقسم الجسمَ النامی الی الجسمِ النامی الحساسِ والی الجسم النامی الغیر الحساس ولیس یقسّمُ الحیوانَ الیهما فانّ کلَّ حیوانٍ حساسٌ ولا یوجد حیوانٌ غیرُ حساسٍ۔

ترجمہ: ہر فصل جو سافل کیلئے مقسم ہے وہ عالی کیلئے مقسم ہے تو ناطق جس طرح حیوان کو تقسیم کرتا ہے حیوان ناطق اور حیوان غیر ناطق کی جانب اسی طرح جسم مطلق کی ان دونوں کی جانب تقسیم کرتا ہے اور ہر عالی کا مقسم سافل کا مقسم نہیں ہے کیوں کہ مثلاً حساس جسم نامی کی تقسیم کرتا ہے جسم نامی حساس اور جسم نامی غیر حساس کی جانب اور حیوان کی ان دونوں کی جانب تقسیم نہیں کرتا ہے اس لئے کہ ہر حیوان حساس ہے اور کوئی ایسا حیوان نہیں پایا جاتا جو غیر حساس ہو۔

خلاصۂ درس: پیارے بچو! اس سے پہلے مصنفؒ نے فصل مقوم کے سلسلے میں ایک ضابطے کو بیان فرمایا تھا اب مصنفؒ مقسم کے سلسلے میں ایک ضابطے کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔

ضابطہ

ہر وہ فصل جو جنس سافل کیلئے مقسم ہوگا وہ جنس عالی کیلئے بھی مقسم ہوگا مثلاً ناطق یہ حیوان کیلئے مقسم ہے اسی طرح جسم نامی کیلئے بھی مقسم ہے اسی طرح جسم مطلق اور جوہر کے بھی مقسم ہے کیوں کہ ہرایک دو قسمیں ہوجائیں جسم نامی ناطق جیسے انسان اور جسم نامی غیر ناطق جیسے درخت اسی طرح جسم مطلق ناطق اور جسم مطلق غیر ناطق، اسی طرح جوہر ناطق اور جوہر غیر ناطق ۔ معلوم ہوا کہ جو سافل کیلئے مقسم ہوگا وہ عالی کیلئے بھی مقسم ہوگا۔

لیکن اس کا عکس نہیں ہے یعنی جو عالی کیلئے مقسم ہو وہ سافل کیلئے بھی مقسم ہو ایسا نہیں ہے جیسے حساس جسم نامی کیلئے مقسم ہے کیوں کہ جسم نامی کی دو قسمیں ہوجائیں گی جسم نامی حساس جیسے گھوڑا اور جسم نامی غیر حساس جیسے درخت لیکن سافل حیوان کیلئے مقسم نہیں ہے کیوں کہ ہر حیوان حساس ہوتا ہے کیوں کہ کوئی حیوان ایسا نہیں ہے جو حساس اور متحرک بالارادہ نہ ہو۔

(فائدہ) بچو! تمہارے ذہنوں میں ایک سوال پیدا ہوتا ہوگا ان دونوں ضابطے میں نوع متوسط اور جنس متوسط کو عالی قرار دے دیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں عالی اور سافل اصطلاحی معنیٰ میں نہیں ہیں بلکہ لغوی معنیٰ میں ہیں اور لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہی یہ ضابطہ بنایا گیا ہے امید کہ یہ خلجان دور ہو گیا ہوگا۔

فصل: الكلى الرابع الخاصة وهو كلى خارجٌ عن حقيقة الافرادِ محمول على افراد واقعة تحت حقيقة واحدة فقط كالضاحك للانسان والكاتب له.

ترجمہ: چوتھی کلی خاصہ ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور ایسے افراد پر محمول ہو جو صرف ایک حقیقت کے تحت واقع ہیں جیسے ضاحک انسان کیلئے اور کاتب انسان کے لئے۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے تم کو بتلایا گیا تھا کہ کلی ذاتی کی تین قسمیں ہیں جنس، نوع، فصل، اور کلی عرضی کی دو قسمیں ہیں خاصہ، اور عرض عام جب مصنفؒ کلی ذاتی کے اقسام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب کلی عرضی کے اقسام بیان کررہے ہیں۔ اس عبارت میں پہلی قسم خاصہ کا بیان ہے۔

خاصہ کی تعریف: وہ کلی ہے جو ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہو جیسے ضاحک انسان کا خاصہ ہے کیوں کہ یہ صرف انسان کے افراد پر ہی بولا جاتا ہے۔

(فائدہ) خاصہ کی دو قسمیں ہیں، شاملہ، غیر شاملہ۔

خاصہ شاملہ: وہ خاصہ ہے جو ذی خاصہ کے تمام افراد میں پایا جائے جیسے کتابت بالقوۃ انسان کا خاصہ شاملہ ہے کیوں کہ انسان کے تمام افراد کتابت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

خاصہ غیر شاملہ: وہ خاصہ ہے جو ذی خاصہ کے تمام افراد میں نہ پایا جائے جیسے کتابت بالفعل انسان کیلئے خاصہ غیر شاملہ ہے کیوں کہ تمام انسان بالفعل کاتب نہیں ہیں۔

فصل الخامس من الکلیات العرض العام وھو الکلی الخارج المقول علی افراد حقیقۃ واحدۃ وعلی غیرھا کالماشی المحمول علی افراد الانسان والفرس.

ترجمہ: کلیات میں سے پانچویں عرض عام ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو خارج ہو اور ایک حقیقت والے افراد اور اس کے علاوہ پر بولی جائے جیسے ماشی جو محمول ہے انسان اور فرس کے افراد پر۔

درس: پیارے بچو! کلی عرضی کی دوسری قسم عرض عام ہے۔

عرض عام کی تعریف: وہ کلی عرضی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور مختلف حقیقت والے افراد پر بولی جائے، جیسے ماشی (پاؤں سے چلنے والا ہونا) انسان کا عرض عام ہے کیوں کہ وہ انسان، فرس، بقر، غنم، وغیرہ مختلف حقیقتیں رکھنے والے افراد پر صادق آتا ہے۔

فائدة: واذ قد علمت مماذكرنا ان الكليات خمس، الاوّل الجنس والثانى النوع والثالث الفصل والرابع الخاصة والخامس العرض العام فاعلم ان الثلاثة الاوّل يقال لها الذاتيات ويقال للاخريين العرضيات وقديختص اسم الذاتى بالجنس والفصل فقط ولايطلق على النوع بهذا الاطلاق لفظ الذاتى.

ترجمہ: اور جب تم ہماری ذکرکردہ باتوں سے یہ جان گئے کہ کلیات پانچ ہیں پہلی جنس دوسری نوع تیسری فصل چوتھی خاصہ اور پانچویں عرض عام تو جان لو کہ پہلی تینوں قسموں کو ذاتیات کہا جاتا ہے اور آخری دونوں کو عرضیات کہا جاتا ہے اور کبھی ذاتی کا نام صرف جنس اور فصل کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور نہیں بولا جاتا ہے نوع پر اس نام کے ساتھ ذاتی کا لفظ۔

درس: مصنفؒ فائدہ کا عنوان قائم کر کے فرماتے ہیں کہ کل کلیات پانچ ہیں ان پانچوں میں سے جنس، نوع، اور فصل کو کلی ذاتی کہا جاتا ہے اور باقی دو خاصہ اور عرض عام کو کلی عرضی کہا جاتا ہے اور کبھی صرف جنس اور فصل کو کلی ذاتی کہا جاتا ہے نوع کو کلی ذاتی نہیں بولا جاتا۔

فصل العرض أعنى الخاصة والعرض العام ينقسم الى لازم ومفارق فاللازم مايمتنع انفكاكه عن الشئ اما بالنظر الى الماهية كالزوجية للاربعة والفردية للثلاثة فان انفكاك الزوجية عن الاربعة والفردية عن الثلاثة مستحيل واما بالنظر الى الوجود كالسواد للحبشى فان انفكاك السواد عن وجود الحبشى مستحيل لا عن ماهيته لان ماهيته الانسان وظاهر ان السواد ليس بلازم للانسان.

ترجمہ: عرض یعنی خاصہ اور عرض عام منقسم ہوتی ہے لازم اور مفارق کی طرف تو لازم وہ عرضی ہے جس کا انفکاک شی سے ممتنع ہو یا تو ماہیت کی طرف نظر کرتے ہوئے جیسے زوجیت اربعہ کیلئے اور فردیت ثلاثہ کیلئے کیوں کہ زوجیت کا انفکاک اربعہ سے

اور فردیت کا انفکاک ثلاثہ سے محال ہے اور یا تو وجود کی طرف نظر کرتے ہوئے جیسے سواد حبشی کیلئے کیوں کہ سواد کا انفکاک حبشی کے وجود سے محال ہے نہ کہ اس کے ماہیت سے کیوں کہ اس کی ماہیت انسان ہے اور ظاہر ہے کہ سواد انسان کیلئے لازم نہیں ہے۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلی عرضی چاہے خاصہ ہو یا عرض عام ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں لازم، مفارق، تو کل چار قسمیں ہو گئیں (۱) خاصہ لازم (۲) خاصہ مفارق (۳) عرض عام لازم (۴) عرض عام مفارق۔

لازم کی تعریف: لازم وہ کلی عرضی ہے جس کا معروض سے جدا ہونا ممتنع ہو، جسے گرمی آگ کیلئے ظاہر ہے کہ گرمی آگ کیلئے لازم ہے اس سے گرمی کبھی بھی جدا نہیں ہو سکتی۔

پھر لازم کی دو قسمیں ہیں (۱) لازم ماہیت (۲) لازم وجود۔

لازم ماہیت: وہ لازم ہے جس کا معروض سے جدا ہونا محال ہو ماہیت کے اعتبار سے جسے زوجیت چار کیلئے لازم الماہیت ہے کیوں کہ زوجیت چار کی حقیقت میں داخل ہے اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہو سکتی چاہے چار ذہن میں ہو یا خارج میں، ہر صورت میں زوج ہوگا کبھی بھی فرد نہیں ہو سکتا ہے۔

لازم وجود: وہ لازم ہے جس کا معروض سے جدا ہونا وجود کے اعتبار سے محال ہو نہ کہ ماہیت کے اعتبار سے جسے حبشی کیلئے کالا ہونا، ظاہر ہے کہ کالا پن حبشی کے وجود کیلئے لازم ہے نہ کہ اس کی ماہیت کیلئے کیوں کہ حبشی کی ماہیت انسان ہے تو اگر سواد حبشی کی ماہیت کیلئے لازم ہو تو ہر انسان کا کالا ہونا لازم آئے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے، معلوم ہوا کہ کالا ہونا حبشی کے وجود کیلئے لازم ہے۔

والعرض المفارق: مالم يمتنع انفكاكه عن الملزوم كالكتابة بالفعل للانسان والمشي بالفعل له.

ترجمہ: اور عرض مفارق وہ کلی عرضی ہے جس کا ملزوم سے جدا ہونا ممتنع نہ ہو جیسے کتابت بالفعل انسان کیلئے اور مشی بالفعل انسان کے لئے۔

درس: کلی عرضی کی دوسری قسم عرض مفارق ہے۔
عرض مفارق: وہ کلی عرضی ہے جس کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن ہو محال نہ ہو جیسے کتابت بالفعل انسان کیلئے عرض مفارق ہے کیوں کہ انسان ہر وقت لکھتا نہیں رہتا ہے اسی طرح بالفعل چلنا انسان کیلئے عرض مفارق ہے کیوں کہ انسان ہر وقت چلتا نہیں رہتا ہے۔

فصل: والعرضُ اللازمُ قسمانِ الاوّلُ ما یلزمُ تصورُہ من تصورِ الملزومِ کالبصر للعمی والثانی ما یلزم من تصور الملزومِ واللازمِ الجزمُ باللزومِ کالزوجیۃ للاربعۃ فان من تَصَوَّرَ الاربعۃَ وتَصَوَّرَ مفھومَ الزوجیۃِ ینجزمُ بداھۃ ان الاربعۃَ زوجٌ ومنقسمۃٌ بمتساویین.

ترجمہ: اور عرض لازم کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وہ عرض لازم ہے جس کا تصور ملزوم کے تصور سے لازم آجائے، جیسے بصر عمی کیلئے اور ثانی وہ لازم ہے کہ ملزوم اور لازم کے تصور سے لزوم کا یقین ہو جائے جیسے زوجیت اربعہ کیلئے کیوں کہ جو شخص اربعہ اور زوجیت کے مفہوم کا تصور کرے گا وہ بداہۃً اس بات کا یقین کرے گا کہ اربعہ جفت ہے اور وہ برابر حصوں میں تقسیم ہونے والا ہے۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ یہاں سے لازم کی تقسیم فرمارہے ہیں، مصنفؒ کی تقسیم جاننے سے پہلے سنو! لازم کی اوّلاً دو قسمیں ہیں، لازم بین، لازم غیر بین پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں لازم بالمعنی الاعم، لازم بالمعنی الاخص، تو کل چار قسمیں ہوگئیں۔ (۱) لازم بین بالمعنی الاعم (۲) لازم بین بالمعنی الاخص (۳) لازم غیر بین بالمعنی الاعم (۴) لازم غیر بین بالمعنی الاخص۔ ہر ایک کی تفصیل۔

(۱) لازم بین بالمعنی الاعم: ایسے لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم، لازم اور نسبت کے تصور کرنے سے دونوں کے درمیان لزوم کا یقین ہو جائے، جیسے اربعہ زوجیت اور نسبت کے تصور سے ان دونوں کے درمیان لزوم کا یقین ہو جاتا ہے۔

(۲) لازم بین بالمعنی الاخص: ایسے لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم کے تصور سے لازم کا

تصور ہو جائے جیسے عمی کے تصور سے بصر کا تصور ہو جاتا ہے۔
(۳) لازم غیر بین بالمعنی الاعم: ایسے لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم ولازم اور نسبت کا تصور سے لزوم کا یقین نہ ہو بلکہ دلیل کی ضرورت پڑتی ہے جیسے حدوث عالم اور نسبت کے تصور سے عالم کے حادث ہونے کا یقین نہیں ہوتا ہے بلکہ دلیل کی ضرورت پڑتی ہے۔
(۴) لازم غیر بین بالمعنی الاخص: ایسے لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور نہ ہو جیسے کتابت بالقوۃ انسان کیلئے لازم ہے لیکن انسان کے تصور سے کتابت بالقوۃ کا تصور نہیں ہوتا ہے۔ یہ کل چار قسمیں ہوئیں لیکن مصنفؒ نے صرف دو قسموں کو بیان کیا ہے میں نے تمہاری خاطر چاروں قسموں کو بیان کر دیا .....اب ترجمہ دیکھو!

فصل العرض المفارق أعنی ما یمکن انفکاکُه عن المعروضِ ایضاً قسمانِ احدُهما ما یدومُ عروضُه للملزوم کالحرکة للفلک والثانی ما یزول عنه اما بسرعة کحُمْرَةِ الخَجِلِ وصُفْرَةِ الوَجِلِ او بِبُطْوْءٍ کالشیب والشبابِ.

ترجمہ: عرض مفارق یعنی وہ عرض جس کا انفکاک معروض سے ممکن ہو اسکی بھی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک وہ عرض ہے جس کا عروض ملزوم کیلئے دائمی ہو جیسے حرکت فلک کیلئے اور ثانی وہ عرض ہے جو ملزوم سے زائل ہو جائے یا تو سرعت کے ساتھ جیسے شرمندگی کی سرخی اور خوف کی زردی یا دیر سے جیسے بڑھاپا یا جوانی۔

درس: پیارے بچے! عرض مفارق کی دو قسمیں ہیں، لیکن درحقیقت تین قسمیں ہیں۔
پہلی قسم وہ ہے جس کا جدا ہونا ممکن ہو لیکن جدا نہ ہوتا ہو اسے مفارق عدم الزوال کہتے ہیں جیسے حرکت فلک۔
دوسری قسم وہ ہے جس کا جدا ہونا ممکن ہو اور جلدی جدا ہو جاتا ہو جیسے شرمندگی کی سرخی اور خوف کی زردی ظاہر ہے کہ یہ فوراً ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح چائے کی گرمی وغیرہ اسے سریع الزوال کہتے ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے جس کا جدا ہونا ممکن ہو لیکن دیر سے جدا ہوتا ہو اسے بطئی الزوال کہتے ہیں جیسے جوانی اور بڑھاپا، اسی طرح بال کی سیاہی، ظاہر ہے کہ یہ جدا تو ہوتے ہیں لیکن دیر سے۔

فصل في التعريفات مُعَرِّفُ الشئ مايُحْمَلُ عليه لافادةِ تصورهِ وهو على اربعةِ أقسامٍ اَلْحَدُّ التَّامُ والحدُّ الناقصُ والرَّسْمُ التَّامُ والرسمُ الناقصُ فالتعريف اِن كان بالجنسِ القريبِ والفصلِ القريبِ يسمّٰى حَداً تامًّا كتعريفِ الانسانِ بالحيوانِ الناطقِ وان كان بالجنسِ البعيدِ والفصلِ القريبِ اوبه وحدَهُ يسمّٰى حداً ناقصاً وان كان بالجنسِ القريبِ والخاصةُ يسمّٰى رَسْمًا تامًّا وان كان بالجنسِ البعيدِ والخاصةُ اوبالخاصة وحده يسمى رَسْمًا ناقصاً، مثال الحد الناقص تعريف الانسان بالجسم الناطق او بالناطق فقط ومثال الرسم التام تعريف الانسان بالحيوان الضاحک ومثال الرسم الناقص تعريفه بالجسم الضاحک اوبالضاحک وحده ولا دخل في التعريفات للعرض العام لانه لايفيد التميز.

ترجمہ: یہ فصل ہے تعریفات کے بیان میں، شی کا معرف وہ ہے جو محمول ہو شی پر اس کے تصور کا فائدہ دینے کیلئے اور یہ چار قسم پر ہے، حد تام، حد ناقص، رسم تام، رسم ناقص، تو اگر تعریف جنس قریب اور فصل قریب کے ذریعہ ہو تو اس کا نام حد تام رکھا جاتا ہے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے اور اگر جنس بعید اور فصل قریب کے ذریعہ ہو تو اس کا نام حد تام رکھا جاتا ہے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے اور اگر جنس بعید اور فصل قریب کے ذریعہ ہو یا صرف فصل قریب کے ذریعہ تو اس کا نام رکھا جاتا ہے حد ناقص، اور اگر جنس قریب اور خاصہ کے ذریعہ ہو تو اس کا نام رسم تام رکھا جاتا ہے اور اگر جنس بعید اور خاصہ کے ذریعہ ہو یا صرف خاصہ کے ذریعہ ہو تو اس کا نام رسم ناقص رکھا جاتا ہے، حد ناقص کی مثال

انسان کی تعریف جسم ناطق کے ذریعہ یا صرف ناطق کے ذریعہ اور رسم تام کی مثال انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ذریعہ اور رسم ناقص کی مثال انسان کی تعریف جسم ضاحک کے ذریعہ یا صرف ضاحک کے ذریعہ اور تعریفات میں عرض عام کا کوئی دخل نہیں ہے کیوں کہ یہ امتیاز کا فائدہ نہیں دیتی۔

درس: پیارے بچو! تم یہ جانتے ہو کہ منطق کا موضوع معرف اور قول شارح ہے مصنفؒ جب مقدمات کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب اصل مقصود کو بیان فرمارہے ہیں تم یہ سمجھو کہ نامعلوم تصور کو حاصل کرنے کیلئے معلوم تصور کو ترتیب دینے کا نام تعریف ہے اور اس معلوم تصور کو معرِف بالکسر اور نامعلوم تصور کو معرَّف بالفتح کہتے ہیں، مثلاً کسی نے پوچھا السنور ماھو بلی کیا ہے، تم نے جواب دیا حیوانٌ مائیٌ میاؤں میاؤں کرنے والا جانور ہے، اس مثال میں السنور ماھو معرَّف ہے اور حیوان مائیٌ معرِف ہے۔ بچو! نامعلوم کو حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ معرَّف کو موضوع بناؤ اور معرِف کو محمول مثلاً تم یہ جانتے ہو کہ انسان کیا ہے تو تم یوں کہو الانسان حیوان ناطق اسی کو مصنفؒ نے اس طرح بیان فرمایا معرف الشیء ما یحمل علیه لافادة تصوره یعنی شی کا معرِّف وہ ہے جو شی پر محمول ہو کہ اس کے ذریعہ شی معلوم ہو جائے، معرف کی چار قسمیں ہیں حدتام، حدناقص، رسم تام، رسم ناقص۔

حدتام: وہ معرف جس میں شی کی تعریف اس کی جنس قریب سے اور فصل قریب سے کی جائے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے۔

حدناقص: وہ معرف ہے جس میں شی کی تعریف اس کی جنس بعید اور فصل قریب سے یا صرف فصل قریب سے کی جائے جیسے انسان کی تعریف جسم ناطق یا صرف ناطق سے۔

رسم تام: وہ معرف ہے جس میں شی کی تعریف اس کی جنس بعید اور خاصہ سے کی جائے جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک سے،

رسم ناقص: وہ معرف ہے جس میں شی کی تعریف اس کی جنس بعید اور خاصہ یا صرف

خاصہ سے کی جائے جیسے انسان کی تعریف جسم ضاحک یا صرف ضاحک سے کی جائے۔

بچو! تم ان چاروں قسموں کو اس طرح سمجھو کہ جب ہم کسی شی کا تعارف کرائیں گے تو دو شکلیں ہیں، (۱) صرف ذاتیات ذکر کر کے تعارف کرائیں گے، (۲) ذاتیات وعرضیات دونوں ملا کر تعارف کرائیں گے، اگر اول ہے کہ محض اور خالص ذاتیات سے تعارف کرانا ہے تو یا تو مکمل ذاتیات اور وہ اجزاء جن سے شئی بنی ہے لائے گئے یا بعض، اگر مکمل لائے گئے تو حد تام ہے اور اگر بعض لائے گئے تو حد ناقص ہے، اور اگر دوسری شکل ہے کہ تعارف میں خالص ذاتیات نہیں بلکہ عرضیات کو بھی شامل کرنا ہے تو اگر ذاتیات میں سے جنس قریب اور عرضیات میں خاصہ لایا گیا اور دونوں کو ملا کر تعریف کی تو یہ رسم تام ہے اور ان دونوں کے علاوہ اگر ہے تو رسم ناقص ہے یعنی اگر خاصہ کے ساتھ جنس قریب کے بجائے جنس بعید ہو یا سرے سے کوئی جنس لائی ہی نہیں گئی صرف خاصہ سے تعریف کی ہے تو یہ رسم ناقص ہے۔

قولہ ودخل: اس عبارت سے مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ عرض عام کے ذریعہ تعریف نہیں کی جاتی کیوں کہ تعریف کا مقصد ہے دیگر افراد سے ممتاز کرنا اور ظاہر ہے کہ عرض عام کے ذریعہ ممکن نہیں مثلاً حیوان کیا ہے تم نے کہا جسم اسود، کالا جسم ہے ظاہر ہے کہ اس تعریف سے کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ جس طرح حیوان جسم اسود ہوتا ہے اسی طرح غیر حیوان بھی جسم اسود ہوتا ہے۔

فصل: التعریفُ قد یکون حقیقیا کما ذکرنا وقد یکون لفظیا وھو ماَ یُقصَدُ به تفسیرُ مدلولِ اللفظِ کقولھم سعدانةٌ نبتٌ والغضنفر الاسدُ وھھُنا قد تمّ بحثُ التصوراتِ اَعنی القولَ الشارحَ.

ترجمہ: تعریف کبھی حقیقی ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور کبھی لفظی ہوتی ہے اور وہ ایسی تعریف ہے جس کے ذریعہ لفظ کے مدلول کی تفسیر مقصود ہو جیسے ان کا قول سعدانة نبت والغضنفر الاسد اور یہاں تصورات یعنی قول شارح کی بحث مکمل ہوئی۔

درس: بچو! معرف کی دو قسمیں ہیں معرف حقیقی، معرف لفظی، معرف حقیقی کی تعریف گذر چکی، اب معرف لفظی کی تعریف سنو!

معرف لفظی: غیر مشہور لفظ کی مشہور لفظ کے ذریعہ تعریف کرنا اسے معرف لفظی کہتے ہیں، جیسے سعدانۃٌ کی تعریف نبتٌ کے ذریعہ کیوں کہ سعدانۃٌ ایک خاص گھاس کا نام ہے لیکن غیر مشہور ہے اس لئے اس کی تعریف نبت کے ذریعہ تعریف لفظی ہے، اسی طرح الغضنفر کی تعریف الاسد کے ذریعہ جبکہ دونوں کا معنی ایک ہے تعریف لفظی ہے۔

بحمد اللہ یہاں تصورات کی بحث مکمل ہوئی۔

نقشہ

- لفظ
  - مفرد
    - اسم
      - متحد المعنی
        - علم
        - متواطی
        - مشکک
      - متکثر المعنی
        - مشترک
        - منقول
          - عرفی
          - شرعی
          - اصطلاحی
        - حقیقت
        - مجاز
    - کلمہ
    - ادات
  - مرکب
    - تام
      - خبر
      - انشاء
        - امر، نہی، استفہام، تمنی، ترجی
    - ناقص
      - تقییدی
        - اضافی
        - توصیفی
      - غیر تقییدی
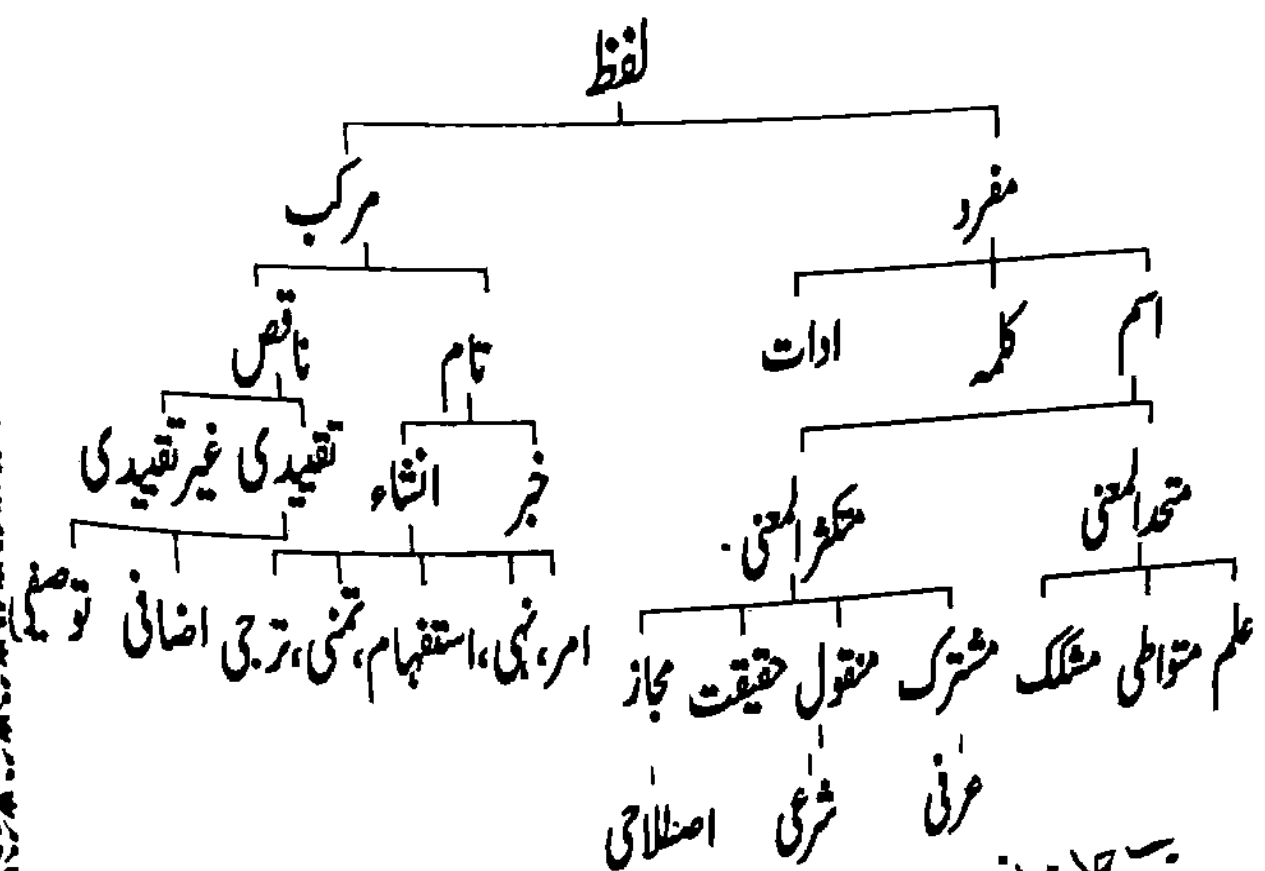
الباب الثانی فی الحجۃ ومایتعلق بہا۔ **فصل فی القضایا** القضیۃ قولٌ یحتمل الصدق والکذب وقیل ہو قولٌ یقال لقائلہ انہ صادقٌ فیہ او کاذبٌ۔

ترجمہ: دوسرا باب حجت اور اس چیز کے بیان میں ہے جو حجت سے متعلق ہیں۔ یہ فصل ہے قضیوں کے بیان میں، قضیہ ایسا قول جو صدق اور کذب کا احتمال رکھے اور کہا گیا ہے کہ وہ ایسا قول ہے جس کے کہنے والے کو یہ کہا جاسکے کہ وہ اپنے قول میں سچا ہے یا جھوٹا ہے۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ جب علم کی پہلی قسم تصور اور اس کی تفاصیل سے فارغ ہوئے تو اب علم کی دوسری قسم تصدیق (جسے حجت اور دلیل بھی کہتے ہیں) کی بحث کو شروع فرمارہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں یہ فصل ہے قضایا کے بیان میں اس کے بعد مصنفؒ نے قضیہ کی تعریف ہے، مصنفؒ نے اس کی دو طرح سے تعریف کی ہے۔

(۱) قضیہ اسے قول کا نام ہے جو صدق وکذب کا احتمال رکھے مثال کے طور پر کسی نے کہا بارش ہورہی ہے، ظاہر ہے کہ اس بات میں دونوں احتمالات ہیں ہوسکتا ہے کہ حقیقت میں بارش ہورہی ہو تو یہ کلام صادق ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بارش نہ ہورہی ہو تو یہ کلام کاذب ہوگا۔

(۲) کبھی قضیہ کی دوسری تعریف یوں کی جاتی ہے: قضیہ ایسے قول کا نام ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جاسکے۔

دونوں تعریفوں کا خلاصہ ایک ہے کہ اگر اس کی بات میں سچ یا جھوٹ کا احتمال ہو تو اسے قضیہ کہا جائے گا لیکن لفظی فرق یہ ہے کہ پہلی تعریف کے اعتبار سے صدق وکذب کلام کی صفت ہوں گے اور کہا جائے گا کلام صادق اور کلام کاذب اور دوسری تعریف کے اعتبار سے صدق وکذب متکلم کی صفت ہوں گے اور کہا جائے گا متکلم صادق اور کاذب، اسی بات کو مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں بیان کیا ہے اب عبارت کا ترجمہ دیکھو!

وهي قسمان: حمليةٌ وشرطيةٌ اما الحملية فَهُوَ ماحُكِمَ فيها بثبوتِ شئ لشئ اونفيه عنه كقولك زيد قائم وزيد ليس بقائم واما الشرطيةُ لما لا يكون فيه ذٰلك الحكمُ.

ترجمہ: اور قضیہ کی دو قسمیں ہیں، حملیہ اور شرطیہ، بہر حال حملیہ تو وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو کسی شئ کے ثبوت کا کسی شئ کیلئے یا کسی شئ کی نفی کا کسی شئ سے جیسے تیرا قول زید قائم (زید کھڑا ہے) اور زید لیس بقائم (زید کھڑا نہیں ہے) اور بہر حال شرطیہ تو وہ ایسا قضیہ ہے جس میں یہ حکم نہ ہو۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے تم نے قضیہ کی تعریف کو جانا، اب یہاں سے مصنفؒ قضیہ کے اقسام کو بیان کر رہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں، (۱) حملیہ (۲) شرطیہ۔

حملیہ کی تعریف: حملیہ وہ قضیہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کیلئے ثابت کیا گیا ہو، یا ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کی گئی ہو، اگر کسی چیز کو کسی چیز کیلئے ثابت کیا گیا ہے تو اسے قضیہ حملیہ موجبہ کہتے ہیں، جیسے زید قائم، زید کھڑا ہے اس مثال میں قیام کو زید کیلئے ثابت کیا گیا ہے، اور اگر کسی چیز کی کسی چیز سے نفی کی گئی ہو تو اسے قضیہ حملیہ سالبہ کہتے ہیں جیسے زید لیس بقائم، زید کھڑا نہیں ہے، اس مثال میں قیام کی نفی زید سے کی گئی ہے اس لئے یہ قضیہ حملیہ سالبہ ہے۔

قضیہ شرطیہ کی تعریف: قضیہ شرطیہ وہ قضیہ ہے جس میں کسی چیز کیلئے ثبوت شئ یا نفی شئ کا حکم نہ لگایا گیا ہو، مصنفؒ کی بات پوری ہوئی، اب عبارت دیکھو!

وقیل الشرطیة مَایَنْحَلُّ الی قضیتین کقولنا ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود ولیس البتة اذا کانت الشمس طالعة فاللیل موجود فاذا حذف الادوات بقی الشمس طالعة والنهار موجود والحملیة مالاینحل الی قضیتین بل ینحل اما الی مفردین کقولک زید قائم فانک اذا حذفت الرابطة اعنی هو بقی زید وقائم هما مفردان واما الی مفرد وقضیة کما فی قولک زید ابوه قائم فاذا حَلَّلْتَه بقی زید وهو مفرد وابوه قائم وهو قضیة.

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ شرطیہ وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں کی جانب منحل ہو جیسے ہمارا قول، ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود اور ليس البتة اذا كانت الشمس فالليل موجود، پس جب ادوات حذف کردیئے جائیں تو باقی رہ جائے گا الشمس طالعة اور النهار موجود، اور حملیہ وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں کی جانب نہ بنٹے بلکہ یا تو دو مفردوں کی طرف بنٹے جیسے تیرا قول زيد هو قائم کیوں کہ جب تم رابطہ یعنی هو کو حذف کردو گے تو باقی رہ جائے گا زید اور قائم اور یہ دونوں مفرد ہیں اور یا تو ایک مفرد اور ایک قضیہ کی جانب بنٹے جیسا کہ تیرے اس قول میں زيد ابوه قائم، چنانچہ جب تم اس کو بانٹو گے تو باقی رہ جائے گا زید اور یہ مفرد ہے اور (باقی رہ جائے گا) ابوه قائم اور یہ قضیہ ہے۔

درس: بچو! اس سے پہلے مصنفؒ نے قضیہ حملیہ وشرطیہ کی ایک تعریف کی تھی اب ان دونوں کی دوسری تعریف بیان فرمارہے ہیں، اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قضیہ سے حروف کو حذف کردینے کے بعد دونوں طرف جملہ باقی رہ جائے تو اسے قضیہ شرطیہ کہتے ہیں اور اگر حروف کو حذف کردینے کے بعد دونوں طرف جملہ باقی نہ رہے بلکہ دونوں طرف مفرد باقی رہے یا ایک طرف جملہ اور ایک طرف مفرد باقی رہے تو قضیہ حملیہ کہتے ہیں، ابھی بات پوری نہ ہوئی، انہیں مثالوں سے سمجھو! ان كانت الشمس طالعة كان النهار موجودا، اس مثال میں اگر ان كانت شروع سے اور كان اخیر سے حذف کردیا جائے تو الشمس طالعة اور النهار موجودا قضیہ شرطیہ ہے اسی طرح زيد ابوه قائم بھی حملیہ ہے کیوں کہ تحلیل کے بعد زيد اور ابوه قائم باقی رہے گا تو ایک طرف مفرد اور ایک جملہ ہے اور اگر تحلیل کے بعد ایک طرف مفرد اور ایک طرف جملہ باقی رہے تو اسے جملہ کہتے ہیں اس لئے زيد ابوه قائم حملیہ ہے، پیارے بچو! امید کہ تم نے حملیہ اور شرطیہ کی دو دو تعریفوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا، اب ترجمہ دیکھو!

الحملية ضربان موجبة وهى التى حُكِمَ فيها بثبوت شىء لشىء

وسالبةٌ وهی التی حُکِمَ فیها بنفیِ شیٔ عن شیٔ نحو الانسان حیوان والانسان لیس بفرس.

ترجمہ: حملیہ کی دو قسمیں ہیں، اور وہ ایسا قضیہ ہے جس میں کسی شئ کیلئے کسی شئ کے ثبوت کا حکم لگایا گیا ہو اور سالبہ ہو ایسا قضیہ ہے جس میں کسی شئ کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے الانسان حیوان، اور الانسان لیس بفرس.

درس: یہاں سے مصنف قضیہ حملیہ کی نسبت حکمیہ کے اعتبار سے تقسیم فرمارہے ہیں قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) موجبہ (۲) سالبہ۔

موجبہ کی تعریف: موجبہ وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں کسی شئ کیلئے کسی چیز کو ثابت کیا گیا ہو جیسے الانسان حیوان، انسان جاندار ہے، ظاہر ہے کہ اس میں حیوان کو انسان کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔

سالبہ کی تعریف: سالبہ وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں کسی شئ سے کسی شئ کی نفی کی گئی ہو جیسے الانسان لیس بفرس، انسان گھوڑا نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اس میں انسان سے گھوڑا ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

فصل: الحملية تلتئم من اجزاءِ ثلثةٍ احدُها المحكومُ عليه ويسمى موضوعا والثانی المحكومُ به ويسمى محمولا والثالث الدال على الرابط ويسمى رابطة ففی قولک زيد هو قائم زيد محكوم عليه وموضوع وقائم محكوم به ومحمول ولفظه هو نسبة ورابطة وقد تحذف الرابطة فی اللفظ دون المراد فيقال زيد قائم.

ترجمہ: حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے ان میں سے ایک محکوم علیہ ہے اور اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے اور دوسرا محکوم بہ ہے اور اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے اور تیسرا وہ جزء جو رابطہ پر دلالت کرے اور اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے چنانچہ تیرے اس قول زید ہو قائم میں زید محکوم علیہ اور موضوع ہے اور قائم محکوم بہ اور محمول ہے اور لفظ ہو نسبت

اور رابطہ ہے اور کبھی رابطہ کو لفظ میں حذف کر دیا جاتا ہے نہ کہ مراد میں چنانچہ زید قائم کہا جاتا ہے۔

درس : بچو! مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، اول محکوم علیہ، دوم محکوم بہ، سوم دال علی الرابط، محکوم علیہ کو موضوع کہا جاتا ہے، اور محکوم بہ کو محمول کہا جاتا ہے اور دال علی الرابط کو رابطہ کہا جاتا ہے دوسرے الفاظ میں تم یہ سمجھو کہ قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، اول مبتدا، دوم خبر، سوم رابطہ، مبتدا کا دوسرا نام محکوم علیہ ہے اور موضوع ہے اور خبر کا دوسرا نام محکوم بہ اور محمول ہے، جیسے زید ھو قائم یہ قضیہ حملیہ ہے اس میں تین اجزاء ہیں، ایک زید جو محکوم علیہ اور موضوع ہے اور دوسرا قائم جو محکوم بہ اور محمول ہے اور تیسرا لفظ جو زید اور قائم کے درمیان نسبت رابطہ پر دلالت کرتا ہے لہذا لفظ ھو نسبت اور رابطہ ہے۔

قولہ وقد تحذف: پیارے بچو! موضوع اور محمول کے درمیان ربط! در تعلق پر جو لفظ دلالت کرتا ہے جسے رابطہ کہا جاتا ہے اسے عربی زبان میں لفظ سے اکثر حذف کر دیا جاتا ہے لیکن مراد میں باقی رکھا جاتا ہے، جیسے زید قائم، زید عالم، زید ذاہب، ظاہر ہے کہ ان سب مثالوں میں ھو لفظ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

فصل : للشرطية ايضاً اجزاءٌ ويسمى الجزءُ الاوّلُ منها مقدما والجزءُ الثاني منها تاليا ففي قولک ان کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا، قولک ان کانت الشمس طالعة مقدم وقولک کان النهار موجودا تالٍ والرابطة هي الحكم بينهما.

ترجمہ: شرطیہ کیلئے بھی اجزاء ہیں، ان اجزاء میں سے پہلے جزء کو مقدم کہا جاتا ہے اور دوسرے جزء کو تالی، پس تمہارے اس قول ان کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا میں تمہارا یہ قول ان کانت الشمس طالعة مقدم ہے اور تمہارا یہ قول کان النهار موجودا تالی ہے اور رابطہ ان دونوں کے درمیان حکم ہے۔

درس: بچو! قضیہ حملیہ کی طرح قضیہ شرطیہ بھی تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، پہلے جزء کو مقدم کہا جاتا ہے اور دوسرے جزء کو تالی کہا جاتا ہے اور تیسرے جزء کو رابطہ کہا جاتا ہے، جیسے ان کانت الشمس طالعۃ کان النہار موجودا، یہاں ان کانت الشمس طالعۃ جو پہلا جزء ہے وہ مقدم ہے اور کان النہار موجودا جو دوسرا جزء ہے وہ تالی ہے اور تیسرا جزء رابطہ ہے، لیکن یہ یاد رکھو کہ قضیہ حملیہ کی طرح قضیہ شرطیہ میں رابطہ پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہ تو لفظاً مذکور ہوتا ہے اور نہ ہی معنیً بلکہ مقدم اور تالی کے درمیان جو اتصال اور انفصال کا حکم ہوتا ہے وہی حکم رابطہ کہلاتا ہے، مقدم اور تالی کے درمیان اتصال کے حکم کو ظاہر کرنے والے حروف کلمات شرط و جزاء ہیں جیسے ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود ان اور فا اور انفصال کے حکم کو ظاہر کرنے والے حروف اِمَّا اور اَوْ ہیں جیسے زید اِمَّا ان یکون عالماً او جاھلاً، دیکھو! ان مثالوں میں مقدم اور تالی کے درمیان نسبت رابطہ پر دلالت کرنے کیلئے کوئی لفظ نہ تو لفظاً مذکور ہے بلکہ پہلی مثال میں طلوع شمس اور وجود نہار کے درمیان لزوم اور اتصال کا حکم، یہی اتصال رابطہ ہے اور دوسری مثال میں زید کے عالم یا جاہل کے درمیان انفصال کا حکم ہے، یہی انفصال رابطہ ہے، عبارت کی وضاحت پوری ہوئی اب ترجمہ دیکھو!

فصل: وقد تُقَسَّمُ القضيةُ باعتبار الموضوعِ، فالموضوعُ ان كان جزئيا وشخصا معينا سميت القضيةُ شخصيةً ومخصوصةً كقولك زيد قائم وان لم يكن جزئيا بل كان كليا فهو على انحاءٍ لانها ان كان الحكمُ فيها على نفسِ الحقيقةِ تسمى القضيةُ طبعيةً نحو الانسان نوع والحيوان جنس وان كان على افرادها فلا يخلو اما ان يكون كميةُ الافراد فيها مبيَّنا او لم يكن فان بيّن كميةُ الافراد، تسمى القضية محصورةً كقولك كل انسان حيوان وبعض الحيوان انسان وان لم يُبيَّنْ يسمى القضية مهملةً نحو الانسان في خسر.

ترجمہ: اور کبھی قضیہ کی موضوع کے اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے، چنانچہ موضوع اگر جزئی اور شخص معین ہے تو اس قضیہ کو شخصیہ اور مخصوصہ کہا جاتا ہے جیسے تمہارا قول زید قائم اور اگر موضوع جزئی نہ ہو بلکہ کلی ہو تو یہ چند اقسام پر ہے، اس لئے کہ قضیہ میں اگر حکم نفس حقیقت پر ہے تو اس قضیہ کو طبعیہ کہا جاتا ہے، جیسے الانسان نوع اور الحیوان جنس اور اگر حکم افراد حقیقت پر ہے تو خالی نہیں ہے یا تو یہ کہ افراد کی مقدار بیان کردی گئی ہوگی یا بیان نہ کی گئی ہوگی پس اگر افراد کی مقدار بیان کردی جائے تو اس قضیہ کو محصورہ کہا جاتا ہے جیسے تمہارا قول کل انسان حیوان اور بعض الحیوان انسان، اور اگر نہ بیان کی جائے تو اس قضیہ کو مہملہ کہا جاتا ہے جیسے الانسان لفی خسر۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنف ”موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم فرمارہے ہیں پہلے تم دلیل حصر سمجھو اس کے بعد ہر ایک کی تفصیل الگ الگ سمجھنا!

دلیل حصر: قضیہ حملیہ کا موضوع دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہے اور شخص معین تو اسے قضیہ شخصیہ اور مخصوصہ کہا جاتا ہے اور اگر اس کا موضوع کلی ہے تو دو حال سے خالی نہیں، اس قضیہ میں حکم نفس حقیقت پر ہوگا یا افراد پر، اگر حکم نفس حقیقت پر ہے تو اسے قضیہ طبعیہ کہا جاتا ہے اور اگر حکم افراد پر ہے تو دو حال سے خالی نہیں، افراد کی مقدار بیان کی گئی ہے یا نہیں، اگر افراد کی مقدار بیان گئی ہے تو اسے قضیہ محصورہ کہا جاتا ہے اور اگر افراد کی مقدار بیان نہیں کی گئی ہے تو اسے قضیہ مہملہ کہا جاتا ہے، بچو! یہ تو دلیل تھی اب ہر ایک کی تعریف اور اس کا مطلب سمجھو!

قضیہ مخصوصہ: وہ قضیہ ہے جس کا موضوع شخص معین ہو اسے قضیہ مخصوصہ کہتے ہیں، قضیہ مخصوصہ کا دوسرا نام شخصیہ بھی ہے، اس کی پہچان بہت آسان ہے کہ جس قضیہ میں موضوع یعنی وہ چیز جس پر حکم لگایا گیا ہے جزء ہو یعنی متعین شئ ہو جیسے میں لکھ رہا ہوں، سعید آگیا، دہلی راجدھانی ہے، دیوبند شہر ہے، دیکھو ان سب مثالوں میں موضوع متعین شئ ہے اسلئے یہ سب کے سب قضیہ مخصوصہ ہیں۔

قضیہ طبعیہ: وہ قضیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے مفہوم پر ہو نہ کہ اس کے افراد پر۔ پیارے بچو! قضیہ طبعیہ کو سمجھنے سے پہلے تم یہ سمجھو کہ مفہوم اور افراد میں فرق ہے۔ دیکھو! کسی بھی چیز کو بنانے والے نے جب ایجاد کیا ہوگا تو اس کے ذہن میں یہ آیا ہوگا کہ مجھے فلاں قسم کی چیز تیار کرنی ہے، مثال کے طور پر ریڈیو بنانے والے نے سوچا ہوگا کہ مجھے ایسی چیز بنانی ہے جس سے دور دراز کی خبریں اور باتیں سنی جا سکیں، تو اس نے کچھ پرزے سوچے ہوں گے پھر ان کو بیٹھ کر کے دیکھا ہوگا پھر ریڈیو تیار ہوئی، تو ایک ریڈیو تو وہ ہے جو اس کے ذہن میں تیار ہوئی اور ایک ریڈیو تو وہ ہے جو باہر کی دنیا میں لوہے کے پرزوں سے تیار ہو کر ذہن کے خاکہ کے مطابق پائی گئی، تو ذہن میں غور وفکر کے بعد جو ریڈیو بنانے کا خاکہ اور نقشہ ہے وہ تو ہے ریڈیو کا مفہوم اور خارج میں جو چیز وجود میں آئی وہ تو اس کا فرد ہے، تو اب دیکھو جب کوئی یوں کہے کہ ریڈیو بہترین ایجاد ہے تو یہ بہترین ایجاد ریڈیو کے مفہوم کی بابت ہے نہ کہ ریڈیو کے مصداق اور افراد کیلئے کیوں کہ کہنے والا جب یہ کہتا ہے کہ ریڈیو بہترین ایجاد ہے تو اس کی مراد ریڈیو سے اوّل والی یعنی ذہنی ریڈیو ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ذہنی نقشہ کا نام مفہوم وہ حقیقت ہے اور اس کے مطابق خارجی وجود کا نام فرد اور مصداق ہے، اب قضیہ طبعیہ کو سمجھو! کہ اگر حکم مفہوم اور حقیقت پر ہے تو اسے قضیہ طبعیہ کہتے ہیں، جیسے قلم بہترین ایجاد ہے، ٹیلی ویژن بری ایجاد ہے، ظاہر ہے کہ حکم یہاں حقیقت پر ہے نہ کہ افراد پر، ہاں اگر یوں کہا جائے کہ قلم ٹوٹ گیا تو اب حکم فرد پر ہے نہ کہ حقیقت پر۔ پیارے بچو! امید کہ تم نے مفہوم و افراد کے درمیان فرق کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔

قضیہ محصورہ: وہ قضیہ ہے جس میں موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر ہو اور یہ بھی بیان کیا گیا ہو کہ حکم ہر ہر فرد پر ہے یا بعض افراد پر جیسے ہر انسان جاندار ہے، کوئی انسان پتھر

نہیں ہے، بعض کتابیں پرانی ہیں، ظاہر ہے کہ ان مثالوں میں افراد کی مقدار کو بیان کر دیا گیا ہے اس لئے یہ قضیہ محصورہ ہیں۔

قضیہ مہملہ: وہ قضیہ ہے جس میں حکم کلی کے افراد پر ہو لیکن اس میں افراد کے مقدار کو بیان نہ کیا گیا ہو جیسے انسان جاندار ہے، طلبہ محنتی ہیں، انسان خسارے میں ہیں ظاہر ہے کہ ان مثالوں میں کل یا بعض کی کوئی تفصیل نہیں ہے کہ تمام انسان جاندار ہیں یا بعض اسی طرح تمام طلبہ محنتی ہیں یا بعض، تمام انسان خسارے میں ہیں یا بعض، بچو! امید کہ تم نے قضیہ حملیہ کے اقسام اربعہ کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا، اب عبارت کا ترجمہ دیکھو!

فصل: المحصورات اربعٌ احدُها الموجبة الكلية كقولك كل انسان حيوان والثانية الموجبة الجزئية نحو بعض الحيوان اسود والثالثة السالبة الكلية نحو لاشئ من الزنجي بابيض والرابعة السالبة الجزئية نحو بعض الانسان ليس باسود.

ترجمہ: محصورات چار ہیں، ان میں سے الموجبۃ الکلیہ جیسے تمہارا قول ہر انسان حیوان ہے اور دوسرا موجبۃ جزئیہ جیسے بعض حیوان کالے ہیں، اور تیسرا سالبہ کلیہ جیسے کوئی حبشی سفید نہیں ہے، اور چوتھا سالبہ جزئیہ جیسے بعض انسان کالے نہیں ہیں۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے تم نے قضیہ محصورہ کی تعریف پڑھا تھا اب مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں (۱) موجبہ کلیہ (۲) موجبہ جزئیہ (۳) سالبہ کلیہ (۴) سالبہ جزئیہ۔

دلیل حصر: محصورہ میں افراد پر جو حکم ہوگا یا تو مثبت ہوگا یا منفی، اگر مثبت ہے تو سب افراد کیلئے ہوگا یا بعض کے لئے، اگر سب افراد کیلئے ہو تو موجبہ کلیہ ہے اور اگر بعض افراد کیلئے ہے تو موجبہ جزئیہ ہے اور اگر منفی ہے تو نفی سب افراد سے ہوگی یا بعض افراد سے، اگر سب افراد سے ہے تو سالبہ کلیہ ہے اور اگر بعض افراد سے ہے تو سالبہ جزئیہ۔

ہر ایک کی تعریف

موجبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے ہر ہر فرد کیلئے محمول کو ثابت کیا گیا ہو، جیسے ہر انسان جاندار ہے، تمام طلبہ ذہین ہیں۔

موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد کیلئے محمول کو ثابت کیا گیا ہو جیسے بعض جان دار انسان ہیں، بعض لوگ نیک ہیں۔

سالبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے ہر ہر فرد سے محمول کی نفی کی گئی ہو جیسے کوئی انسان پتھر نہیں ہے۔

سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ جس میں موضوع کے بعض افراد سے محمول کی نفی کی گئی ہو جیسے بعض جان دار انسان نہیں ہیں۔

پیارے بچو! منطق میں عام طور پر محصورات اربعہ سے بحث ہوتی ہے اس لئے ان کو خوب یاد کرو۔

فصل: الذی یُبَیِّنُ به کمیةُ الافرادِ من الکلیة والبعضیة یسمی سورا وهو ماخوذ من سور البلد.

وسور الموجبةِ الکلیةِ کل ولام الاستغراق وسور الموجبة الجزئیة بعض وواحد من الجسم جماد وسورُ السالبةِ الکلیةِ لاشیٔ ولا واحد نحو لا شیٔ من الغراب بابیض ولاواحد من النار بارد ووقوعُ النکرةِ تحت النفی، نحو مامن ماء الا وهو رَطْبٌ وسور السالبةِ الجزئیةِ لیس بعض کقولک لیس بعض الحیوان بحمار، وبعض لیس کما تقول بعض الحلو لیس بحلو، اعلم ان فی کل لسان سورا یخصها ففی الفارسیة لفظ هر سور الموجبة الکلیة کقول الشاعر. بیت۔

ہر آن کس در بند حرص اوفتاد ☆ دہد خرمن زندگانی بباد

ترجمہ: وہ لفظ جس کے ذریعہ افراد کی مقدار، کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے، اسے سور کہا جاتا ہے اور یہ سور البلد سے ماخوذ ہے اور موجبہ کلیہ کا سور کل اور لام استغراق اور موجبہ جزئیہ کا سور بعض اور واحد ہے جیسے بعض وواحد من الجسم جماد (بعض جسم جماد اور پتھر ہیں)، اور سالبہ کلیہ کا لاشئ اور لا واحد ہے جیسے لاشئ من الغراب بابیض کوئی کوا سفید نہیں ہے، اور لا واحد من النار ببارد (کوئی آگ ٹھنڈی نہیں ہے) اور نکرہ کا نفی کے تحت واقع ہونا جیسے ما من ماء الا وھو رطب (نہیں ہے کوئی پانی مگر وہ تر ہے)، اور سالبہ جزئیہ کا سور لیس بعض ہے جیسے تمہارا قول لیس بعض الحیوان بحمار (بعض حیوان گدھے نہیں ہیں) اور بعض لیس ہے جیسے تم کہتے ہو بعض الفواکہ لیس بحلو (بعض میوے میٹھے نہیں ہیں)، جان لو کہ ہر زبان میں سور ہے جو اسی زبان کے ساتھ خاص ہے چنانچہ فارسی میں لفظ ہر موجبہ کلیہ کا سور ہے جیسے شاعر کا قول:-

ہر آں کس کہ در بند حرص اوفتاد ☆ دہد خرمن زندگانی بباد

(ہر وہ شخص جو لالچ کے پھندے میں پڑتا ہے، زندگی کے کھلیان کو ہوا دیتا ہے)

درس: پیارے بچو! تم یہ جانتے ہو کہ قضیہ محصورہ میں حکم موضوع کے افراد پر لگایا گیا ہے اور اس میں افراد کی مقدار کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے، اب یہاں سے مصنف ان الفاظ کو بیان فرما رہے ہیں جن کے ذریعہ الفاظ کی مقدار کلیت اور بعضیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے، ان الفاظ کو سور کہا جاتا ہے، یہ سور البلاد سے ماخوذ ہے اور سور البلاد شہر کی اس چہار دیواری کو کہتے ہیں جو شہر کو گھیرے رہتی ہے اور اس کا احاطہ کئے رہتی ہے جسے قلعہ کہا جاتا ہے، تو جس طرح چاروں طرف سے قلعہ شہر کو گھیر لیتا ہے اور اس کا احاطہ کئے ہوتا ہے اسی طرح یہ الفاظ بھی موضوع کے افراد کو گھیر لیتے ہیں اور ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، یہ تو ہوئی سور اور سور البلاد میں مناسبت اور محصورات اربعہ میں سے ہر ایک کا سور دیکھو تہ نعیمیہ

موجبہ کلیہ کا سور: لفظ کل اور لا استغراق ہے یعنی کل اور لام استغراق کے ذریعہ

معلوم ہوگا کہ یہ موجبہ کلیہ ہے، کیوں کہ موجبہ کلیہ میں محمول کے ثبوت کا حکم موضوع کے تمام افراد پر لگایا جاتا ہے اور کل اور لا استغراق بھی موضوع کے تمام افراد پر دلالت کرتے ہیں گویا یہ دونوں موضوع کے افراد کا احاطہ کر لیتے ہیں، جیسے کل انسان ناطق، ہر انسان ناطق ہے اور جیسے ان الانسان لفی خسر، تمام انسان خسارے میں ہیں اسی طرح الحمد للہ، تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔

موجبہ جزئیہ کا سور: بعض اور واحد ہے، کیوں کہ موجبہ جزئیہ میں محمول کے ثبوت کا حکم موضوع کے بعض افراد پر لگایا جاتا ہے اور بعض اور واحد بھی موضوع کے بعض افراد پر دلالت کرتے ہیں، گویا یہ دونوں موضوع کے بعض افراد کا احاطہ کر لیتے ہیں، جیسے بعض من الجسم جماد اور واحد من الجسم جماد، یعنی بعض جسم جماد ہیں دیکھو یہاں جماد ہونے کا حکم جسم کے بعض افراد پر لگایا گیا ہے۔

سالبہ کلیہ کا سور: لاشی اور لا واحد ہے جیسے لاشی من الغراب بابیض، کوئی کوا سفید نہیں ہے دیکھو کوا کے ہر ہر فرد سے ابیض ہونے کی نفی کی گئی ہے اسی طرح لا واحد من النار بارد، کوئی آگ ٹھنڈی نہیں ہے، دیکھو! یہاں آگ کے ہر ہر فرد سے ٹھنڈے ہونے کی نفی کی گئی ہے اس لئے یہ دونوں سالبہ کلیہ کے سور ہیں، اسی طرح اگر نکرہ نفی کے تحت واقع ہو تو یہ بھی سالبہ کلیہ ہے کیوں کہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے جیسے ما من ماء الا وھو رطب یعنی پانی کا کوئی فرد نہیں ہے مگر وہ تر ہے، اس مثال میں دیکھو! نکرہ تحت النفی واقع ہے یعنی پانی کے ہر فرد سے غیر ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

سالبہ جزئیہ کا سور: لیس بعض ہے جیسے لیس بعض الحیوان بحمار، بعض حیوان گدھا نہیں ہے، یہاں بعض حیوان سے حمار ہونے کی نفی کی گئی ہے اسی طرح سالبہ جزئیہ کا سور بعض لیس ہے جیسے بعض الفواکہ لیس بحلو، بعض میوے میٹھے نہیں ہیں، یہاں میوے کے بعض افراد سے میٹھاپن کی نفی کی گئی ہے۔

اعلم: مصنف "قرتاتے ہیں کہ محصورات اربعہ کیلئے سور کا ہونا صرف عربی زبان

کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر زبان میں سور ہوتا ہے جو اسی زبان کے ساتھ خاص ہوتا ہے جیسے فارسی زبان میں موجبہ کلیہ کا سور، لفظ ہر آتا ہے جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں اس کا ذکر ہے۔

ہر آں کس کہ در بند حرص اوفتاد

دہدرید خرمن زندگانی بباد

دیکھو! اس شعر میں انسان کے ہر ہر فرد کیلئے یہ حکم ہے کہ جو شخص حرص وہوس میں پڑتا ہے اور لالچی ہوتا ہے اس کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے اور وہ ہر جگہ ذلیل وخوار ہوتا ہے، بچو! عبارت کی وضاحت ہو چکی اب ترجمہ دیکھو! ۔

فصل: قدجرت عادةُ الميزاتيين اَنَّهُمْ يُعَبِّرُوْنَ عن الموضوع بج وعن المحمول بب، فمتى ارادوا التعبير عن الموجبة الكلية يقولون كل ج ب ومقصودهم من ذٰلك الايجاز ودفع توهم الانحصار۔

ترجمہ: منطقیین کی عادت جاری ہے کہ وہ موضوع ج سے اور محمول کو ب سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ جب وہ ارادہ کرتے ہیں موجبہ کلیہ کی تعبیر کا تو کہتے ہیں کل ج ب، اور ان کا مقصد اس سے اختصار، اور انحصار کے وہم کو دور کرنا ہے۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنفؒ مناطقہ کی ایک خاص عادت کا تذکرہ فرمارہے ہیں، مناطقہ کی عادت یہ ہے کہ موضوع کو ج سے اور محمول کو ب سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ جب وہ موجبہ کلیہ کی تعبیر فرمانا چاہتے ہیں تو موضوع کی جگہ ج اور محمول کی جگہ ب لاکر یوں کہتے ہیں، کل ج ب، اسی طرح موجبہ جزئیہ کیلئے بعض ج ب، اور سالبہ کلیہ کیلئے لاشئ من ج ب، اور سالبہ جزئیہ کیلئے بعض ج لیس ب۔ کل ج ب کا مطلب ہوگا کل انسان حیوان، کل طالب مجتہد، جو بھی موجبہ کلیہ کی مثال ہوسکتی ہے۔

اب تمہارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں تو مصنفؒ نے اس کا جواب دیا کہ دو وجہوں سے ایسا کرتے ہیں، پہلی اختصار کے پیش نظر، کیوں کہ یہ بات

ظاہر ہے کہ کل انسان حیوان، یا دیگر موجبہ کلیہ کی مثال کے مقابلہ میں کل ج ب زیادہ مختصر ہے، دوسری وجہ ایک وہم کو دور کرنا ہے، وہ وہم یہ ہے کہ مناطقہ جب بھی کوئی مثال دینا چاہتے ہیں تو موضوع کیلئے انسان اور محمول کیلئے حیوان ہی کو استعمال کرتے ہیں تو اس سے ایک وہم اور شک پیدا ہوتا ہے کہ کیا موضوع اور محمول ان دونوں کے ساتھ خاص ہے ان دونوں کے علاوہ کوئی اور لفظ نہیں ہے اسی وہم کو دور کرنے کیلئے مناطقہ نے یہ طریقہ اختیار کیا تاکہ ہر شخص اپنے اپنے اعتبار سے مثال منطبق کرلے، ظاہر ہے کہ اس سے طلبہ کے ذہن کو جلا ملے گی اور تلاش وجستجو کا مادہ پیدا ہوگا۔

فصل: الحملُ فی اصطلاحِهم اِتحادُ المتغائرَینِ فی المفهوم بحسب الوجودِ، ففی قولک زید کاتب وعمرو شاعر، مفهوم زید مغائر لمفهوم کاتب لکنها موجودان بوجود واحد وکذا مفهوم عمرو وشاعر متغائر، وقد اتحدا فی الوجود ثم الحمل علی قسمین لانه ان کان بواسطة فی اوذو اواللام کما فی قولک زید فی الدار، والمال لزید، وخالد ذومال، یسمی الحمل بالاشتقاق وان لم یکن کذلک بل یحمل شئ علی شئ بلا واسطة هذه الوسائط یقال له الحمل بالمواطاة نحو عمرو طبیب وبکر فصیح.

ترجمہ: حمل ان کی اصطلاح میں مفہوم میں دو متغایر چیزوں کے وجود کے اعتبار سے متحد ہونا ہے، چنانچہ تمہارے اس قول زید کاتب وعمرو شاعر میں زید کا مفہوم کاتب کے مفہوم کے اعتبار سے متغایر ہے لیکن یہ دونوں ایک ہی وجود کے اعتبار سے موجود ہیں، اور اسی طرح عمرو اور شاعر کا مفہوم متغایر ہے جبکہ دونوں وجود میں متحد ہیں، پھر حمل دو قسم پر ہے اس لئے کہ اگر یہ فی، ذو، یا لام کے واسطہ سے ہے جیسا کہ تمہارے اس قول کہ زید فی الدار، المال لزید، اور خالد ذومال میں ہے تو اسکا حمل بالاشتقاق نام رکھا جاتا ہے، اور اگر اس طرح نہ ہو بلکہ کسی چیز کا حمل کسی چیز کے اوپر کیا جائے، ان وسائط کے واسطہ کے بغیر تو اسے حمل بالمواطاۃ کہتے ہیں جیسے عمرو طبیب وبکر فصیح۔

پیارے بچو! اس سے پہلے تم نے پڑھا کہ قضیہ حملیہ میں محمول کو موضوع پر حمل کیا جاتا ہے تو اب مصنفؒ یہاں سے حمل کی تعریف اور اس کے اقسام کو بیان فرمار ہے ہیں۔

حمل کی تعریف: مفہوم کے اعتبار سے دو متغایر چیزوں کے وجود کے اعتبار سے متحد ہونے کو حمل کہا جاتا ہے اسے مثالوں کے ذریعہ سمجھو! تم نے کہا زید کاتب، زید کاتب ہے، دیکھو اس مثال میں زید اور کاتب مفہوم کے اعتبار سے الگ الگ ہیں کیوں کہ زید ذات پر اور کاتب وصف پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ذات اور وصف دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے، الغرض زید اور کاتب مفہوم کے اعتبار سے الگ الگ ہیں لیکن ۔جود کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں، کیوں کہ جو زید ہے وہی کاتب ہے اور جو کاتب ہے وہی زید ہے اسی طرح عمرو شاعر، عمرو شاعر ہے، شاعر کا حمل عمرو پر ہے دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے لیکن دونوں وجود کے اعتبار سے متحد ہیں جو عمرو ہے وہی شاعر ہے اور جو شاعر ہے وہی عمرو ہے، خلاصہ یہ کہ کسی چیز کے ثبوت یا اسکی نفی کے حکم کو کسی چیز پر لا دینے کا نام حمل ہے۔

حمل کے اقسام

حمل کی دو قسمیں ہیں (۱) حمل بالاشتقاق (۲) حمل بالمواطاۃ۔

حمل بالاشتقاق: وہ حمل ہے جو فی یا ذو یا لام کے واسطے سے ہو، جیسے زید فی الدار، المال لزید، خالد ذو مال، دیکھو! ان تینوں مثالوں میں محمول کا حکم موضوع پر فی، ذو، اور لام کے واسطے سے لگایا گیا ہے لہذا یہ سب حمل بالاشتقاق ہے۔

وجہ تسمیہ: اس حمل کو حمل بالاشتقاق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جس طرح مشتق مشتق منہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح یہ حمل مذکورہ واسطوں کا محتاج ہوتا ہے۔

حمل بالمواطاۃ: وہ حمل ہے جو مذکورہ واسطوں کا محتاج نہ ہو جیسے عمرو طبیب، بکر فصیح، اللہ واحد، دیکھو ان تینوں مثالوں میں محمول کا حکم موضوع پر بغیر کسی واسطہ کے ہے لہذا یہ حمل بالمواطاۃ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس حمل کو حمل بالمواطاۃ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مواطاۃ کے معنی موافقت کے ہیں، اوراس حمل میں بھی موضوع اور محمول مصداق کے اعتبار سے موافق اور متحد ہوتے ہیں جیسے عمرو طبیب میں جو عمرو ہے وہ طبیب ہے اور جو طبیب ہے وہ عمرو ہے، بخلاف زید فی الدار کے جو زید ہے وہ الدار نہیں ہے اور جو الدار ہے وہ زید نہیں ہے۔

فصل: تقسیمٌ اخرُ للحملیة موضوعُ الحملیةِ ان کان موجوداً فی الخارجِ وکان الحکمُ فیھا باعتبارِ تحققِ الموضوعِ و وجودِہ فی الخارج کانت القضیۃ خارجیۃً وان کان موجوداً فی الذِہْنِ وکان الحکمُ باعتبار خصوصِ وجودِہ فی الذِّہْنِ کانت ذھنیۃً نحو الانسان کلیٌّ وان کان الحکمُ باعتبارِ تقررِہ فی الواقعِ مع عزل النظر عن خصوصیۃ ظرف الخارج اوللذھن سمیت القضیۃ حقیقیۃً نحو الاربع زوج، والستۃ ضعف الثلاثۃ.

ترجمہ: حملیہ کی ایک دوسری تقسیم ہے، حملیہ کا موضوع اگر خارج میں موجود ہے اور حکم اس قضیہ میں موضوع کے تحقق اور اس کے وجود خارجی کے اعتبار سے ہے تو یہ قضیہ خارجیہ ہے جیسے الانسان کاتب اور اگر حملیہ کا موضوع ذہن میں موجود ہے اور حکم اس کے بالخصوص ذہن میں پائے جانے کے اعتبار سے ہے تو یہ قضیہ ذہنیہ ہے جیسے الانسان کلیٌّ اور اگر حکم اس کے واقع میں ثابت ہونے کے اعتبار سے ہے خارج میں یا ذہن کے ظرف کی خصوصیت سے قطع نظر کرتے ہوئے تو اس کا نام قضیہ حقیقیہ رکھا گیا ہے جیسے الاربعۃ زوج (چار جفت ہے) اور الستۃ ضعف الثلاثۃ (چھ تین کا دوگنا ہے)۔

پیارے بچو! اس عبارت کو سمجھنے سے پہلے تم یہ سمجھو کہ وجود کی تین قسمیں ہیں، (۱) وجود خارجی (۲) وجود ذہنی (۳) وجود نفس الامری۔

وجود خارجی: کسی چیز کا خارج میں پایا جانا وجود خارجی ہے جیسے مدرسہ، گھر، قلم، وغیرہ۔

وجود ذہنی: کسی چیز کا ذہن میں پایا جانا وجود ذہنی ہے جیسے انسان کا کلی ہونا، عبد
الرحمن کا جزئی ہونا، ظاہر ہے کلیت و جزئیت کا تعلق ذہن سے ہے نہ کہ خارج سے۔
وجود نفس الامری: کسی چیز کا وجود بالذات ہو، کسی کے فرض کرنے پر موقوف نہ ہو،
چاہے وہ وجود ذہن میں ہو، یا خارج میں ہو تو یہ وجود نفس الامری ہے، جیسے چار کا جفت
ہونا، ظاہر ہے کہ حقیقت میں چار جفت ہوتا ہے چاہے کوئی فرض کرے یا نہ کرے۔
پیارے بچے! جب تم نے وجود کی تینوں قسموں کو جان لیا، تو اب یہ سمجھو کہ قضیہ حملیہ کی
وجود کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں (۱) قضیہ خارجیہ (۲) قضیہ ذہنیہ (۳) قضیہ حقیقیہ۔
قضیہ خارجیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں حملیہ کا موضوع خارج میں موجود ہو اور اس
میں محمول کا ثبوت یا سلب کا حکم خارج کے اعتبار سے لگایا گیا ہو، جیسے الانسان کاتب، اس
مثال میں انسان موضوع ہے جو کہ خارج میں موجود ہے نیز اس کتابت کو انسان کیلئے
ثابت کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ یہ بھی خارج کے اعتبار سے ہے کیوں کہ انسان خارج میں ہی
بالفعل کاتب ہوتا ہے، اسی طرح خالد لیس بکاتب، دیکھو! اس مثال میں زید موضوع ہے
جو کہ خارج میں موجود ہے، اور اس پر کتابت کی نفی کا حکم لگایا گیا ہے اور یہ حکم خارج کے
اعتبار سے ہے، اس لئے یہ قضیہ خارجیہ ہے۔
قضیہ ذہنیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع ذہن میں موجود ہو اور حکم بھی ذہن کے
اعتبار سے لگایا گیا ہو جیسے الانسان کلی دیکھو اس مثال میں انسان موضوع ہے جو ذہن میں
موجود ہے اور اس پر کلی ہونے کا حکم لگایا گیا ہے ظاہر ہے کہ کلی ہونے کا تعلق ذہن سے ہے
نہ کہ خارج سے اسلئے اس قضیہ کو قضیہ ذہنیہ کہتے ہیں۔
قضیہ حقیقیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں محمول کے ثبوت یا سلب کا حکم، محض واقع اور
نفس الامر کے اعتبار سے لگایا گیا ہو، خارج اور ذہن سے قطع نظر کرتے ہوئے، جیسے
الاربعۃ زوج، چار جفت ہے، اور الستۃ ضعف الثلاثۃ، چھ تین کا دوگنا ہے، دیکھو! ان دونوں
مثالوں میں جفت ہونے کا ثبوت چار کیلئے اور دوگنا ہونے کا ثبوت چھ کیلئے محض واقع

اور نفس الامری کے اعتبار سے ہے، خارج اور ذہن سے کوئی بحث نہیں ہے، اس لئے یہ قضیہ حقیقیہ ہے۔

فصل: القضية الموجبةُ وكذا السالبةُ تنقسمان الى معدولة وغيرمعدولة فالمعدولة ما يكون فيه حرفُ السلبِ جزء من الموضوع اومن المحمول او كليهما، مثال الاوّل قولنا اللاحی جمادٌ، مثال الثانی زيد لا عالم مثال الثالث اللاحی لا عالم هذا فی الايجاب واما فی السلب فمثال الاوّل اللاحی ليس بعالم ومثال الثانی العالم ليس بلاحی ومثال الثالث اللاحی ليس بلا جماد وغير المعدولة بخلافها ويسمى غير المعدولة فی الموجبة بالمحصلة وفی السالبة بالبسيطة.

ترجمہ: قضیہ موجبہ اور اسی طرح سالبہ منقسم ہوتے ہیں معدولۃ اور غیر معدولۃ کی طرف پس معدولۃ وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع کا جزء ہو یا محمول کا جزء ہو یا دونوں کا جزء ہو اوّل کی مثال اللاحی جماد (غیر جاندار جماد ہے) ثانی کی مثال زید لاعالم (زید غیر عالم ہے) ثالث کی مثال اللاحی لاعالم (غیر جاندار غیر عالم ہے) یہ ایجاب میں ہے اور بہر حال سلب میں تو اوّل کی مثال اللاحی لیس بعالم (غیر جاندار عالم نہیں ہے) اور دوسری کی مثال العالم لیس بلاحی (عالم غیر جاندار نہیں ہے) اور تیسری کی مثال اللاحی لیس بجماد (غیر جاندار جماد نہیں ہے) اور غیر معدولۃ اس کے برخلاف ہے اور غیر معدولہ کا نام موجبہ میں محصلہ رکھا جاتا ہے اور سالبہ میں بسیطہ۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے مصنفؒ نے بتایا تھا کہ قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) قضیہ حملیہ موجبہ (قضیہ حملیہ سالبہ)، اب مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قضیہ حملیہ موجبہ اور قضیہ حملیہ سالبہ کی دو قسمیں ہیں (۱) معدولۃ (۲) غیر معدولۃ۔ پھر معدولۃ کی تین قسمیں ہیں (۱) معدولۃ الموضوع (۲) معدولۃ المحمول (۳) معدولۃ الطرفین، تو کل چھ قسمیں ہو گئیں (۱) موجبہ معدولۃ الموضوع (۲) موجبہ معدولۃ المحمول (۳) موجبہ معدولۃ

الطرفین (۴) سالبہ معدولۃ الموضوع (۵) سالبۃ معدولۃ المحمول (۶) سالبہ معدولۃ الطرفین۔ پہلے تم معدولۃ کو سمجھو! تو یہ چھ قسمیں خود بخود سمجھ میں آجائیں گی۔

معدولۃ: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب کسی کا جزء ہو گیا ہو اور اپنے معنی اصلی نفی سے عدول کر گیا ہو اور اس میں نفی کا معنی باقی نہ ہو جیسے تم کہتے ہو، نابینا آیا، اس میں نا حرف سلب ہے لیکن بینا کا جزء بن گیا ہے اب اس میں نفی کا معنی نہیں ہے بلکہ اس کا ترجمہ ہوگا اندھا، جب تم نے معدولۃ کا مطلب سمجھ لیا تو اب یہ سمجھو! کہ اگر حرفِ سلب موضوع کا جزء بنا ہے تو اسے معدولۃ الموضوع کہتے ہیں اور اگر حرفِ سلب محمول کا جزء بنا ہے تو معدولۃ المحمول کہتے ہیں اور اگر حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جزء بنا ہے تو اسے معدولۃ الطرفین کہتے ہیں پھر اگر وہ قضیہ حملیہ جس میں حرف سلب جزء بنا ہے موجبہ ہے تو اسے موجبہ معدولۃ الموضوع، موجبہ معدولۃ المحمول، اور موجبہ معدولۃ الطرفین کہا جائے گا، اور اگر وہ قضیہ جس میں حرف سلب جزء بنا ہے سالبہ ہے تو سالبہ معدولۃ الموضوع، سالبہ معدولۃ المحمول، اور سالبہ معدولۃ الطرفین کہا جائے گا پہلے مصنفؒ نے موجبہ کی تینوں قسموں کی مثالیں دی ہیں۔

موجبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ ہے جس میں حرفِ سلب موضوع کا جزء بنا ہو جیسے اللاحی جماد، اس میں دیکھو! لا حرف سلب ہے جس کے معنی ہیں نہیں، لیکن یہاں حی کا جزء بن گیا ہے۔ اب ترجمہ ہوگا غیر جاندار بے جان ہے جیسے تم کہتے ہو، نابینا نیک ہے۔

موجبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب محمول کا جزء بن گیا ہو جیسے زید لاعالم، زید غیر عالم ہے، اس میں حرف سلب عالم محمول کا جزء بن گیا ہے اب ترجمہ ہوگا زید غیر عالم ہے، جیسے تم کہتے ہو، زید نابینا ہے، اس میں نابینا محمول کا جزء بن گیا ہے اور زید بینا نہیں کیونکہ کا ترجمہ نہیں ہوگا۔

موجبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جزء بن گیا ہو جیسے لاحی لاعالم، دیکھو! اس میں لا حی کا جزء بن گیا ہے جو کہ موضوع

ہے اور عالم کا جزء بن گیا ہے جو کہ محمول ہے، اب ترجمہ دیکھو! غیر جاندار غیر عالم ہے، یہ تو موجبہ کی مثالیں تھیں اس کے بعد سالبہ کی مثالیں دیکھو۔

سالبہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ سالبہ ہے جس میں حرف سلب موضوع کا جزء بن گیا ہو جیسے اللاحی لیس بعالم ، غیر جاندار عالم نہیں ہے، اس میں یہ قضیہ سالبہ ہے اور لاحی کا جزء بن گیا ہے جو کہ موضوع ہے۔

قضیہ سالبہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب محمول کا جزء بن گیا ہو جیسے العالم لیس بلاحی، عالم غیر جاندار نہیں ہے، دیکھو! یہ قضیہ سالبہ ہے اور لاحی کا جزء بن گیا ہے جو کہ موضوع ہے۔

قضیہ سالبہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع اور محمول دونوں کا جزء بن گیا ہو، جیسے اللاحی لیس بلا جماد ، لاحی لا جماد نہیں ہے، دیکھو! یہ قضیہ سالبہ ہے اور لا موضوع اور محمول دونوں کا جزء بن گیا ہے، اب ترجمہ ہوگا، غیر جاندار بے جان نہیں ہے۔

بچو! تم نے معدولۃ کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا اب غیر معدولۃ کو سمجھو!

غیر معدول وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب کسی کا جزء نہ ہو جیسے زید عالم، خالد کاتب، المدرسۃ جمیلۃ، الطالب مجتہد، یہ سب قضیہ غیر معدولۃ ہیں کیوں کہ اس میں حرف سلب کسی کا جزء نہیں ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر غیر معدولۃ موجبہ ہو تو اسے محصلہ کہا جاتا ہے اور اگر سالبہ ہو تو اسے بسیطہ کہا جاتا ہے۔

فصل: قد يُذكرُ الجهةُ في القضيةِ فيسمى موجهةً ورباعيةً ايضاً والموجهاتُ خمسةَ عشرَ، ثمانيةٌ منها بسيطةٌ وسبعةٌ منها مركبةٌ.

ترجمہ: اور کبھی قضیہ میں جہت ذکر کی جاتی ہے، تو اسے موجہہ اور رباعیہ بھی کہا جاتا ہے اور موجہات پندرہ ہیں، ان میں سے آٹھ بسیطہ ہیں اور ان میں سے سات مرکبہ ہیں۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ جب قضیہ کے اجزاء کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب قضیہ کی جہت کو بیان فرمارہے ہیں، تم یہ سمجھو کہ محمول کی جب موضوع کی طرف نسبت کی جائے تو وہ نسبت نفس الامری میں کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ ضرور متصف ہوگی، واجب ہوگی، یا ممتنع ہوگی یا ممکن، تو جو کیفیت نفس الامری میں پائی جاتی ہے اسے مادۂ قضیہ کہتے ہیں اور اس نفس الامری کیفیت پر جو لفظ دلالت کرتا ہے اسے جہت قضیہ کہتے ہیں اور اگر قضیہ میں اس کیفیت کو صراحۃً بیان کر دیا گیا تو قضیہ موجہ کہتے ہیں اور اگر قضیہ میں اس کیفیت کو صراحۃً بیان نہیں کیا گیا تو اسے قضیہ مطلقہ کہتے ہیں پھر قضیہ میں جو کیفیت مذکور ہے اگر واقع کے مطابق ہے تو اسے قضیہ صادق کہتے ہیں اور اگر قضیہ میں جو کیفیت مذکور ہے واقع کے مطابق نہیں ہے تو اسے قضیہ کاذبہ کہتے ہیں، قضیہ موجہ کی تعداد کل پندرہ ہیں جن میں آٹھ بسیطہ ہیں اور سات مرکبہ ہیں۔

بسیطہ کی تعریف: بسیطہ وہ قضیہ موجہ ہے جس میں حکم یا تو صرف ایجاب کا ہو یا صرف سلب کا جیسے **الانسان حیوان بالضرورۃ**، موجبہ میں **الانسان لیس بحجر بالضرورۃ** (سالبہ میں) دیکھو! پہلے قضیہ میں حکم صرف ایجاب کا اور دوسرے قضیہ میں حکم صرف سلب کا ہے لہٰذا یہ دونوں بسیطہ ہیں۔

مرکبہ کی تعریف: مرکبہ وہ قضیہ موجہ ہے جس میں حکم ایجاب وسلب دونوں کا ہو پہلا صراحۃً اور دوسرا اشارۃً۔

بچو! یہاں تک مصنفؒ کی بات پوری ہوئی لیکن چند مزید باتیں سنو! تاکہ آگے سمجھنے میں پریشانی نہ ہو، نفس الامر میں جو کیفیت ہوتی ہے وہ کئی طرح کی ہوتی ہے، کبھی تو وجوبی ہوتی ہے، کبھی امتناعی ہوتی ہے، کبھی امکانی ہوتی ہے، کبھی دائمی ہوتی ہے، اور کبھی بالفعل ہوتی ہے، آگے انہیں سے بحث کی جائے گی، اس لئے ہر ایک کی تھوڑی تھوڑی وضاحت سنو!

وجوبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کیلئے ضروری ہو جیسے **اللہ موجود**، یہاں وجود اللہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کیلئے موجود ہونا ضروری ہے۔

امکانی کا مطلب یہ ہے کہ موضوع کیلئے محمول کا ثبوت نہ تو ضروری ہو اور نہ ہی محال ہو، المسلم العاصی لایدخل النارَ دیکھو! یہاں مسلمان عاصی کا جنت میں دخول نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی محال ہے بلکہ ممکن ہے کہ مسلمان عاصی جہنم میں داخل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسلمان عاصی جنت میں داخل ہو۔

دائمی کا مطلب یہ ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کیلئے ضروری تو نہ ہو مگر محمول موضوع کیلئے ہمیشہ ثابت ہو، الشمس متحرکۃ، دیکھو! یہاں متحرک محمول ہے اور اس کا ثبوت شمس کیلئے ضروری نہیں ہے مگر سورج ہمیشہ متحرک رہتا ہے۔

بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ محمول موضوع کیلئے ہمیشہ ثابت نہ ہو بلکہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں اس کا ثبوت موضوع کیلئے ہو جیسے الانسان ضاحک، دیکھو! انسان کا ہنسنا ضروری نہیں ہے لیکن تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ضرور وہ ہنستا ہے۔

اما البسائطُ فاحدٰها الضروریۃُ المطلقۃُ وھی التی حُکِمَ فیھا بضرورۃِ ثبوتِ المحمولِ للموضوعِ وسلبِه عنه مادام ذاتُ الموضوعِ موجودۃً کقولک الانسان حیوان بالضرورۃ والانسان لیس بحجر بالضرورۃ.

ترجمہ: بہرحال بسائط تو ان میں ایک ضروریہ مطلقہ ہے اور وہ ایسا بسیطہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو موضوع کیلئے محمول کے ثبوت یا اس سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا، جب تک موضوع کی ذات موجود ہو جیسے الانسان حیوان بالضرورۃ اور الانسان لیس بحجر بالضرورۃ۔

درس: قضیہ موجہہ بسیطہ آٹھ ہیں ان میں سے پہلا ضروریہ مطلقہ ہے۔

ضروریہ مطلقہ کی تعریف: وہ قضیہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کیلئے ثبوت محمول کا حکم (موجبہ) اور موضوع سے سلب محمول کا حکم (سالبہ میں) ضروری ہو جب تک موضوع کی ذات موجود ہو جیسے الانسان حیوان بالضرورۃ دیکھو! انسان کیلئے حیوان ہونے کا حکم ضروری ہے جب

تک انسان کی ذات موجود ہو یعنی جب تک انسان موجود رہے گا یقیناً حیوان رہے گا اسی طرح الانسان لیس بحجر بالضرورۃ، دیکھو! اس میں انسان سے حجر ہونے کی نفی کا حکم ضروری ہے جب تک انسان کی ذات موجود ہے کیوں کہ جب تک انسان کا وجود ہوگا وہ پتھر نہیں ہوسکتا۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو ضروریہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ ضرورت پر مشتمل ہوتا ہے اور مطلقہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں یہ کسی وقت یا صفت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔

والثانیۃُ الدائمۃُ المطلقۃُ وھی التی حُکِمَ فیھا بدوامِ ثبوتِ المحمولِ للموضوعِ او سلبِہ عنہ کقولک کل فلک متحرک بالدوام ولا شیٔ من الفلک بساکن بالدوام.

اور دوسری دائمہ مطلقہ ہے اور وہ ایسا بسیطہ ہے جس میں موضوع کیلئے محمول کے ثبوت یا اس سے محمول کے سلب کے دائمی ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جیسے تمہارا قول کل فلک متحرک بالدوام ولاشیٔ من الفلک بساکن بالدوام۔

درس: قضیہ موجبہ بسیطہ کی دوسری قسم دائمہ مطلقہ ہے۔

دائمہ مطلقہ کی تعریف: وہ قضیہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کیلئے ثبوت محمول کا حکم یا سلب محمول کا حکم دائمی ہو جیسے کل فلک متحرک بالدوام موجبہ میں اور لاشیٔ من الفلک بساکن بالدوام سالبہ میں، دیکھو! پہلی مثال میں فلک کیلئے متحرک ہونے کا حکم دائمی ہے اور دوسری مثال میں فلک سے نفی سکون کا حکم دائمی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو دائمہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دوام کا حکم ہوتا ہے اور مطلقہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ کسی وقت یا صفت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔

والثالثۃ المشروطۃ العامۃ وھی التی حکم فیھا بضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع او نفیہ عنہ مادام ذات الموضوع موصوفا بالوصف العنوانی والوصف العنوانی عندھم ماعبر بہ عن الموضوع کقولنا کل

کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبا ولاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتبا.

ترجمہ: اور تیسری قسم مشروطہ ہے اور وہ ایسا بسیطہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو موضوع کیلئے محمول کے ثبوت یا اس سے نفی کے ضروری ہونے کا جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہو، اور وصف عنوانی ان کے یہاں وہ ہے جس کے ذریعہ موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے جیسے ہمارا قول کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة ما دام کاتبا، اور لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتبا.

درس: تیسری قسم مشروطہ عامہ ہے وہ قضیہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کیلئے محمول کے ثبوت کا حکم یا اس سے محمول کی نفی کا حکم اس وقت تک ضروری ہو جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے، وصف عنوانی کا مطلب بیان کرتے ہوئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ وصف عنوانی مناطقہ کی اصطلاح میں اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ ذات موضوع کو تعبیر کیا جائے، یعنی قضیہ میں جس پر حکم لگایا گیا ہو، وہ موضوع کی ذات ہوتا ہے اور جس لفظ کے ذریعہ موضوع کی ذات کو تعبیر کیا جائے اسے وصف عنوانی کہا جاتا ہے، جیسے کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبا، دیکھو! یہاں کاتب کے ذریعہ موضوع کی ذات کو تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کاتب وصف عنوانی ہے مطلب یہ ہے کہ جب تک کاتب کتابت کے متصف رہے گا اس کی انگلیاں حرکت کرتی رہیں گی۔

اسی طرح لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتبا، دیکھو یہاں کاتب سے سکون اصابع کی نفی کا حکم ضروری لگایا گیا ہے جب تک کاتب کتابت کے وصف کے ساتھ متصف ہے، کیوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک کاتب لکھتا رہے گا اس کی انگلیاں ساکن نہیں رہیں گی، بلکہ حرکت کرتے رہیں گی، اس لئے یہ مشروطہ عامہ ہے۔

وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو مشروطہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں ضرورت کا حکم وصف عنوانی کی شرط کے ساتھ مشروط ہے اور عامہ اس وجہ سے ہے کہ یہ اس مشروطہ سے عام ہوتا ہے جس کا ذکر مرکبات میں آئے گا۔

والرابعةُ العرفيةُ العامّةُ وهى حكمَ فيها بدوام ثبوت المحمولِ للموضوعِ او سلبه عنه مادام ذاتُ الموضوعِ متصفا بالوصفِ العنوانى كقولنا بالدوام كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا وبالدوام لاشئ من النائم بمستيقظ مادام نائما.

ترجمہ: اور چوتھی قسم عرفیہ ہے اور وہ ایسا بسیطہ ہے جس میں موضوع کیلئے ثبوت محمول یا اس سے سلب کے دوام کا حکم لگایا گیا ہو جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے جیسے ہمارا قول بالدوام كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا، وبالدوام لاشئ من النائم بمستيقظ مادام نائما.

درس: چوتھی قسم عرفیہ عامہ ہے اور وہ ایسا قضیہ بسیطہ جس میں موضوع کیلئے ثبوت محمول یا اس سے سلب محمول کے دائمی ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف رہے، جیسے بالدوام کل کاتب متحرک بالاصابع مادام کاتبا موجبہ میں، دیکھو! یہاں کاتب کیلئے دائمی طور پر متحرک الاصابع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے جب تک وہ وصف عنوانی کے ساتھ متصف رہے اسی طرح بالدوام لاشئ من النائم بمستیقظ مادام نائما، (سالبہ میں) یہاں دائمی طور پر سونے والے سے جاگنے کی نفی کی گئی جب تک وہ وصف نوم کے ساتھ متصف رہے۔

والخامسة : الوقتيةُ المطلقةُ وهى التى حُكِمَ فيها بضرورةِ ثبوتِ المحمولِ للموضوع اونفيه عنه فى وقتٍ معينٍ من اوقاتِ الذاتِ كما تقول كل قمرٍ منخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس ولاشئ من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربيع.

ترجمہ: اور پانچویں قسم وقتیہ مطلقہ ہے اور وہ ایسا بسیطہ ہے جس میں موضوع کیلئے ثبوت محمول یا اس سے سلب محمول کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو ذات کے اوقات میں سے کسی وقت میں جیسا کہ تم کہتے ہو، **كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس** اور **لاشيئ من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربيع**۔

تشریح: بسیطہ کی پانچویں قسم وقتیہ مطلقہ ہے، اور وہ ایسا بسیطہ ہے کہ جس میں موضوع کیلئے ثبوت محمول یا اس سے سلب محمول کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو کسی معین وقت میں جیسے ہر چاند یقیناً گہناتا ہے اس کے اور سورج کے درمیان زمین کے حائل ہونے کے وقت میں، دیکھو! یہاں چاند پر گہن کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہے ایک معین وقت میں یعنی جس وقت زمین، سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو جائے گی اس وقت یقیناً چاند گہن ہو جاتا ہے، کیوں کہ تم یہ جانتے ہو کہ چاند کی روشنی ذاتی نہیں ہے بلکہ وہ سورج سے روشنی حاصل کرتی ہے چنانچہ جب زمین سورج اور چاند کے درمیان حائل ہوگی تو اس کی روشنی چھپ جائے گی اور چاند گہنا جائے گا، اسی طرح کوئی چاند یقیناً نہیں گہناتا چوتھے برج میں ہونے کے وقت میں، دیکھو! یہاں چاند سے گہن کی نفی کی گئی ہے ایک وقت میں یعنی چاند جب چوتھے برج میں ہو۔

والسادسةُ المنتشرةُ المطلقةُ وهي التي حكم فيها بضرورة ثبوتِ المحمولِ للموضوع اونفيه عنه في وقت غير معين من اوقات الذات نحو كل حيوان متنفس بالضرورة وقتا ما ولاشيئ من الحجر بمتنفس بالضرورة.

ترجمہ: چھٹی قسم منتشرہ مطلقہ ہے اور وہ ایسا قضیہ بسیطہ ہے جس میں موضوع کیلئے محمول کے ثبوت یا اس سے محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو کسی غیر معین وقت میں جیسے ہر حیوان سانس لینے والا ہے وقت غیر معین میں، اس میں سانس لینے

ثبوت حیوان کیلئے غیر معین وقت میں ضروری ہے کیوں کہ حیوان کے سانس لینے کیلئے کوئی وقت معین نہیں ہے بلکہ حیوان ہر وقت سانس لیتا ہے۔

والسابعة: المطلقة العامة وهی التی حکم فیها بوجود المحمول للموضوع او سلبه عنه ای فی احد الازمنة الثلاثة کقولک کل انسان ضاحک بالفعل ولاشیٔ من الانسان بضاحک بالفعل.

ترجمہ: اور ساتویں قسم مطلقہ عامہ ہے اور وہ ایسا بسیطہ ہے جس میں موضوع کیلئے وجود محمول یا اس سے سلب محمول کا حکم لگایا گیا ہو تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں جیسے تیرا قول کل انسان ضاحک بالفعل ولاشیٔ من الانسان بضاحک بالفعل۔

درس: ساتویں قسم مطلقہ عامہ ہے اور وہ ایسا قضیہ بسیطہ ہے جس میں تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں محمول کو موضوع کیلئے ثابت کیا گیا ہو یا اس سے محمول کی نفی کی گئی ہو جسے ہر انسان ہنستا ہے بالفعل، اس میں انسان کیلئے ہنسنے کا ثبوت کسی ایک زمانہ میں ہے، اسی طرح لاشیٔ من الانسان بضاحک بالفعل، اس میں انسان سے کسی ایک زمانہ میں ہنسنے کی نفی کی گئی ہے۔

والثامنة: الممکنة العامة وهی التی حکم فیها بسلب ضرورة الجانب المخالف کقولک کل نار حار بالامکان العام ولاشیٔ من النار بارد بالامکان العام.

ترجمہ: اور آٹھویں قسم ممکنہ عامہ ہے اور وہ ایسا بسیطہ ہے جس میں جانب مخالف کے ضروری ہونے کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے تیرا قول کل نار حارۃ بالامکان العام اور لاشیٔ من النار ببارد بالامکان العام۔

درس: قضیہ بسیطہ کی آٹھویں قسم ممکنہ عامہ ہے اور وہ ایسا قضیہ بسیطہ ہے جس میں جانب مخالف کے ضروری ہونے کی نفی کا حکم لگایا ہو بالفاظ دیگر یوں سمجھو کہ قضیہ محمولہ کا ثبوت موضوع کیلئے محال نہ ہو بلکہ ممکن ہو، مثال کے طور پر تم نے کہا کل نار حارۃ با

لامکان العام، اس میں امکان عام کے طور پر آگ کیلئے حرارت کو ثابت کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آگ کیلئے حرارت کا ثبوت محال نہیں ہے بلکہ ممکن ہے اور عدم حرارت جو حرارت کی جانب مخالف ہے آگ کیلئے ضروری نہیں ہے، تو خلاصہ یہ ہے کہ آگ کیلئے گرم ہونا محال نہیں ہے اور حرارت کی جانب مخالف عدم حرارت آگ کیلئے ضروری نہیں ہے اسی کا نام امکان عام ہے۔

فصل فی المركباتِ المركبة قضية رُكِّبَتْ حقيقتُها من ايجاب وسلب والاعتبارُ فی تسميتها موجبةً اوسالبةً للجزءِ الاوّلِ فان كان الجزءُ الاوّلُ موجِبًا كقولك بالضرورة كل كاتب متحركُ الاصابع مادام كاتبا لا دائما، سميت موجبةً وان كان الجزء الاوّلُ سالبًا كقولنا بالضرورة لاشئ من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لادائما سميت سالبة.

ترجمہ: یہ فصل ہے مرکبات کے بیان میں مرکبہ وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب سے مرکب ہو، اور اس کے موجبہ یا سالبہ نام رکھے جانے میں اعتبار جزء اوّل کا ہے تو اگر جزء اوّل موجبہ ہے جیسے تمہارا قول بالضرورۃ کل کاتب متحرک بالاصابع مادام کاتبا لا دائما، تو اس کا نام سالبہ رکھا جاتا ہے۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ جب بسائط کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب مرکبات کو بیان فرمارہے ہیں، سب سے پہلے مصنفؒ نے مرکبہ کی تعریف بیان کی ہے۔

مرکبہ کی تعریف: وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو یعنی جس میں حکم ایجاب اور سلب دونوں کا ہو، پہلا صراحۃً ہوتا ہے اور دوسرا اشارۃً، اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس میں موجبہ اور سالبہ دونوں ہیں تو اس قضیہ کو کیا کہا جائے گا موجبہ یا سالبہ، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اعتبار پہلے جزء کا ہوگا، اگر پہلا جزء موجبہ ہے تو پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا اور اگر پہلا جزء سالبہ ہے تو پورے قضیہ کا

دائمہ موجبہ رکھا جائے گا، اسے مثال سے سمجھو! بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما، دیکھو! قضیہ مرکبہ ہے اس میں دو جزء ہیں پہلا جزء تو ظاہر ہے کہ یہ موجبہ ہے اور دوسرا جزء سالبہ ہے جو لا دائما سے نکالا جائے گا، تو چونکہ اس کا پہلا جزء موجبہ ہے اس لئے اس پورے قضیہ کا نام موجبہ رکھا جائے گا اسی طرح بالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لا دائما، دیکھو! اس کا پہلا جزء سالبہ ہے اور دوسرا جزء موجبہ ہے اس لئے پورے قضیہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا، ایک بات ذہن میں رکھو کہ اگر پہلا جزء موجبہ ہے تو دوسرا جزء سالبہ نکالا جائے گا اور اگر پہلا جزء سالبہ ہے تو دوسرا جزء موجبہ نکالا جائے گا، بچو! عبارت کی وضاحت پوری ہوئی اب ترجمہ دیکھو!

ومن المرکبات المشروطۃُ الخاصۃُ وھی المشروطۃ العامۃ مع قید اللادوامِ بحسب الذاتِ ومَرَّ مثالھا ایجابا وسلبا۔

ترجمہ: اور مرکبات میں سے مشروطہ خاصہ ہے اور وہ ایسا مشروطہ عامہ ہے جو ذات کے اعتبار سے لادوام کی قید کے ساتھ ہو اور اس کی مثال ایجابا وسلبا گذر چکی۔

درس: مرکبات کی پہلی قسم مشروطہ خاصہ ہے اور مشروطہ خاصہ وہی مشروطہ عامہ ہے، جس کی تعریف بسائط بیان میں گذر چکی، فرق یہ ہے کہ مشروطہ خاصہ میں ذات کے اعتبار سے لادوام کی قید ہوگی اور لادوام کے اعتبار سے قید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حکم ذات کے اعتبار سے موضوع کیلئے دائمی نہیں ہے بلکہ وصف کی شرط کی وجہ سے ہے۔

ومنھا العرفیۃُ الخاصۃُ وھی العرفیۃُ العامۃُ مع قید اللادوام بحسب الذات کما تقول لا دائما کل کاتب متحرکُ الاصابع مادام کاتبا لادائما ودائما لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لا دائما.

ترجمہ: ان میں سے ایک قسم عرفیہ خاصہ ہے اور وہ ایسا عرفیہ عامہ ہے جو ذات کے اعتبار سے لادوام کی قید کے ساتھ ہو جیسا کہ تم کہتے ہو دائما کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما، اور دائما لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لا دائما۔

درس: عرفیہ خاصہ وہ عرفیہ عامہ ہے جس کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا ہو جیسے بالدوام کل دکاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما، اس قضیہ میں یہ حکم ہے کہ حرکت اصابع کاتب کی ذات کیلئے اس وقت تک دائم ہے جب تک وہ وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے تحرک اصابع ہمیشہ نہیں ہے تو لا دائما سے مطلقہ عامہ سالبہ کی طرف اشارہ ہوگا یعنی لاشئ من الکاتب متحرک الاصابع بالفعل، یعنی تحرک اصابع کی نفی ذات کاتب سے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ہے جب کہ وہ وصف عنوانی کے ساتھ متصف نہ ہو، دوسری مثال بالدوام لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لادائما، یعنی سکون اصابع کی نفی کاتب سے اس وقت تک دائم ہے جب تک وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے ہمیشہ نہیں ہے اور لا دائما سے مطلقہ عامہ موجبہ کی طرف اشارہ ہوگا یعنی کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل۔

ومنها الوجودية الضرورية وهى المطلقة العامة مع قيد اللاضرورة بحسب الذات كقولنا كل انسان كاتب بالفعل لابالضرورة فى الايجاب ولاشئ من الانسان بكاتب بالفعل ولا بالضرورة فى السلب ومنها الوجودية اللادائمة وهى المطلقة العامة مع قيد اللادوام بحسب الذات كقولك فى الايجاب كل انسان ضاحك بالفعل لادائما وقولك فى السلب لاشئ من الانسان بضاحك بالفعل لادائما، ومنها الوقتية وهى الوقتية المطلقة اذا قُيِّدَ باللادوامِ بحسبِ الذاتِ كقولنا بالضرورةِ كل قمر مُنْخَسِفٌ وقت حيلولةِ الارضِ بينه وبينَ الشمس لادائما، وبالضرورةِ لاشئ من القمرِ بِمُنْخَسِفٍ وقت التربيع لادائما، ومنها المنتشرة وهى المنتشرةُ المطلقةُ المقيدةُ باللادوامِ بحسب الذات مثالها بالضرورة كل انسان متنفسٌ فى وقت ما لادائما وبالضرورة لاشئ من الانسان بمتنفس وقتاً ما لادائما، ومنها الممكنة الخاصة وهى التى

حکم فیھا بِارْتِفَاعِ الضرورۃِ عن جانبی الوجودِ والعدمِ جمیعا کقولک بالامکانِ الخاصِ کل انسانٍ ضاحکٌ وبالامکانِ الخاصِ لاشیٔ من الانسان بضاحک.

ترجمہ: اوران کی ایک قسم وجودیہ لاضروریہ ہے اور وہ ایسا مطلقہ عامہ ہے جو ذات کے اعتبار سے لاضرورۃ کی قید کے ساتھ ہو جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالفعل لا بالضرورۃ موجبہ میں اورلاش من الانسان بکاتب بالفعل لابالضرورۃ سالبہ میں اور ان کی ایک قسم وجودیہ لادائمہ ہے اوروہ ایسا مطلقہ عامہ ہے جولا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ ہو جیسے تمہاراقول کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما، اورتمہاراقول لاشیَ من الانسان بضاحک بالفعل لادائما، اوران کی ایک قسم وقتیہ ہے اور وہ مطلقہ عامہ ہے جب لا دوام بحسب الذات کی قید لگادی جائے جیسے ہمارا قول بالضرورۃ کل قمر منخسف وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس لادائما، اور بالضرورۃ لاشیَ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما، اوران میں سے منتشرہ ہے اوروہ منتشرہ مطلقہ ہے جولادوام بحسب الذات کے ساتھ مقید ہواس مثال بالضرورۃ کل انسان متنفس وقت مالادائما ہے، اور بالضرورۃ لاشیَ من الانسان بمتنفس وقت مالادائما ہے اوران میں سے ممکنہ خاصہ ہے اوروہ ایسا قضیہ ہے جس میں ضرورہ مطلقہ کے ارتفاع کاحکم لگایا گیا ہو وجود اورعدم دونوں جانب سے جیسے تمہاراقول بالامکان کل انسان ضاحک وبالامکان الخاص لاشیَ من الانسان بضاحک۔

درس: پیارے بچو! مطلب بالکل واضح ہے، صرف ہرایک تعریف دیکھو!

وجودیہ لاضروریہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جس میں لاضرورۃ بحسب الذات کی قید ہو۔

وجودیہ لادائمہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جس میں لادوام بحسب الذات کی قید ہو۔

وقتیہ: وہ وقتیہ مطلقہ ہے جس میں لادوام بحسب الذات کی قید لگادی گئی ہو۔

منتشرہ: وہ منتشرہ مطلقہ ہے جس میں لادوام بحسب الذات کی قید لگادی گئی ہو۔

ممکنہ خاصہ: وہ قضیہ مرکبہ ہے جس میں جانب وجود اورجانب عدم دونوں سے

ضرورۃ مطلقہ کے ارتفاع کا حکم لگایا گیا ہو۔ یعنی اس بات کا حکم لگا دیا گیا ہو کہ نہ تو جانب وجود ضروری ہے اور نہ ہی عدم ضروری ہے بلکہ دونوں ممکن ہیں ، اسے مثالوں سے سمجھو! جیسے کل انسان ضاحک بالامکان الخاص، یعنی انسان کیلئے نہ تو ہنسا ضروری ہے اور نہ ہی نہ ہنسا ضروری ہے بلکہ دونوں ممکن ہے۔

فصل : اللادوامُ اشارۃٌ الی مطلقةٍ عامةٍ واللاضرورۃُ اشارۃٌ الی ممكنةٍ عامةٍ فاذا قلتَ كل انسان متعجبٌ بالفعل لادائما فكأنك قلت كل انسانٍ متعجب بالفعل ولاشئ من الانسان بمتعجب بالفعل واذاقلت كل حيوان ماشٍ بالفعل لا بالضرورة فكأنك قلت كل حيوان ماشٍ بالفعل ولا شئ من الحيوان عاش بالامكان.

ترجمہ: لادوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہے اور لاضرورۃ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ جب تم کہو کل انسان متعجب بالفعل لادائما تو گویا کہ تم نے کہا کل انسان متعجب بالفعل، ولاشئَ من الانسان بمتعجب بالفعل اور جب تم نے کہا کل حیوان ماشٍ بالفعل لا بالضرورۃ تو گویا تم نے کہا کل حیوان ماشٍ بالفعل ولاشئَ من الحیوان بماشٍ بالامکان العام۔

درس: یہاں سے مصنفؒ لادوام اور لاضرورۃ کا معنی بیان فرمارہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ لادوام سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوتا ہے اور لاضرورۃ سے ممکنہ عامہ کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ تم متن کی مثال میں دیکھ رہے ہو، اس کی تفصیل گذر چکی ہے، گذشتہ سبق کو ٹھیک سے یاد کرلو، مثالیں نکالنا آسان ہو جائے گا۔

باب الشرطياتِ : قد عرفتَ منى الشرطية وهى التى تنحل الى قضيتين والان نهديك الى اقسامها ونرشدك الى احكامها فاعلم ايها الفطن اللبيبُ والذكى الاريب ان الشرطية قسمان، احدها المتصلة وثانيهما المنفصلة.

ترجمہ: یہ شرطیات کا باب ہے تم نے شرطیہ کا معنی جان لیا، اور وہ ایسا قضیہ ہے جو دو قضیوں کی طرف منحل ہو اور اب ہم تمہاری راہ نمائی کرتے ہیں اس کے اقسام کی طرف اور ہمیں لے چلتے ہیں اس کے احکام کی طرف، تو جان لو! اے سمجھدار عقلمند اور ہوشیار ذہین کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں، ان میں سے ایک متصلہ ہے اور دوسری قسم منفصلہ ہے۔

درس: پیارے بچو! جب مصنفؒ حملیات کی بحث سے فارغ ہوئے تو اب شرطیات کی بحث کو شروع فرمارہے ہیں، شرطیہ کی تعریف اس سے پہلے گذر چکی ہے یعنی شرطیہ وہ قضیہ ہے جس کا انحلال دو قضیوں کی طرف ہو اور انحلال کا مطلب یہ ہے کہ جب حروف زائد حذف کردیے جائیں تو دونوں طرف دو جملے باقی رہ جائیں، مثلاً تم نے کہا اگر تم نماز پڑھوگے تو جنت میں جاؤگے۔ دیکھو! اگر اس سے لفظ اگر اور لفظ تو کو حذف کردیا جائے تو دو جملے باقی رہ جائیں گے، تم نماز پڑھوگے، جنت میں جاؤگے، ظاہر ہے کہ یہ دونوں جملے ہیں، اسی کا نام شرطیہ ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) متصلہ (۲) منفصلہ۔

المتصلة فهي التي حُكِمَ فيها بثبوتِ نسبةٍ على تقدير ثبوتِ نسبةٍ أخرى في الايجاب وبنفي نسبةٍ على تقديرِ نفيِ نسبةٍ اخرى في السلبِ كقولنا في الايجابِ ان كان زيد انسانا كان حيوانا وقولنا في السلب ليس البتة اذا كان زيدانسانا كان فرسا۔

ترجمہ: بہرحال متصلہ تو وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو ایک نسبت کے ثبوت کا دوسری نسبت کے ثبوت کے فرض کرنے پر، موجبہ کے اندر، اور ایک نسبت کی نفی کا، دوسری نسبت کی نفی فرض کرنے پر سالبہ میں، جیسے ہمارا قول موجبہ میں، ان کان زید انسانا کان حیوانا، اور جیسے ہمارا قول سالبہ میں، لیس البتۃ اذا کان زید انسانا کان فرسا (ایسا ہرگز نہیں کہ جب زید انسان ہو تو وہ گھوڑا ہو)۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنفؒ شرطیہ متصلہ کی تعریف کو بیان فرمارہے ہیں۔

شرطیہ متصلہ کی تعریف: شرطیہ متصلہ وہ قضیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے مان لینے پر، دوسرے قضیہ کے ثبوت یا نفی کا حکم ہو، اگر ثبوت کا حکم ہے تو متصلہ موجبہ ہے، جیسے ان کان زید انسانا کان حیوانا، اگر زید انسان ہے تو حیوان بھی ہے، اس مثال میں دیکھو! زید کو انسان مانا گیا تو حیوان بھی ماننا پڑے گا، اور اگر نفی کا حکم ہے تو متصلہ سالبہ ہے جیسے لیس البتۃ اذا کان زید انسانا کان فرسا، اگر زید انسان ہے تو ہرگز ایسا نہیں کہ وہ گھوڑا ہو، دیکھو! اس مثال میں زید سے عدم انسان کی نفی مان لینے کی صورت میں زید سے فرس کی نفی کو ماننا پڑے گا، اسی کا نام متصلہ سالبہ ہے۔

ثم المتصلة صنفانِ ان کان ذٰلک الحکمُ بعلاقة بین المقدمِ والتالی سمیت لزومیةً کمامر وان کان ذٰلک الحُکمُ بدونِ العلاقةِ سمیت اتفاقیة کقولک اذاکان الانسان ناطقا فالحمار ناهق.

ترجمہ: پھر متصلہ کی دو قسمیں ہیں، اگر وہ مقدم اور تالی کے درمیان کسی علاقہ کی وجہ سے ہو تو لزومیہ نام رکھا جاتا ہے اور وہ حکم علاقہ کے بغیر ہو تو اتفاقیہ نام رکھا جاتا ہے جیسا کہ تیرا قول جب زید انسان ہے تو گدھا ناہق ہے۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) لزومیہ (۲) اتفاقیہ، تم اسے اس طرح سمجھو! کہ شرطیہ متصلہ میں جو دو جملے ہوتے ہیں ان میں اتصال اور تعلق تو ہوتا ہے لیکن یہ تعلق دو طرح کا ہوتا ہے (۱) لزومی (۲) اتفاقی، لزومی کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ بات کے پائے جانے کی صورت میں دوسری بات کا پایا جانا ضروری ہو جیسے اگر سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا، ظاہر ہے کہ جب بھی سورج نکلے گا تو دن کا وجود ضرور بالضرور ہوگا، اس کے برخلاف کبھی بھی نہیں ہو سکتا، اور اتفاقی کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی کے درمیان ایسا تو کوئی گہرا تعلق اور ربط نہ ہو کہ مقدم کے ہونے پر لازماً تالی بھی پائی گئی، البتہ اتفاق سے ایسا ہو گیا کہ مقدم جو پایا گیا تو تالی بھی پائی گئی، یعنی اول بات کے پائے جانے پر دوسری بات بھی ہو گئی لیکن ایسا ہونا ضروری نہیں ہے ہے جیسے اگر

کہا جائے کہ اگر میرا بھائی عالم ہے تو میں بھی مفتی ہوں، ظاہر ہے کہ بھائی کے عالم ہونے سے دوسرے کا مفتی ہونا ضروری نہیں ہے لیکن اتفاقاً ایسا ہوگیا، اسی طرح جب کہا جائے "جب انسان ناطق ہے تو گدھا ناہق ہے" ظاہر ہے کہ مقدم اور تالی کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اتفاقاً دونوں جمع ہوگئے ہیں۔

والعلاقةُ فی عرفِهم عبارةٌ عن احدِ الامرینِ اماان یکون احدُهما علةً للاخر او کلاهما معلُولَیْنِ لثالثٍ واماان یکون بینهما علاقةُ التضایفِ والتضایفُ هو ان یکون تعقلُ احدِهما موقوفا علی تعلقِ الاخر کالابوة والنبوة فاذا قلت ان کان زید اباً لِعمرٍو کان عمرو ابناً له یکون شرطیة متصلة بین طرفیها علاقة التضایف.

ترجمہ: اور علاقہ ان کے عرف میں نام ہے دو امروں میں سے کسی ایک کا یا تو ان میں سے ایک دوسرے کیلئے علت ہو یا دونوں معلول ہوں کسی تیسری چیز کے اور یا تو یہ کہ ان دونوں کے درمیان تضایف کا علاقہ ہو اور تضایف یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کا سمجھنا موقوف ہو دوسرے کے سمجھنے پر جیسے باپ ہونا، بیٹا ہونا، چنانچہ جب تم کہو کہ اگر زید عمرو کا باپ ہے تو عمرو زید کا بیٹا ہے، تو ایسا شرطیہ متصلہ ہے جس کے طرفین کے درمیان تضایف کا علاقہ ہے۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے مصنفؒ نے فرمایا تھا کہ قضیہ متصلہ لزومیہ میں حکم مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ کی وجہ سے ہوتا ہے تو اب یہاں سے علاقہ کا مطلب بیان کر رہے ہیں کہ مناطقہ کی اصطلاح میں علاقہ کا مطلب کیا ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ علاقہ مناطقہ کی اصطلاح میں دو چیزوں میں سے کسی ایک کا نام ہے (۱) مقدم یا تالی میں سے ایک دوسرے کیلئے علت ہو جیسے اگر سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا، ظاہر ہے کہ دونوں کے درمیان علیت کا تعلق ہے، طلوع شمس وجود نہار کیلئے علت ہے، یا مقدم اور تالی دونوں معلول ہوں اور کوئی تیسری چیز علت ہو جیسے ان کان النہار موجوداً فالعالم مضیئ، اگر

دن موجود ہوگا تو دنیا روشن ہوگی، ظاہر ہے کہ مقدم اور تالی یعنی وجود نہار اور اضاءۃ عالم دونوں طلوع شمس کیلئے معلول ہیں اور طلوع شمس ان دونوں کیلئے علت ہے کیوں کہ جب سورج طلوع نہ ہوگا تو دن موجود نہ ہوگا اور جب دن موجود نہ ہوگا تو دنیا روشن بھی نہ ہوگی، (۲) دوسرا یہ کہ مقدم اور تالی کے درمیان تضایف کا علاقہ ہو، اور تضایف کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہو جیسے ابوت اور بنوت دونوں میں تضایف کا علاقہ ہے کیوں کہ باپ کا سمجھنا بیٹے پر موقوف ہے اور بیٹے کا سمجھنا باپ پر موقوف ہے، اسی طرح جب کہا جائے کہ اگر زید عمرو کا باپ ہے تو عمرو اس کا بیٹا ہے، تو ظاہر ہے کہ ان دونوں میں تضایف کا علاقہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ علاقہ تین چیزوں میں سے ایک کا نام ہے، (۱) دونوں میں سے ایک علت ہو (۲) دونوں کسی تیسری چیز کے معلول ہوں (۳) دونوں میں تضایف کا علاقہ ہو، جب ان چیزوں میں سے کسی ایک کا وجود ہوگا تو شرطیہ متصلہ لزومیہ کا وجود ہوگا۔

وَاَمَّا الْمنفصلةُ فهي التي حُكِمَ فيها بالتَّنَافِيْ بين شَيْئَيْنِ في موجبةٍ وبسلب التنافي بينهما في سالبة.

ترجمہ: اور بہر حال منفصلہ تو وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو دو چیزوں کے درمیان منافات کا موجبہ میں اور ان دونوں چیزوں کے درمیان سلب منافات کا سالبہ میں۔

درس: پیارے بچو! تم یہ جانتے ہو کہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) متصلہ (۲) منفصلہ۔ اب تک تم نے متصلہ کی تعریف اور اس کے اقسام کو پڑھا، اب مصنف "منفصلہ" کی تعریف کو بیان فرمارہے ہیں۔

شرطیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو چیزوں کے درمیان منافات اور ضدیت کا حکم لگایا گیا ہو یا دو چیزوں کے درمیان سے منافات اور ضدیت کی نفی کی گئی ہو، اگر اول ہے تو اسے منفصلہ موجبہ کہتے ہیں اور اگر دوسرا ہے تو اسے منفصلہ سالبہ کہتے ہیں، یعنی منفصلہ کہتے ہیں جس میں اتنی بات کو بیان کیا گیا ہو کہ ان دونوں کے درمیان تضاد

یہ دونوں کا جمع ہونا محال ہے جیسے یہ عدد یا تو جفت ہوگا یا طاق، ظاہر ہے کہ عدد یا تو جفت ہوگا یا طاق ہوگا دونوں نہیں ہوسکتا، اس لئے یہ منفصلہ موجبہ ہے، اور اگر اس میں دو چیزوں کے درمیان تضاد کی نفی کی گئی ہو یعنی دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے تو اسے منفصلہ سالبہ کہتے ہیں، جیسے ایسا نہیں ہے کہ یہ عدد جفت ہو یا برابر برابر تقسیم ہونے والا ہو، ظاہر ہے کہ جفت اور منقسم بمتساویین دونوں میں تضاد نہیں ہے بلکہ ہر جفت منقسم بمتساویین ہوتا ہے تو اس مثال میں دونوں کے درمیان تضاد کی نفی کا حکم ہے اس لئے یہ منفصلہ سالبہ ہے۔

فصل: الشرطيةُ المنفصلةُ على ثلثةِ اَضربِ لانها اِنْ حُكِمَ فيها بالتنافى اوبعَدمِه بين النسبتين فى الصدقِ والكذبِ معًا كانت المنفصلةُ حقيقيةً كما تقول هذا العدد اما زوج او فرد. فلا يمكن اجتماعُ الزوجيةِ والفرديةِ فى عددٍ معينٍ ولا ارتفاعهما.

ترجمہ: شرطیہ منفصلہ تین قسم پر ہے اس لئے کہ اگر اس میں حکم لگایا گیا ہو، تنافی اور عدم تنافی کا دو نسبتوں کے درمیان صدق اور کذب دونوں میں تو منفصلہ حقیقیہ ہے جیسا کہ تم کہتے ہو هذا العدد اما زوج اوفرد، پس زوجیت اور فردیت کا اجتماع ممکن نہیں ہے ایک معین عدد میں اور نہ ہی ان دونوں کا ارتفاع۔

درس: پیارے بچو! شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) منفصلہ حقیقیہ (۲) مانعۃ الجمع (۳) مانعۃ الخلو۔ اس عبارت میں صرف منفصلہ حقیقیہ کا بیان ہے۔

منفصلہ حقیقیہ کی تعریف: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی میں جدائی یا نفی جدائی کا حکم پائے جانے میں بھی ہو اور نہ پائے جانے میں بھی ہو، تو اگر جدائی کا حکم ہو تو یہ حقیقیہ موجبہ ہے اور اگر نفی جدائی کا حکم ہو تو یہ حقیقیہ سالبہ ہے، یہ تو ہوئی تعریف اب تم سمجھو کہ صدق اور کذب میں جدائی کا مطلب کیا ہے، صدق میں جدائی کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے اور کذب میں جدائی کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ساتھ ختم نہیں ہوسکتے بلکہ ایک کا ہونا ضروری ہے، جیسے هذا العدد زوج اوفرد، یہ عدد

یا تو جفت ہے یا طاق ظاہر ہے کہ عدد یا تو جفت ہوگا یا طاق دونوں جمع بھی نہیں ہوسکتے اور نہ ہی دونوں مرتفع ہوسکتے ہیں بلکہ عدد ان دونوں میں سے ایک ضرور ہوگا، اسی کا نام ہے صدق اور کذب میں منافات کا حکم، اور صدق و کذب میں عدم منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا اجتماع بھی ہوسکتا ہے اور دونوں کا ارتفاع بھی ہوسکتا ہے، جیسے لیس البتۃ اما ان یکون ھذا العدد زوجا او منقسما بمتساویین دیکھو! یہاں زوج اور منقسم بمتساویین کے درمیان عدم منافات کا حکم لگایا گیا ہے، ایسا ممکن ہے کہ دونوں ایک عدد میں جمع ہوجائیں، جیسے چار، اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ختم ہوجائیں جیسے تین نہ جفت ہے اور نہ ہی منقسم بمتساویین۔

وان حکم فیھا بالتنافی او بعدمہ صدقا فقد کانت مانعۃ الجمع کقولک ھذا الشئ اما شجر او حجر فلا یمکن ان یکون شئ معین حجرا وشجرا معا ویمکن ان لا یکون شیئا منھما.

ترجمہ: اور اگر حکم لگایا گیا ہو منافات یا عدم منافات کا صدق کے اعتبار سے تو یہ قضیہ مانعۃ الجمع ہے، جیسے تمہارا قول یہ چیز درخت ہے یا پتھر، پس ممکن نہیں ہے کہ ایک شئ معین حجر اور شجر دونوں ہو اور ممکن ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی نہ ہو۔

درس: قضیہ منفصلہ کی دوسری قسم مانعۃ الجمع ہے۔

مانعۃ الجمع کی تعریف: وہ قضیہ ہے جس میں صدق کے اعتبار سے منافات یا عدم منافات کا حکم لگایا گیا ہو، صدق کے اعتبار سے منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں جمع تو نہیں ہوسکتے البتہ دونوں مرتفع ہوسکتے ہیں جیسے یہ چیز یا تو پتھر ہے یا درخت، ظاہر ہے کہ ایک معین چیز پتھر اور درخت دونوں نہیں ہوسکتی، البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ چیز نہ پتھر ہو اور نہ ہی درخت، جیسے قلم۔

وان حکم بالتنافی وسلبہ کذبا فقط کانت مانعۃ الخلو کقول القائل اما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق فارتفاعھما بان لایکون

زید فی البحر او یغرق محال ولیس اجتماعهما محالا بان یکون فی البحر ولا یغرق.

ترجمہ: اور اگر حکم لگایا گیا ہو تنافی اور سلب تنافی کا صرف کذب کے اعتبار سے تو مانعۃ الخلو ہے جیسے قائل کا قول اما ان یکون زید فی البحر اولا یغرق (زید یا تو دریا میں ہے یا نہ ڈوبے) پس ان دونوں کا ارتفاع بایں طور کہ زید دریا میں نہ ہو اور ڈوب جائے محال ہے اور ان دونوں کا اجتماع محال نہیں ہے بایں طور کہ زید دریا میں ہو اور نہ ڈوبے۔

درس: منفصلہ کی تیسری قسم مانعۃ الخلو ہے۔

مانعۃ الخلو کی تعریف: وہ ایسا قضیہ ہے جس میں منافات یا سلب منافات کا حکم لگایا گیا ہو صرف کذب کے اعتبار سے، کذب کے اعتبار سے منافات کا مطلب یہ ہے کہ دونوں جمع تو ہو سکتے ہیں لیکن دونوں مرتفع اور ختم نہیں ہو سکتے، جیسے زید یا تو دریا میں ہو یا نہ ڈوبے، ظاہر ہے کہ دونوں کا ارتفاع نہیں ہو سکتا، کیوں کہ ان دونوں کے ارتفاع کا مطلب یہ ہے کہ زید دریا میں نہ ہو اور ڈوب جائے، ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے ہاں البتہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں، وہ اس طرح کہ زید دریا میں ہو اور نہ ڈوبے، کشتی پر سوار ہو، ظاہر ہے کہ جب کشتی پر سوار ہوگا تو نہ ڈوبے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قضیہ منفصلہ میں دونوں کا اجتماع اور ارتفاع دونوں محال ہوں تو یہ منفصلہ حقیقیہ ہے اور اگر صرف اجتماع محال ہو اور ارتفاع محال نہ ہو تو مانعۃ الجمع ہے اور اگر صرف ارتفاع محال ہو اور اجتماع محال نہ ہو تو یہ مانعۃ الخلو ہے۔

فصل: المنفصلة باقسامها الثلاثة قسمان عِنَادِيَةٌ واِتِّفَاقِيَةٌ والعنادية عبارة عن ان يكون فيه التنافي بين الجزئين لذاتهما والاتفاقية عبارة عن ان يكون التنافي بمجرد الاتفاق.

ترجمہ: منفصلہ کی اپنی تینوں قسموں کے ساتھ دو قسمیں ہیں، عنادیہ، اتفاقیہ، عنادیہ اس کا نام ہے کہ اس میں دو جزؤں کے درمیان منافات ان کی ذات کے اعتبار سے ہو اور اتفاقیہ اس کا نام ہے کہ اس میں منافات محض اتفاق کی وجہ سے ہو۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنفؒ منفصلہ کی تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی تقسیم فرمارہے ہیں کہ منفصلہ کی اپنی قسموں (حقیقیہ، مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو) کے ساتھ دو قسمیں ہیں (۱) عنادیہ (۲) اتفاقیہ۔

عنادیہ: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس کے دوجزؤں کے درمیان منافات ذاتی ہو، منافات کے ذاتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں جزؤں کا اجتماع کبھی بھی نہیں ہوسکتا جیسے زوج اور فرد ظاہر ہے کہ ان دونوں کے درمیان ذاتی مضافات ہے یہ دونوں کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح یہ شخص یا تو کافر ہے یا مومن، ظاہر ہے کہ ان دونوں کے درمیان منافات ذاتی ہے۔

اتفاقیہ: وہ قضیہ ہے جس کے دوجزؤں کے درمیان منافات ذاتی نہ ہو بلکہ محض اتفاق کی وجہ سے ہو، اور منافات اتفاقی کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں جزؤں کی جدائی محض اتفاقاً ہو، ورنہ دونوں کا اجتماع ممکن ہو، جیسے زید عربی جانتا ہے یا انگلش، یعنی کوئی ایک زبان جانتا ہے، تو دیکھو! انگلش اور عربی جاننے میں کوئی منافات نہیں ہے لیکن اتفاقی طور پر زید میں دونوں باتیں جمع نہیں ہیں، اسی طرح زید کاتب ہے یا شاعر، ظاہر ہے کہ کاتب اور شاعر دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے، ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی کاتب بھی ہو اور شاعر بھی، لیکن زید میں دونوں باتیں جمع نہیں ہیں۔

فصل: اعلم انه كما ينقسمُ الحمليةُ الى الشخصيةِ والمحصورةِ والمُهمَلَةِ كذلك الشرطية تنقسم الى هذه الاقسام الا ان الطبعية لا تتصور ههُنا ثم التَقادِيرُ فى الشرطيةِ بمنزلةِ الافرادِ فى الحمليةِ فان كان الحكم على تقديرٍ معينٍ ووضعٍ خاصٍ سميت الشرطية شخصيةً كقولنا ان تجئتني اليوم اكرمك وان كان الحكمُ على جميع تقاديرِ المقدمِ سميت كليةً نحو كلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجودا وان كان الحكم على بعضِ التقاديرِ كانت جزئيةً كما فى قولنا قد يكون

کان الشئ حیوانا کان انسانا وان ترک ذکر التقادیر کلاً وبعضہ نحو کان زید انسانا کان حیوانا.

ترجمہ: جان لو کہ جس طرح حملیہ منقسم ہوتا ہے شخصیہ، محصورۃ اور مہمل کی طرف اسی طرح شرطیہ ان اقسام کی طرف منقسم ہوتا ہے مگر قضیہ طبعیہ یہاں متصور نہیں ہوتا، پھر تقادیر شرطیہ میں ان افراد کے مرتبہ میں ہیں جو حملیہ میں ہیں، پس اگر حکم ایک معین تقدیر اور معین وضع پر ہو تو اس کا نام شرطیہ شخصیہ رکھا گیا ہے جیسے ہمارا قول ان جئتنی الیوم اکرمک (اگر تو آج میرے پاس آیا تو میں تیرا اکرام کروں گا) اور اگر حکم مقدم کے تمام تقادیر پر ہے تو اس کا نام کلیہ رکھا گیا ہے۔

درس: پیارے بچو! اس سبق کو سمجھنے سے پہلے تم تقادیر کا مطلب سمجھو! تاکہ سبق کا سمجھنا آسان ہو جائے، تقادیر سے مراد وہ زمانہ اور وہ احوال ہیں جن کا مقدم کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہو اگرچہ وہ فی نفسہ محال ہوں، اسے ایک مثال سے سمجھو! اگر تم آج آؤ گے تو میں تمہاری عزت کروں گا، اس مثال میں ایک خاص حالت اور زمانے میں آنے کی وجہ سے اکرام کا حکم لگایا گیا ہے تو وہ زمانہ تقدیر ہے اسی طرح جب بھی انسان گھوڑا ہوگا تو حیوان ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت اور جس زمانہ میں بھی انسان گھوڑا ہوگا حیوان ضرور ہوگا، چاہے وہ حالت قاعد کی شکل میں ہو یا قائم کی شکل میں یا ضاحک کی شکل میں یا کاتب کی شکل میں، تو ان حالات کو تقدیر کہا جاتا ہے۔ بچو! جب تم نے تقادیر کا مطلب سمجھ لیا تو اب یہ سمجھو کہ جس طرح قضیہ کی چار قسمیں ہیں، محصورۃ، شخصیہ، طبعیہ، اور مہملہ، اسی طرح قضیہ شرطیہ کی بھی قسمیں ہیں مگر شرطیہ میں قضیہ طبعیہ متصور نہیں ہے کیوں کہ قضیہ طبعیہ میں حکم حقیقت پر ہوتا ہے اور شرطیہ میں حقیقت ممکن نہیں ہے، کیوں کہ تقادیر شرطیہ میں افراد کے درجہ میں ہوتے ہیں۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ شرطیہ کی تین قسمیں ہیں، شرطیہ شخصیہ، شرطیہ محصورہ، شرطیہ مہملہ، اگر شرطیہ میں حکم معین تقدیر اور خاص حالت میں ہو تو اس کا نام شخصیہ ہے جیسے ان جئتنی

الیوم اکرمک، دیکھو! اکرام کا حکم ایک معین تقدیر یعنی آج کے آنے پر ہے جو ایک زمانہ ہے اس لئے کہ شرطیہ شخصیہ ہے اور اگر حکم مقدم کے تمام تقادیر پر ہو تو اس کا نام محصورہ کلیہ ہے جیسے کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا، دیکھو! یہاں وجود نہار کا حکم خاص زمانہ یا حالت پر نہیں ہے بلکہ مقدم کے تمام تقادیر پر ہے، جس پر کلما دلالت کررہا ہے یعنی وہ تمام احوال اور وہ تمام زمانے میں جن میں مقدم کا وجود ہوگا تو دن کا وجود ضرور بالضرور ہوگا۔

اور اگر حکم مقدم کے بعض احوال پر ہو تو اس کا نام محصورہ جزئیہ ہے جیسے قد یکون اذا کان الشیٔ حیوانا کان انسانا، دیکھو! یہاں انسان ہونے کا حکم مقدم کے تمام احوال میں نہیں ہے بلکہ بعض احوال میں ہے کیوں کہ تمام احوال میں حیوان انسان نہیں ہوتا ہے، اور اگر قضیہ میں تقادیر کو بالکل ذکر نہ کیا جائے نہ تو کلا اور نہ بعضا تو اس کا نام مہملہ ہے جیسے ان کان زید انسانا کان حیوانا، دیکھو! اس میں تقادیر کا بالکل تذکرہ نہیں ہے کہ حیوانیت کا حکم تمام تقدیروں پر ہے یا بعض تقدیروں پر ہے، اس لئے یہ قضیہ شرطیہ مہملہ ہے۔

بچو! خلاصہ یہ سمجھو کہ وہ زمانہ اور احوال جن کے ساتھ مقدم متصف ہوسکتا ہے چاہے وہ فی نفسہ محال ہو ان کو تقادیر کہا جاتا ہے اور یہ تقادیر افراد کے درجہ میں ہیں، اگر تمام احوال کے اعتبار سے حکم لگایا گیا ہے تو اسے شرطیہ محصورہ کلیہ کہا جائے گا اور اگر بعض احوال کے اعتبار سے حکم لگایا گیا ہے تو اسے شرطیہ محصورہ جزئیہ کہا جائے گا اور اگر خاص حالت یا خاص زمانہ کے اعتبار سے حکم لگایا گیا ہے تو اسے شرطیہ شخصیہ کہا جائے گا اور اگر کسی بھی حالت یا زمانہ کا تذکرہ نہیں ہوسکتا تو اسے شرطیہ مہملہ کہا جائے گا۔

فصلٌ فی ذکر اَسوار الشرطیاتِ، سورُ الموجبةِ الکلیةِ فی المتصلةِ لفظ متی ومهما وکلما، وفی المنفصلة دائما وسور السالبة الکلیة فی المتصلة والمنفصلة لیس البتة وسور الموجبة الجزئیة فیهما قد یکون

المسالة الجزئية فيهما قد لايكون وبادخالِ حرفِ السلب على الايجاب الكلي ولفظة لو وان واذا في الاتصال واما وأو في الاهمال.

ترجمہ: یہ فصل شرطیات کے سوروں کے بیان میں ہے، متصلہ میں موجبہ کلیہ کا سور متی مہما اور کلما ہے اور منفصلہ میں دائما ہے اور سالبہ کلیہ کا سور متصلہ اور منفصلہ میں لیس البتہ ہے اور موجبہ جزئیہ کا سور ان دونوں میں قد یکون ہے اور سالبہ میں جزئیہ قد لایکون ہے، اور موجبہ کلیہ کے سور پر حرف سلب کا داخل ہونا ہے اور لفظ لو، ان اور اذا متصلہ میں اور اما اور او منفصلہ میں مہملہ کے اندر آتے ہیں۔

درس: پیارے بچو! جس طرح قضیہ حملیہ کیلئے اسوار ہوتے ہیں جن کے ذریعہ افراد کی مقدار، جانی جاتی ہے اسی طرح قضیہ شرطیہ کے بھی اسوار ہوتے ہیں جس کے ذریعہ شرطیہ کے تقادیر کو جانا جاتا ہے، تم یہ جانتے ہو کہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں، موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ، ان چاروں میں سور کی ضرورت پڑتی ہے جن کے ذریعہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کل ہے یا بعض۔ سنو! قضیہ شرطیہ متصلہ میں موجبہ کلیہ کا سور، متی اور مہما اور کلما ہے جیسے متی کانت الشمس طالعة فالنهار موجود، مهما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود، اور شرطیہ منفصلہ میں موجبہ کلیہ کا سور دائما ہے جیسے دائما اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا، اور شرطیہ متصلہ و منفصلہ دونوں میں سالبہ کلیہ کا سور لیس البتہ ہے جیسے لیس البتة اما ان یکون الشمس طالعة واما ان یکون النهار موجودا، اور شرطیہ متصلہ و منفصلہ دونوں میں موجبہ جزئیہ کا سور قد یکون ہے، متصلہ کی مثال جیسے قد یکون اذا کان الشیٔ حیوان کان انسانا، اور منفصلہ کی مثال جیسے قد یکون اما الشمس طالعة او اللیل موجود، اور سالبہ جزئیہ کا سور متصلہ اور منفصلہ دونوں میں قد لایکون ہے متصلہ کی مثال قد لایکون اذا کانت الشمس طالعة فاللیل موجود، اور منفصلہ کی مثال قد لایکون

اما ان یکون ھذاالعدد زوجا اورفردا، اسی طرح اگر موجبہ کلیہ کے سور پر حرف سلب داخل کردیا جائے تو سالبہ جزئیہ ہوجائے گا کیوں کہ جب موجبہ کلیہ پر حرف سلب داخل ہوگا تو ایجاب کلی کے ارتفاع کا فائدہ دے گا اور ایجاب کلی کا ارتفاع سلب جزئی کو مستلزم ہے جیسے لیس متی کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود اخیر میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ لفظ لو اور ان اور اذا کو جس قضیہ میں استعمال کیا جائے وہ متصلہ ہے اور اگر اِمّاً اور اَوْ کو استعمال کیا جائے تو منفصلہ مہملہ ہے۔

فصل : طرفا الشرطیۃِ اعنی المقدم والتالی لا حکم فیھما حین کونھما طرفینِ وبعد التحلیلِ یمکن ان یعتبر فیھما فطرفاھا اما شبیھتان بحملیتینِ او متصلینِ اومنفصلینِ او مختلفینِ علیک باستخراج الامثلۃ۔

ترجمہ : شرطیہ کے دونوں اطراف یعنی مقدم اور تالی میں حکم نہیں ہوتا ہے ان دونوں کے طرفین ہونے کے وقت اور تحلیل کے بعد ممکن ہے کہ ان دونوں میں حکم کا اعتبار کیا جائے چنانچہ اس کے دونوں اطراف یا تو دو حملیہ کے مشابہ ہیں یا دو متصلہ یا دو منفصلہ یا دو مختلف قضیے کے مشابہ ہیں، تجھ پر مثالوں کا نکالنا لازم ہے۔

درس : پیارے بچو! تم یہ جانتے ہو کہ قضیہ شرطیہ خواہ وہ متصلہ ہو یا منفصلہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے، پہلا قضیہ مقدم کہلاتا ہے اور دوسرا قضیہ تالی کہلاتا ہے، اور یہی قضیہ کے اطراف ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شرطیہ کے دونوں جزء یعنی مقدم اور تالی میں حکم نہیں ہوتا جس وقت وہ بالفعل شرطیہ کے اطراف بنے ہوئے ہوں، کیوں کہ یہ دونوں اگر چہ دو قضیے تھے لیکن جب ان پر حرف اتصال اور حرف انفصال داخل کردیا گیا اور یہ دونوں شرطیہ کے اطراف بن گئے تو اس وقت دونوں میں تعلق پیدا ہوگیا، اب اگر ان میں حکم ہو تو دونوں کا مستقل ہونا لازم آئے گا حالانکہ تعلق استقلال کے منافی ہے خلاصہ یہ کہ نہ تو مقدم میں حکم ہوتا ہے اور نہ ہی تالی میں حکم ہوتا ہے، ہاں ان کی تحلیل کردیں، یعنی حرف اتصال وانفصال کو حذف کردیں تو چونکہ یہ دونوں مستقل قضیے ہوجائیں گے لہذا ان میں حکم ہوگا۔

قوله فطرفاها: شرطیہ کے اطراف کی چھ صورتیں ہوں گی یا تو وہ دونوں حملیہ ہیں یا دونوں متصلہ ہیں یا دونوں منفصلہ ہیں یا دونوں مختلف ہیں، یعنی ایک حملیہ اور دوسرا متصلہ یا ایک حملیہ اور دوسرا منفصلہ یا ایک متصلہ اور دوسرا منفصلہ۔

ہر ایک مثال دیکھو!

(۱) دونوں حملیہ ہوں، جیسے **اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا.**

(۲) دونوں متصلہ ہوں، جیسے **دائما ان یکون ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود.**

(۳) دونوں منفصلہ ہوں، جیسے **دائما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا واما ان یکون هذاالعدد لازوجا ولافردا۔**

(۴) مقدم حملیہ اور تالی متصلہ ہو، جیسے **دائما اما ان لا یکون طلوع الشمس علة لوجود النهار واما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا۔**

(۵) مقدم اور تالی منفصلہ، **دائما اما ان یکون هذاالشئ لیس عددا واما ان یکون زوجا او فردا۔**

(۶) مقدم اور تالی منفصلہ، جیسے **دائما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود واما ان تکون الشمس طالعة واما ان یکون النهار موجودا۔**

فصل: واذ قد فرغنا عن بیان القضایا وذکر اقسامها الاوّلیة والثانویة وحان لنا ان نذکر من احکامها فنقول من احکامها التناقض والعکوس فلنعقد لبیانها فصولا، ونذکر فیها اصولا.

ترجمہ: اور جب ہم قضیوں کے بیان اور ان کے اقسام اولیہ وثانویہ کے ذکر سے فارغ ہو چکے تو اب ہمارے لئے وہ وقت آ گیا ہے کہ ان کے کچھ احکام کو ذکر کریں تو ہم

کہتے ہیں کہ ان کے احکام میں سے تناقض اور عکسیں ہیں پس چاہئے کہ ہم ان کے بیان کے واسطے چند فصلیں منعقد کریں اور ان میں چند اصول ذکر کریں۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم قضایا اور ان کے اقسام سے فارغ ہوئے تو اب قضیے کے احکام کو بیان کریں گے، اور قضیے کے احکام میں سے تناقض اور عکوس بہت اہم ہیں اس لئے سب سے پہلے اسی کو بیان کیا جارہا ہے۔

فصل: اَلتَّنَاقُضُ هو اختلافُ القضيتين بالايجابِ والسلبِ بحيث يقتضي لذاته صدقُ احدهما كذبَ الاُخرى كقولنا زيد قائم و زيد ليس بقائم وشرط لتحقق التناقض بين القضيتين المخصوصتين وحداتٌ ثمانيةٌ فلا يتحقق بدونها، وحدةُ الموضوعِ، وحدةُ المحمولِ، وحدةُ المكانِ، وحدةُ الزمانِ، وحدةُ القوةِ والفعلِ، وحدةُ الشرطِ وحدةُ الجزءِ والكلِ، وحدةُ الاضافةِ وقد اِجْتَمَعَتْ في هذين البيتين۔ بيت

در تناقض ہشت وحدۃ شرط داں، وحدۃ موضوع ومحمول ومکاں
وحدۃ شرط واضافت جزو کل، قوت وفعل است در آخر زماں

ترجمہ: تناقض وہ دو قضیوں کا مختلف ہونا ہے ایجاب اور سلب میں اس حیثیت سے کہ تقاضہ کرے بالذات اختلاف کی وجہ سے دونوں قضیوں میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو یا اس کے برعکس جیسے ہمارا قول زید قائم وزید لیس بقائم اور تناقض کے متحقق ہونے کی شرط دو قضیہ مخصوصہ کے درمیان آٹھ وحدتیں ہیں، چنانچہ تناقض متحقق نہ ہوگا ان کے بغیر، (۱) وحدت موضوع (۲) وحدت محمول (۳) وحدت مکان (۴) وحدت زمان (۵) وحدت قوت وفعل (۶) وحدت شرط (۷) وحدت جزوکل (۸) وحدت اضافت، اور یہ آٹھوں جمع ہیں ان دونوں شعروں میں: بیت "تناقض میں آٹھ وحدتیں شرط ہیں جان تو بلا وحدتِ موضوع، وحدت محمول، وحدت مکان، وحدت شرط، وحدت اضافت، وحدت جزوکل، وحدت قوت وفعل، آخر میں وحدت زمان ہے۔

درس: دیکھو بچو! تناقض کے معنی ٹکراؤ اور مخالفت کے ہیں، جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو کبھی ہمیں ٹوک دیا جاتا ہے کہ ابھی تم یوں کہہ رہے تھے اور اب یہ کہنے لگے یعنی تمہاری یہ بات پہلی بات کے مخالف ہوگئی اسی کا نام تناقض ہے، اسی کو مصنفؒ نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے، تناقض اصطلاح منطق میں دو قضیوں کا ایجاب وسلب میں اس طرح مختلف ہونا ہے کہ کہ یہ اختلاف بالذات ایک قضیہ کے صدق اور دوسرے کے کذب یا پہلے کے کذب اور دوسرے کے صدق کا تقاضہ کرے یعنی دو قضیے ایک جگہ جمع ہو جائیں جن میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو اور ایجاب وسلب کا یہ اختلاف اس بات کا تقاضہ کرے کہ ایک قضیہ سچا ہو اور دوسرا جھوٹا یا پہلا جھوٹا ہو اور دوسرا سچا، مثال کے طور تم نے کہا خالد کھڑا ہے، اور خالد کھڑا نہیں ہے، یہاں قضیے جمع ہیں، پہلا موجبہ ہے اور دوسرا سالبہ ہے اور یہ اختلاف بالذات اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ ان میں سے ایک سچ ہو اور دوسرا جھوٹ ہو، ظاہر ہے کہ یا تو خالد کھڑا ہوگا یا خالد کھڑا نہیں ہوگا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک وقت میں ایک جگہ میں خالد کھڑا بھی ہو اور کھڑا بھی نہ ہو اسی کا نام تناقض ہے۔

قولہ وشرط لتحقق التناقض: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تناقض کے درست ہونے کیلئے آٹھ شرطیں ہیں، کہ ان آٹھوں شرطوں کا ایک وقت میں پایا جانا ضروری ہے، ان آٹھوں میں سے ایک بھی شرط اگر فوت ہوگئی تو تناقض کا تحقق ہوگا، (۱) دونوں کا موضوع ایک ہو (۲) دونوں کا محمول ایک ہو (۳) دونوں کا مکان ایک ہو (۴) دونوں کا زمانہ ایک ہو (۵) دونوں قوت وفعل میں ایک ہو (۶) دونوں میں شرط ایک ہو (۷) دونوں جزء اور کل میں متحد ہوں (۸) دونوں اضافت میں متحد ہوں، اسی کو شاعر نے ایک شعر میں جمع کیا ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں ☆ وحدت موضوع ومحمول ومکاں
وحدت شرط واضافت جزء وکل ☆ قوت وفعل ست درآخر زماں

... نا فیہا لم تناقضا نحو زید قائم وعمرو لیس بقائم، وزید

قاعد، وزید لیس بقائم وزید موجود ای فی الدار وزید لیس بموجود ای فی السوق وزید نائم ای فی اللیل وزید لیس بنائم ای فی النہار وزید متحرک الاصابع بشرط کونه کاتبا وزید لیس بمتحرک الاصابع ای بشرط کونه غیر کاتب والخمر فی الدنّ مسکر ای بالقوة والخمر لیس بمسکر فی الدن ای بالفعل والزنجی اسود ای کلّه والزنجی لیس باسود ای جزئه اعنی سنانه وزید اب ای لبکر وزید لیس باب ای لخالد وبعضهم اکتفوا بوحدتین ای وحدةِ الموضوعِ والمحمول لاندراج البواقی فیهما وبعضهم قنعوا بوحدة النسبة فقط لان وحدتها مستلزمة بجمیع الوحدات.

ترجمہ: چنانچہ جب دونوں قضیے مختلف ہوں ان آٹھ وحدتوں میں تو دونوں متناقض نہ ہوں گے جیسے زید کھڑا ہے اور عمرو کھڑا نہیں ہے، اور زید بیٹھا ہے اور زید کھڑا نہیں ہے اور زید موجود ہے یعنی گھر میں اور موجود نہیں ہے یعنی بازار میں اور زید سونے والا ہے یعنی رات میں اور زید سونے والا نہیں ہے یعنی دن میں اور زید انگلیوں کو حرکت دینے والا ہے یعنی اس کے کاتب ہونے کی شرط کے ساتھ اور زید انگلیوں کو حرکت دینے والا ہے یعنی اس کے کاتب نہ ہونے کی شرط کے ساتھ اور شراب مٹکہ میں نشہ آور ہے یعنی بالقوۃ اور شراب نشہ آور نہیں ہے مٹکہ میں یعنی بالفعل، اور حبشی کالا ہے یعنی اس کا کل اور حبشی کالا نہیں ہے یعنی اس کا جزء میں مراد لیتا ہوں اس کے دانت اور زید باپ ہے یعنی بکر کا اور زید باپ نہیں ہے یعنی خالد کا اور بعض مناطقہ نے دو وحدتوں پر اکتفاء کیا ہے وحدت موضوع ومحمول، بقیہ کے ان دونوں میں داخل ہو جانے کی وجہ سے، اور بعض مناطقہ نے صرف وحدت نسبت (اضافت) پر قناعت کی ہے کیوں کہ اس کی وحدت تمام وحدتوں کو مستلزم ہے۔

درس: اس سے پہلے مصنفؒ نے تناقض کے تحقق کی آٹھ شرطیں بیان کی تھیں

اب یہاں سے ہر ایک کی تفصیل مثالوں کے ذریعہ بیان کر رہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان آٹھ شرطوں میں کوئی بھی شرط اگر نہ پائی جائے تو تناقض متحقق نہ ہوگا، ہر ایک کو نمبر وار سمجھو!

پہلی شرط: یہ ہے کہ دونوں جملوں کا موضوع ایک ہو لہذا اگر دونوں جملوں کا موضوع الگ الگ ہو تو تناقض نہ ہوگا، جیسے تم نے کہا دارالعلوم دیوبند میں ہے، مظاہر العلوم دیوبند میں نہیں ہے، اب مثال میں دیکھو دونوں کا موضوع الگ الگ ہے اس لئے دونوں میں تناقض نہیں ہے۔

دوسری شرط: دونوں کا محمول ایک ہو جیسے دارالعلوم ہندوستان میں ہے، دارالعلوم پاکستان میں نہیں ہے، دیکھو دونوں کا محمول الگ الگ ہے اس لئے دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

تیسری شرط: تینوں قضیوں میں مکان اور جگہ ایک ہو جیسے تم نے کہا خالد کھڑا ہے مسجد میں، خالد کھڑا نہیں ہے مدرسہ میں، دیکھو دونوں کا مکان الگ الگ ہے اس لئے دونوں میں تناقض نہیں ہے۔

چوتھی شرط: دو قضیوں میں زمانہ ایک ہو جیسے خالد سوتا ہے رات میں، خالد سوتا نہیں ہے دن میں، دونوں قضیوں کا زمانہ الگ الگ ہے اس لئے دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

پانچویں شرط: دونوں قضیے قوت و فعل میں ایک ہوں، دو چیزیں ہیں قوت اور دوسرا فعل، قوت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو بات کسی کے بارے میں کہی گئی ہے ابھی تو وہ اس میں موجود نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ وہ اس میں ہو جائے یا ہونے والی ہے جیسے کوئی طالب علم درجہ ہفتم میں پڑھتا ہے لوگ اسے مولوی کہتے ہیں حالانکہ وہ ابھی مولوی بنا نہیں ہے لیکن کیونکہ آئندہ بننے والا ہے اسی لئے اس کو بالقوۃ مولوی کہتے ہیں، خلاصہ یہ کہ جو بات کسی کے بارے میں کہی جا رہی ہے وہ ابھی فی الحال موجود نہ ہو لیکن اس چیز کی صلاحیت اس کے اندر ہو اسے بالقوۃ کہتے ہیں، اور فعل کہتے ہیں وہ چیز اس کے اندر موجود ہے جیسے کسی

مدرسہ سے فارغ شدہ شخص کو مولانا، مفتی کہا جائے تو یہ بالفعل مولانا یا مفتی ہے یہ تو ہوئی قوت وفعل کی وضاحت اب سمجھ کہ تناقض کیلئے دونوں جملوں کا قوت وفعل میں برابر ہونا ضروری ہے لہذا اگر ایک قوت کے اعتبار سے ہو اور دوسرا فعل کے اعتبار سے ہو تو تناقض محقق نہ ہوگا جیسے کسی کے بارے میں کہا جائے وہ مفتی ہے یعنی بالقوۃ اور اسی کے بارے میں کہا جائے وہ مفتی نہیں ہے یعنی بالفعل ظاہر ہے کہ دونوں میں کوئی تناقض نہ ہوگا۔

چھٹی شرط: دو جملوں میں شرط ایک ہو، لہذا اگر دونوں شرط الگ الگ ہو تو تناقض محقق نہ ہوگا جیسے کہا جائے زید کی انگلیاں حرکت کرتی ہیں اس شرط کے ساتھ کہ وہ لکھتا ہے اور زید کی انگلیاں حرکت نہیں کرتی ہیں اس شرط کے ساتھ کہ وہ لکھتا نہیں ہے ظاہر ہے کہ دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

ساتویں شرط: دونوں جملے جزء اور کل میں متحد ہوں اگر ایک میں کل مراد ہو اور دوسرے میں جزء مراد ہو تو تناقض نہ ہوگا جیسے کہا جائے ہندوستان میں عربی بولی جاتی ہے یعنی کیرالا میں اور ہندوستان میں عربی بولی نہیں جاتی ہے یعنی کیرالا کے علاوہ میں ظاہر ہے کہ پہلے ہندوستان سے مراد صرف اس کا ایک جزء کیرالا ہے اور دوسرے سے مراد کل ہے لہذا دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے، اسی طرح کہا جائے حبشی کالا ہوتا ہے یعنی اس کا پورا بدن اور حبشی کالا نہیں ہوتا ہے یعنی اس کا دانت، ظاہر ہے کہ دونوں جزء اور کل میں مختلف ہیں لہذا کوئی تناقض نہیں ہے۔

آٹھویں شرط: دونوں جملے اضافت میں متحد ہوں، یعنی ایک جملے میں جس اعتبار سے کوئی بات کہی گئی ہے دوسرے جملے میں اسی اعتبار سے بات کہی گئی ہو لہذا اعتبار اور نسبت بدل جائے تو تناقض محقق نہ ہوگا جیسے کہا جائے زید باپ ہے یعنی بکر کیلئے اور زید باپ نہیں ہے یعنی خالد کے لئے، ظاہر ہے کہ دونوں جملے میں اضافت ونسبت کا فرق ہے زید بکر کے اعتبار سے باپ ہے اور خالد کے اعتبار سے باپ نہیں ہے اسی طرح عبدالرحمٰن بھائی ہے بکر کا اور عبدالرحمٰن بھائی نہیں ہے یعنی خالد کا تو دونوں میں تناقض نہ ہوگا۔

پیارے بچو! امید ہے کہ تم نے تناقض کی شرطوں کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہوگا، اب عبارت کا ترجمہ دیکھو!

قوله وبعضهم: یادرکھو! مذکورہ آٹھوں شرائط متقدمین کے مذہب پر ہیں لیکن بعض مناطقہ نے صرف دو وحدتوں پر اکتفاء کیا ہے (۱) وحدت موضوع (۲) وحدت محمول، ان کا کہنا ہے کہ بقیہ چھ وحدتیں انہی دونوں میں داخل ہیں کیوں کہ ان دونوں کے مختلف ہونے سے موضوع کے اندر بھی اختلاف ہوجاتا ہے اور وحدت زمان، وحدت مکان، اضافت اور وحدت قوت وفعل، وحدت محمول میں داخل ہیں کیوں کہ ان وحدتوں کے مختلف ہونے سے محمول کے اندر بھی اختلاف ہوتا ہے لہذا آٹھوں شرطیں سمٹ کر دو وحدتیں آ گئیں، اسی لئے متاخرین نے تناقض کے تحقق کیلئے صرف دو شرطیں لگائی ہیں، اور بعض مناطقہ مثلاً معلم ثانی ابو نصر فارابی نے صرف ایک وحدت، وحدت نسبت (اضافت) پر قناعت کی ہے ان کا کہنا ہے کہ وحدت نسبت تمام وحدتوں کو مستلزم ہے اور تمام وحدتیں سمٹ کر اس میں آ گئی ہیں کیوں کہ جب نسبت میں اختلاف ہوگا تو یقیناً تمام وحدتوں میں اختلاف ہوگا۔ بچو! یہی آخری قول زیادہ بہتر ہے کیوں کہ سب سے بہتر بات وہ ہے جو مختصر اور مکمل ہو، ظاہر ہے کہ وحدت نسبت تمام وحدتوں کو جامع ہے اسی لئے یہی قول زیادہ بہتر ہے، اب عبارت کا ترجمہ دیکھو!

فصل: لابد فی التناقض فی المحصورتینِ من کون القضیتینِ مختلفینِ فی الْکَمِّ اعنی الکلیة والجزئیةَ فاذا کان احدُهما کلیةً تکون الاخری جزئیةً لان الکلیتین قد تکذِبانِ کما تقول کل حیوان انسان ولاشیٔ من الحیوان بانسان والجزئیتین قد تصدقانِ کقولک بعض الحیوان انسانٌ وبعض الحیوان انسان وبعض الحیوان لیس بانسان ویکون ذٰلک فی کلِ مادة یکون الموضوعُ اعمَّ فیها۔

ترجمہ: اور ضروری ہے دو محصورہ کے اندر دو قضیوں کا مختلف ہونا، کمیت میں یعنی

کلیت اور جزئیت میں، چنانچہ جب دونوں میں سے ایک کلیہ ہوتو دوسرا جزئیہ ہوگا کیوں کہ دوکلی کبھی کاذب ہوتے ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو، کل حیوان انسان ولاشیٔ من الحیوان بانسان اور دو جزئیہ کبھی صادق ہوتے ہیں جیسا کہ تمہارا قول بعض الحیوان انسان وبعض الحیوان لیس بانسان اور ایسا ہر اس مادے میں ہوتا ہے جس میں موضوع ہو۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے تم نے پڑھا کہ تناقض کے متحقق ہونے کیلئے آٹھ شرطیں ہیں اب مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دو قضیہ محصورہ کے اندر تحقق تناقض کیلئے مذکورہ آٹھ شرطوں کے ساتھ ایک نویں شرط اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ دو قضیے کمیت یعنی کلیت اور بعضیت میں مختلف ہو یعنی اگر پہلا قضیہ کلیہ ہوتو دوسرا قضیہ جزئیہ ہو اور اگر پہلا قضیہ جزئیہ ہوتو دوسرا قضیہ کلیہ ہو کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تناقض متحقق نہ ہوگا، مصنفؒ فرماتے ہیں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہ اگر دونوں قضیے کلیہ ہیں تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دونوں کلیہ کاذب ہوتے ہیں جیسے ہر حیوان انسان ہے اور کوئی حیوان انسان نہیں ہے، ظاہر ہے کہ دونوں جھوٹے ہیں کیوں کہ پہلے قضیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حیوان انسان ہے حالانکہ یہ کذب ہے اسی طرح دوسرے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حیوان انسان نہیں ہے یہ بھی کذب ہے، اور اگر دونوں قضیے جزئیہ تو بسا اوقات دونوں قضیے صادق ہوتے ہیں جیسے بعض حیوان انسان ہے اور بعض حیوان انسان نہیں ہے، ظاہر ہے کہ دونوں قضیے صادق ہیں دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے، اسی لئے محصورہ میں تناقض کے متحقق ہونے کیلئے دونوں کا کلیت اور جزئیت میں مختلف ہونا ضروری ہے۔

قولہ ویکون ذلک: اس عبارت سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دوکلیوں کا کاذب ہونا یا دو جزئیوں کا صادق ہونا ہر اس قضیہ میں ہوگا جس میں عام ہو اور محمول موضوع سے خاص ہو جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

ولابد فی تحقق نقیض القضایا الموجهة من الاختلاف فی الجهة فنقیض الضروریة المطلقة، الممکنة العامة ونقیض الدائمة، المطلقة العامة،

ونقیض المشروطةِ العامةِ الحینیةُ الممکنةُ ونقیض العرفیةِ العامةِ الحینیةُ المطلقةُ وھذا فی البسائط الموجھة ونقائض المرکبات منھا مفھوم مرددٌ بین نقیضی بسائطھا والتفصیل یطلب من مطوّلات الفن.

ترجمہ: اور ضروری ہے قضایا موجہہ کے تناقض کیلئے جہت میں اختلاف کا ہونا، چنانچہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے اور یہ موجہہ بسائط میں ہے اور مرکبات کی نقیض ان میں سے بعض وہ مفہوم ہے جس کی تردید کی گئی ہے (یعنی حرف تردید حرف انفصال داخل کیا گیا ہے) ان مرکبات کے بسائط کی دو نقیضوں کے درمیان اور تفصیل طلب کی جائے فن کی مطوّل کتابوں سے۔

درس: یہاں سے مصنفؒ قضیہ موجہہ کے اندر تناقض کے متحقق ہونے کے شرائط بیان فرمارہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضیہ موجہہ کے اندر تناقض کے متحقق ہونے کیلئے آٹھ شرطوں کے ساتھ ساتھ اختلاف الجہت بھی ضروری ہے، کیوں کہ اگر جہت مختلف نہ ہوں تو دونوں میں تناقض نہ ہوگا، اسے اس طرح سمجھو کہ اگر دونوں قضیے کی جہت ضرورۃ کی ہے تو دونوں کاذب ہوں گے جیسے کل انسان ضاحک بالضرورۃ ولاشئ من الانسان بضاحک بالضرورۃ، دیکھو! دونوں قضیوں کی جہت متحد ہے دونوں جانب ضرورۃ کی جہت ہے اس لئے یہ دونوں کاذب ہیں کیوں کہ پہلے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا ضاحک ہونا ضروری ہے حالانکہ یہ غلط ہے اور دوسرے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی انسان کا ضاحک نہ ہونا ضروری ہے حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیوں کہ ہر انسان کا ضاحک ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی کسی انسان کا ضاحک نہ ہونا ضروری ہے بلکہ دونوں ممکن ہے اسی طرح اگر دونوں قضیے کی جہت امکان عام کی ہو تو دونوں صادق ہوں گے، جیسے کل انسان کاتب بالامکان العام ولیس کل انسان کاتبا بالامکان العام، یہ دونوں قضیے صادق ہیں کیوں کہ پہلے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا کاتب ہونا ممکن ہے

اور دوسرے قضیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کا کاتب نہ ہونا ممکن ہے، ظاہر ہے کہ دونوں باتیں درست اور صحیح ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ موجہہ میں تناقض کیلئے جہت میں اختلاف ضروری ہے اس کے بعد مصنفؒ ہر ایک کی مثال دے رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے اور دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے۔

قولہ ونقائض المرکبات: پیارے بچو! یہ جو تم نے پڑھا یہ قضیہ موجہہ بسائط کے بارے میں تھی اب مصنفؒ مرکبات کی نقیض بیان فرما رہے ہیں.... مصنفؒ نے مرکبات کی نقیض نکالنے کا ایک طریقہ اپنے قول منها مفهوم مردد سے بیان کیا ہے، اس کی تھوڑی تفصیل سنو! تم یہ جانتے ہو کہ قضیہ مرکبہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے جن کا پہلا قضیہ صراحةً مذکور ہوتا ہے اور دوسرا قضیہ کنایةً، اور یہ دونوں قضیے موجہہ بسیطہ ہیں تو تم جس مرکبہ کی نقیض نکالنا چاہتے ہو تو پہلے اس کے دونوں جزء یعنی اس کے دونوں قضیہ بسیطہ کی نقیض نکال لو! اس کے بعد ان دونوں نقیضوں کے درمیان حرف تردید اما اور او داخل کردو، مرکبہ کی نقیض نکل آئے گی، تم اتنا ہی سمجھو! باقی تفصیل فن منطق کی بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

ويُشْتَرِطُ في أخذ نقائض الشرطيات الاتفاقُ في الجنس والنوعِ والمخالفة في الكيف فنقيض المتصلة اللزومية الموجبة سالبةٌ متصلةٌ لزوميةٌ ونقيض المنفصلةِ العناديةِ الموجبةِ سالبةٌ منفصلةٌ عناديةٌ وهكذا فاذا قلت دائما كلما كان أب فج د كان نقيضه ليس كلما كان اب فج د، واذا قلت دائما اما ان يكون هذا العدد زوجا اوفردا فنقيضه ليس دائما اما ان يكون هذا العدد زوجا فردا.

ترجمہ: اور شرط لگائی جاتی ہے شرطیات کی نقیض حاصل کرنے میں جنس اور نوع میں اتفاق کی اور کیف میں اختلاف کی، چنانچہ متصلہ لزومیہ موجبہ کی نقیض سالبہ متصلہ لزومیہ

ہے اور منفصلہ عنادیہ موجبہ کی نقیض سالبہ منفصلہ عنادیہ ہے اور اسی طرح پس جب تم یہ کہو کہ دائما کلما کان اب فج د، تو اس کی نقیض لیس کلما کان اب فج د ہوگا اور جب تم کہو دائما اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا تو اس کی نقیض لیس دائما اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا ہوگا۔

درس: یہاں سے مصنف شرطیات کے نقائض کی شرطوں کو بیان فرمارہے ہیں مصنف فرماتے ہیں شرطیات میں نقیض کے صحیح ہونے کیلئے چند شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: دونوں کا جنس ایک ہو، جنس کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں متصلہ ہوں یا دونوں منفصلہ ہوں۔

دوسری شرط: دونوں کا نوع ایک ہو، دونوں کے نوع ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں لزومیہ ہوں یا دونوں عنادیہ ہوں، یا دونوں اتفاقیہ ہوں۔

تیسری شرط: دونوں قضیے کیف میں مختلف ہوں، کیف میں مختلف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلا موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو اور اگر پہلا سالبہ ہو تو دوسرا موجبہ ہو، اگر یہ شرطیں پائی جائیں گی تو شرطیات میں تناقض متحقق ہوگا ورنہ نہیں ہوگا، لہذا متصلہ لزومیہ موجبہ کی نقیض متصلہ لزومیہ سالبہ ہوگا، کیوں کہ دونوں جنس اور نوع میں متحد اور کیف میں مختلف ہیں۔
اسی طرح منفصلہ عنادیہ موجبہ کی نقیض، منفصلہ عنادیہ سالبہ ہوگا، کیوں کہ دونوں جنس اور نوع میں متحد ہیں اور کیف میں مختلف ہیں، مصنف متصلہ لزومیہ موجبہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ جب تم کہوگے دائما کلما کان اب فج د، تو اس کی نقیض لیس کلما کان اب فج د آئے گا، یعنی کلما کانت الشمس طالعة فالنھار موجود، یہ متصلہ لزومیہ موجبہ ہے تو اس کی نقیض لیس کلما کانت الشمس طالعة فالنھار موجود آئے گا کیوں کہ یہ متصلہ لزومیہ سالبہ ہے اسی طرح مصنف منفصلہ عنادیہ موجبہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں "جب تم کہوگے دائما اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا یہ منفصلہ عنادیہ موجبہ ہے تو اس کی نقیض لیس دائما اما ان

یکون ھذا العدد زوجا اوفردا آئے گا یہ منفصلہ عنادیہ سالبہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ شرطیات میں نقائض کے صحیح ہونے کیلئے جنس اور نوع میں متحد اور کیف میں مختلف ہونا ضروری ہے، جیسا کہ تم نے تفصیل سے سمجھ لیا، اب عبارت دیکھو!

فصل: العکسُ المُستوِی ویقال له العکس المستقیم ایضاً وعبارة عن جعلِ الجزءِ الاوّلِ الثانی والجزءِ الثانی اوّلاً مع بقاءِ الصدقِ والکیفِ۔

ترجمہ: عکس مستوی اور اسے عکس مستقیم بھی کہا جاتا ہے اور وہ نام ہے قضیہ کے جزء اوّل کو جزء ثانی اور جزء ثانی کو اول کر دینے کا صدق اور کیف کے بقاء کے ساتھ۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ جب تناقض کی بحث سے فارغ ہوئے تو اب عکس کی بحث کو شروع فرمارہے ہیں عکس کے لغوی معنی الٹ پھیر ہیں یعنی قضیہ کے دو اطراف میں الٹ پھیر کرنا لغت میں عکس کہا جاتا ہے، عکس کی دو قسمیں ہیں (۱) عکس مستوی (۲) عکس نقیض، چونکہ عکس مستوی زیادہ آسان ہے اسی لئے مصنفؒ نے پہلے اسی کو بیان کیا ہے، دیکھو بچو! عکس مستوی کسے کہتے ہیں، پہلے ہم اپنے الفاظ میں تمہیں سمجھاتے ہیں اس کے بعد کتاب کی تشریح کروں گا، جب ہم کسی کو یہ کہیں کہ یہ ہندوستانی ہے تو اس کا الٹا بھی کہہ سکتے ہیں، کہ ہندوستانی یہ ہے، اسی طرح تم کہو گھوڑے ہنہنانے والے ہیں تو اس کا الٹا بھی کہہ سکتے ہو، ہنہنانے والے گھوڑے ہیں، اسی طرح زید کاتب ہے تو اسی کا الٹا بھی کہہ سکتے ہیں کاتب زید ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کے متعلق یہ کہا کہ یہ وہ نہیں ہے تو الٹا بھی ماننا پڑے گا کہ وہ یہ نہیں ہے، اسی کا نام عکس مستوی ہے اب مصنف کی تعریف سنو!

عکس مستوی: اصطلاح منطق میں نام ہے قضیہ کے جزء اوّل کو جزء ثانی اور جزء ثانی کو اوّل کر دینے کا، یعنی حملیہ میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع کی جگہ رکھ دینا، اسی طرح قضیہ شرطیہ میں یعنی مقدم کو تالی اور تالی کو مقدم کی جگہ رکھ دینے کا نام عکس مستوی ہے اسے ایک مثال سے سمجھو! تم نے کہا کوئی انسان گھوڑا نہیں ہے، لاشیء من الانسان بفرس،

اس مثال میں دیکھو انسان موضوع اور فرس محمول ہے اب انسان کی جگہ فرس اور فرس کی جگہ انسان کو رکھو تو ہو جائے گا کوئی گھوڑا انسان نہیں ہے لاشئ من الفرس بانسان اسی کا نام عکس مستوی ہے لیکن عکس مستوی کے درست ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) بقاء صدق، بقاء صدق کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ صادق ہے تو عکس بھی صادق ہو اور اگر اصل قضیہ کاذب ہے تو عکس بھی کاذب ہو۔ (۲) بقاء کیف، بقاء کیف کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ موجبہ ہے تو عکس بھی موجبہ ہو اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہے تو عکس بھی سالبہ ہو، ان دونوں شرطوں کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے ایک بھی شرط اگر مفقود ہوئی تو عکس مستوی درست نہ ہوگا۔

فالسالبة الكلية تَنْعَكِسُ كنفسِها كقولك لاشئ من الانسان بحجر ينعكسُ الى قولك لاشئ من الحجر بانسان بدليل الخلف تقريره انه لولم يصدق لاشئ من الحجر بانسان عند صدق قولنا لاشئ من الانسان بحجر يصدق نقيضه اعنى قولنا بعض الحجر انسان فنضمه مع الاصل ونقول بعض الحجر انسان ولاشئ من الانسان بحجر ينتج بعض الحجر ليس بحجر فيلزم سلب الشئ عن نفسه وذلك محال.

ترجمہ: چنانچہ سالبہ کلیہ منعکس ہوگا اپنی ہی طرح جیسے تمہارا قول لاشئ من الانسان بحجر منعکس ہوگا تمہارے اس قول کی طرف لاشئ من الحجر بانسان دلیل خلف کی وجہ سے جس کی تقریر یہ ہے کہ اگر نہ صادق ہو لاشئ من الحجر بانسان ہمارے اس قول لاشئ من الانسان بحجر کے صادق آنے کے وقت تو صادق آئے گی اس کی نقیض یعنی ہمارا قول بعض الحجر انسان پھر ہم اسے اصل کے ساتھ ملا دیں گے اور کہیں گے بعض الحجر انسان ولاشئ من الانسان بحجر تو نتیجہ دے گا بعض الحجر لیس بحجر پس لازم آئے گا شئ کی نفی اسکی ذات سے، حالانکہ یہ محال ہے۔

درس: اب مصنفؒ محصورات کا عکس بیان فرمارہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی سالبہ کلیہ ہی آئے گا، جیسے لاشئ من الانسان بحجر، سالبہ کلیہ ہے اس میں انسان موضوع اور حجر محمول ہے لہذا انسان کی جگہ حجر کو اور حجر کی جگہ انسان کو رکھا جائے گا تو اس کا عکس نکل آئے گا اس کی صورت یہ ہوگی لاشئ من الحجر بانسان، نیز عکس کی دونوں شرطیں بھی پائی گئیں، اور دونوں قضیہ صادق ہیں اسی طرح دونوں سالبہ ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ نہیں مانے گا تو سلب الشئ عن نفسہ لازم آئے گا اور سلب الشئ عن نفسہ باطل ہے، مثال کے طور پر لاشئ من الانسان بحجر کا عکس لاشئ من الحجر بانسان کو اگر کوئی نہیں مانتا ہے تو اس کی نقیض بعض الحجر انسان کو تو ماننا پڑے گا ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا اور جب بعض الحجر انسان صادق ہوگا تو ہم اسے صغریٰ بنائیں گے اور اصل قضیہ کو کبریٰ بنائیں گے تو شکل یہ بنے گی بعض الحجر انسان ولاشئ من الانسان بحجر، اب حد اوسط انسان کو گرائیں گے تو نتیجہ نکلے گا بعض الحجر لیس بحجر، یعنی بعض پتھر پتھر نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ سلب الشئ عن نفسہ ہے اور سلب الشئ عن نفسہ باطل ہے۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے......اب عبارت دیکھو!

والسالبةُ الجزئيةُ لاتنعكس لزومًا لجوازِ عمومِ الموضوعِ فی الحمليةِ والمقدمُ فی الشرطيةِ مثلا يصدُق بعضُ الحيوان ليس بانسان وليس يصدق بعض الانسان ليس بحيوان.

ترجمہ: اور سالبہ جزئیہ لازمی طور پر منعکس نہیں ہوتا ہے حملیہ کے اندر عموم موضوع کے ممکن ہونے کی وجہ سے اور شرطیہ کے اندر عموم مقدم کے ممکن ہونے کی وجہ سے، مثلا بعض الحیوان لیس بانسان صادق ہے اور بعض الانسان لیس بحیوان صادق نہیں ہے۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا کیوں کہ عکس کے صحیح ہونے کیلئے دونوں کا صادق ہونا ضروری ہے لیکن سالبہ جزئیہ میں یہ شرط پائی نہیں جارہی ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ موضوع عام ہو یا شرطیہ میں مقدم ہو، تو ظاہر ہے کہ اصل قضیہ تو صادق ہوگا لیکن اس کا عکس صادق نہ ہوگا مثال کے طور پر **بعض الحیوان لیس بانسان** بعض حیوان انسان نہیں ہے بالکل صادق ہے لیکن جب اس کا عکس لایا جائے **بعض الانسان لیس بحیوان** بعض انسان حیوان نہیں ہے بالکل غلط ہے کیوں کہ ہر انسان حیوان ہے، خلاصہ یہ کہ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں ہے جیسا کہ تم نے مثال سے سمجھ لیا۔

والموجبةُ الكليةُ تنعكسُ الى موجبة جزئية فقولنا كل انسان حيوان ينعكسُ الى قولنا بعض الحيوان انسان ولا ينعكس الى موجبة كلية يجوز ان يكون المحمول او التالى عاما كما فى مثالنا فلا يصدق كل حيوان انسان.

ترجمہ: اور موجبہ کلیہ منعکس ہوتا ہے موجبہ جزئیہ کی طرف چنانچہ ہمارا قولِ کل انسان حیوان منعکس ہوگا ہمارے قول بعض الحیوان انسان کی طرف اور یہ (موجبہ کلیہ) کی طرف منعکس نہیں ہوگا اس لئے ممکن ہے محمول یا تالی عام ہو جیسا کہ ہماری مثال میں ہے چنانچہ نہیں صادق آئے گا کل حیوان انسان۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ فرماتے ہیں کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے کل انسان حیوان، موجبہ کلیہ ہے تو اس کا عکس بعض الحیوان انسان آئے گا لیکن موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آئے گا، کیوں کہ اگر موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ آوے تو بقاء صدق کی شرط مفقود ہو جائے گی کیوں کہ ممکن ہے کہ محمول عام ہو یا شرطیہ میں تالی عام ہو اور جب محمول عام ہوگا تو ظاہر ہے کہ دونوں قضیے صادق نہیں ہو سکتے حالانکہ عکس کے صحیح ہونے کیلئے دونوں کا صادق ہونا شرط ہے مثال کے طور پر، کل انسان حیوان، موجبہ کلیہ ہے اب اگر اس کا عکس موجبہ کلیہ لایا جائے تو ہو جائے گا کل حیوان انسان ظاہر ہے کہ یہ بالکل غلط ہے خلاصہ یہ ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آئے گا بقاء صدق کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

وَهٰهُنَاشکٌ تقریرُه اَن قولنا کل شیخ کان شابًا موجبة کلیةٌ صادقةٌ مع اَن عکسَه بعضُ الشابِ کان شیخا لیس بصادق واُجیبَ عنه بان عکسَه لیس ماذکرت بل عکسه بعض من کان شابا شیخ وقد یجاب بوجه اخر وھو ان حفظ النسبة لیس بضروری فی العکس فعکسه بعض الشاب یکون شیخا وھو صادق لامحالة.

ترجمہ: اور یہاں ایک اشکال ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ ہمارا قول کل شیخ کان شابا موجبہ کلیہ ہے جو صادق ہے باوجودیکہ اس کا عکس بعض الشاب کان شیخا صادق نہیں ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اس کا عکس وہ نہیں جسکو تم نے ذکر کیا بلکہ عکس بعض من کان شابا شیخ ہے اور کبھی دوسرے طریقہ سے جواب دیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نسبت کی حفاظت عکس میں ضروری نہیں ہے پس اس کا عکس بعض الشاب یکون شیخا ہوگا اور یہ لامحالہ صادق ہے۔

درس: مصنفؒ نے فرمایا کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے اس پر ایک اشکال وارد ہوا ہے مصنفؒ اس اشکال اور اس کے دو جواب نقل فرمارہے ہیں۔

اشکال کی تقریر: آپ نے کہا کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے حالانکہ میں ایک مثال دیتا ہوں کہ موجبہ کلیہ کا عکس اگر موجبہ جزئیہ لایا جائے تو عکس صادق نہ ہوگا کل شیخ کان شابا ، ہر بڈھا جوان تھا، یہ موجبہ کلیہ ہے اس کا عکس بعض الشاب کان شیخا، بعض جوان بڈھا تھا، صادق نہیں ہے کیوں کہ کوئی جوان پہلے بڈھا نہیں ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ آپ کا یہ کہنا کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آئیگا ہمیں تسلیم نہیں ہے۔

مصنفؒ نے اس کا دو جواب دیا ہے، پہلا جواب مثال مذکور کا آپ نے جو عکس بیان کیا ہے وہ اس کا عکس نہیں ہے بلکہ اس کا عکس بعض من کان شابا شیخ ہے یعنی بعض وہ لوگ جو جوان تھے بوڑھے ہو گئے یہ قضیہ صادق ہے لہذا کوئی اشکال وارد نہ ہوگا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اصل قضیہ میں جو نسبت ہو اس نسبت کا عکس میں محفوظ رہنا

ضروری نہیں بلکہ نسبت بدل سکتی ہے لہذا اصل قضیہ کل شیخ کان شابا میں ماضی کی نسبت ہے، اب عکس میں نسبت بدل کر مستقبل کی نسبت ہوسکتی ہے، لہذا اس کا عکس آئے گا بعض الشاب یکون شیخا بعض جوان بوڑھے ہوجائیں گے یہ بالکل درست اور صادق ہے، لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آئے گا اس پر کوئی اشکال وارد نہ ہوگا۔

والموجبة الجزئية تنعكس الى موجبة جزئية كقولنا بعض الحيوان انسان ينعكس الى قولنا بعض الانسان حيوان.

ترجمہ: اور موجبہ جزئیہ منعکس ہوگا موجبہ جزئیہ کی طرف جیسے ہمارا یہ قول بعض الحیوان انسان منعکس ہوگا ہمارے اس قول بعض الانسان حیوان کی طرف۔

درس: موجبہ جزئیہ ہے لہذا اس کا عکس موجبہ جزئیہ بعض الانسان حیوان ہوگا اور ظاہر ہے کہ اصل قضیہ صادق ہے اور اس کا عکس بھی صادق ہے، لہذا عکس درست ہے۔

وَقَدْ يُورَدُ على انعكاسِ الموجبةِ الجزئيةِ كنفسها ايرادٌ وهو اَن بعضَ الوَتَدِ فى الحَائِطِ صادق وعكسه اعنى بعض الحائط فى الوتد غير صادق والجواب انا لانسلم ان عكس هذه القضية ما قلت من بعض الحائط فى الوتد بل عكسه بعض ما فى الحائطِ وَتَدٌ لامَرِيَّةَ فى صِدْقِه وباقى مباحثِ العكوسِ من عكس الموجهاتِ والشرطياتِ فمذكورٌ فى المطولاتِ.

ترجمہ: اور کبھی اعتراض وارد کیا جاتا ہے موجبہ جزئیہ کے اپنی ہی طرح منعکس ہونے پر، اور وہ یہ ہے کہ بعض الوتد فى الحائط صادق ہے، حالانکہ اس کا عکس یعنی بعض الحائط فی الوتد صادق نہیں ہے، اور جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے اس قضیہ کا وہ عکس جس کو تم نے کہا یعنی بعض الحائط فی الوتد بلکہ اس کا عکس بعض ما فی الحائط وتد ہے اور اس کے صدق میں کوئی شک نہیں ہے اور عکوس کی بقیہ بحثیں یعنی موجہات کا عکس اور شرطیات کا عکس تو وہ مطولات میں مذکور ہیں۔

درس: پیارے بچو! موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے، اس قاعدے پر ایک اشکال وارد ہورہا ہے اس کو نقل فرما کر اس کا جواب دے رہے ہیں۔ اشکال کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے ہمیں تسلیم نہیں ہے کیوں کہ بعض الوتد فی الحائط (کھونٹی کا کچھ حصہ دیوار میں ہے) بالکل صادق ہے لیکن اگر اس کا عکس موجبہ جزئیہ ہی لایا جائے تو غلط ہوگا کیوں کہ اس صورت میں مطلب ہوگا بعض الحائط فی الوتد، دیوار کا کچھ حصہ کھونٹی میں ہے، ظاہر ہے کہ یہ بالکل غلط ہے، کیوں کہ کھونٹی دیوار میں ہوتی ہے نہ کہ دیوار کھونٹی میں۔ مصنف فرماتے ہیں کہ آپ نے جو عکس نکالا ہے وہ عکس نہیں ہے بلکہ اس کا عکس بعض ما فی الحائط وتد ہے، یعنی بعض وہ چیز جو دیوار میں ہے کھونٹی ہے، ظاہر ہے کہ یہ بالکل درست ہے، خلاصہ یہ ہے کہ موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے۔

فصل عكس النقيض هو جعل نقيض الجزء الاول من القضية ثانيا و نقيض الجزء الثانى اولا مع بقاء الصدق و الكيف هذا اسلوب المتقدمين فتنعكس الموجبة الكلية بهذا العكس كنفسها كقولنا كل انسان حيوان ينعكس الى قولنا كل لا حيوان لا انسان والموجبة الجزئية لا تنعكس بهذا العكس لان قولنا بعض الحيوان لا انسان صادق وعكسه بعض الانسان لا حيوان كاذب.

ترجمہ: عکس نقیض وہ قضیہ کے جزء اول کی نقیض کو جزء ثانی اور جزء ثانی کی نقیض کو جزء اول کر دینا ہے صدق اور کیف کے باقی رہنے کے ساتھ یہ متقدمین کا طریقہ ہے تو موجبہ کلیہ اس عکس کے ساتھ اپنی ہی طرح منعکس ہوگا، جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان یہ منعکس ہوگا ہمارے اس قول کی طرف کل لاحیوان لا انسان اور موجبہ جزئیہ اس عکس کے ساتھ منعکس نہیں ہوتا اسلئے کہ ہمارا قول بعض الحیوان لا انسان صادق ہے حالانکہ اس کا عکس یعنی بعض الانسان لاحیوان کاذب ہے۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنفؒ عکس کی دوسری قسم عکس نقیض کو بیان فرمارہے ہیں۔ سنو عکس نقیض میں متقدمین اور متاخرین مناطقہ کا اختلاف ہے، مصنفؒ نے صرف متقدمین کے طریقہ کو بیان کیا ہے کیوں کہ اسی کا اعتبار ہے۔

دیکھو: عکس نقیض کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اصل قضیہ کے جزء اول کی نقیض کو جزء ثانی اور جزء ثانی کی نقیض کو جزء اول کردیا جائے صدق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے، صدق کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو تو عکس نقیض بھی صادق ہو، اور کیف کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تو عکس نقیض بھی موجبہ ہو اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو عکس نقیض بھی سالبہ ہو، اسے ایک مثال سے سمجھو۔ کل انسان حیوان، اس کی عکس نقیض ہوگی کل لا حیوان لا انسان، اس مثال میں غور کرو، اصل قضیہ کل انسان حیوان صادق ہے اور اس کی نقیض کل لاحیوان لا انسان بھی صادق ہے اسی طرح اصل قضیہ موجبہ ہے تو اس کی عکس نقیض کل لاحیوان لا انسان بھی موجبہ ہے۔

آگے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ ہی آئے گا، جیسے کل انسان حیوان، اس کا عکس نقیض کل لاحیوان لا انسان ہوگا، اور موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا، کیوں کہ عکس نقیض کے لئے بقاء صدق ضروری ہے اور موجبہ جزئیہ کا اگر عکس نقیض لایا جائے تو بقاء صدق کی شرط مفقود ہوجاتی ہے، مثال کے طور پر بعض الحیوان لا انسان صادق ہے، لیکن اگر اس کا عکس نقیض لایا جائے تو بعض الانسان لاحیوان ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کیوں کہ ہر انسان حیوان ہے۔

والسالبة الكلية تنعكس الى سالبة جزئية تقول لا شئ من الانسان بفرس وتقول فى عكسه بهذا العكس بعض اللافرس ليس بلا انسان الى جزئية ولا تقول لا شئ من اللافرس بلا انسان لصدق نقيضه اعنى بعض اللافرس لا انسان كالجدار.

ترجمہ: اور سالبہ کلیہ منعکس ہوتا ہے سالبہ جزئیہ کی طرف تم کہتے ہو لاشئ من

الانسان بفرس اور تم کہتے ہو اس کے عکس میں اس عکس کے ساتھ بعض اللافرس بلا انسان اس کی نقیض کے صادق ہونے کی وجہ سے یعنی بعض اللافرس لا انسان (بعض غیر گھوڑے غیر انسان ہیں) جیسے دیوار۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئے گا جیسے لا شی من الانسان بفرس دیکھو یہ سالبہ کلیہ ہے اب اس کا عکس نقیض بعض اللافرس لیس بلا انسان آئے گا۔ چونکہ اصل قضیہ صادق ہے اور اس کا عکس نقیض بھی صادق ہے اسی طرح اصل قضیہ سالبہ ہے اور اس کا عکس نقیض بھی سالبہ ہے، لہذا ابقاء صدق وکیف کی شرط پائی گئی۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ کلیہ نہیں آئے گا، کیوں کہ اس صورت میں بقاء صدق کی شرط نہیں پائی جائے گی، مثال کے طور پر لاشی من الانسان بفرس سالبہ کلیہ ہے اور صادق ہے اب اگر اس کا عکس نقیض بھی سالبہ کلیہ ہوا تو اس طرح ہوگا لاشی من اللافرس بلا انسان۔ یعنی غیر فرس میں سے کوئی چیز انسان نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کیوں کہ یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ بعض اللافرس بعض لا انسان آئے گا، جیسے دیوار اور یہ بالکل درست ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی شی صادق ہو تو اس کی نقیض کاذب ہوگی۔ لہذا جب بعض اللافرس لا انسان صادق ہوا تو اس کی نقیض لاشی من اللافرس بلا انسان یقیناً کاذب ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سالبہ کلیہ کا عکس نقیض اگر سالبہ کلیہ ہی لایا جائے تو بقاء صدق کی شرط نہیں پائی جائے گی، اس لئے سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ ہی آئے گا۔

والسالبة الجزئية تنعكس الى سالبة جزئية كقولك بعض الحيوان ليس بانسان تنعكس الى قولك بعض اللاانسان ليس بلا حيوان كالفرس.

ترجمہ: اور سالبہ جزئیہ سالبہ جزئیہ کی طرف منعکس ہوتا ہے جیسے تیرا قول بعض الحیوان لیس بانسان منعکس ہوگا، تیرے اس قول کی طرف بعض اللاانسان لیس بلا حیوان (بعض غیر انسان غیر حیوان نہیں ہے) جیسے گھوڑا۔

درس: سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے بعض الحیوان لیس بانسان، دیکھو یہ سالبہ جزئیہ ہے اس کا عکس نقیض بھی سالبہ جزئیہ آئے گا، یعنی بعض اللانسان لیس بلا حیوان، یعنی بعض غیر انسان غیر حیوان نہیں ہے، جیسے گھوڑا۔ اس مثال میں غور کرو اصل قضیہ بھی صادق ہے اور عکس نقیض بھی صادق ہے، اسی طرح اصل قضیہ سالبہ ہے اور عکس نقیض بھی سالبہ ہے تو بقاء صدق وکیف کی شرط پائی گئی۔

وعکوس الموجهات مذكورة فى الكتب الطوال و ههنا قدتم مباحث القضايا و احكامها.

ترجمہ: اور موجہات کے عکوس بڑی کتابوں میں مذکور ہیں اور یہاں قضیے اور ان کے احکام کی بحثیں مکمل ہوگئیں۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ فرماتے ہیں کہ موجہات کے عکوس بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں، اگر ذوق تقاضہ کرے تو مراجعت کرلو۔

فصل واذ فرغنا عن مباحث القضايا والعكوس التى كانت مبادى الحجة محرى بنا ان نتكلم فى مباحث الحجة فنقول الحجة على ثلثة اقسام احدها القياس وثانيها الاستقراء و ثالثها التمثيل فلنبين هذه الثلثة فى ثلثة فصول.

ترجمہ: اور جب ہم فارغ ہوچکے قضیے اور ان عکوس کی بحثوں سے جو حجت کے لئے مبادی ہیں تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم کلام کریں حجت کی بحثوں میں تو ہم کہتے ہیں کہ حجت تین قسموں پر ہے: ان میں سے ایک قیاس ہے اور دوسرا استقراء اور تیسری تمثیل ہے، تو چاہئے کہ ہم ان تینوں کو تین فصلوں میں بیان کریں۔

درس: پیارے بچو! تم یہ جانتے ہوں کہ منطق کا موضوع ثانی حجت ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ حجت کا سمجھنا موقوف تھا قضایا اور ان کے عکوس کے سمجھنے پر، اس لئے ہم نے پہلے ان کو بیان کیا اور جب ہم ان کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب حجت کی بحث

کو شروع کر رہے ہیں۔ حجت کی تین قسمیں ہیں: قیاس، استقراء اور تمثیل۔ ان تینوں کو تین فصلوں میں بیان کریں گے۔

فصل فی القیاس و ہو قول مؤلف من قضایا یلزم عنہا قول اخر بعد تسلیم تلک القضایا فان کان النتیجۃ او نقیضہا مذکورا فیہ یسمی استثنائیا کقولنا ان کان زید انسان کان حیوان لکنہ انسان ینتج فہو حیوان و ان کان زید حمارا کان ناھقا لکنہ لیس بحمار ینتج انہ لیس حمار و ان لم یکن النتیجۃ او نقیضہا مذکورا یسمی اقترانیا کقولک زید انسان و کل انسان حیوان ینتج زید حیوان.

ترجمہ: یہ فصل قیاس کے بیان میں ہے اور وہ ایسا قول ہے جو ایسے چند قضیوں سے مرکب ہو جن سے لازم آجائے دوسرا قول ان قضیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد تو اگر نتیجہ یا اس کی نقیض قیاس میں مذکور ہے تو اس کا استثنائی رکھا جائے گا جیسے ہمارا قول ان کان زید انسان کان حیوان لکنہ انسان یہ نتیجہ دے گا کہ وہ حیوان ہے اور اگر نتیجہ یا اس کی نقیض مذکور نہ ہو تو اس کا اقترانی رکھا جائے گا۔ جیسے تیرا قول زید انسان و کل انسان حیوان نتیجہ دے گا کہ زید حیوان ہے۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنف "قیاس کی بحث کو شروع فرما رہے ہیں۔

قیاس کی تعریف: قیاس ایسے مرکب کلام کو کہتے ہیں کہ جو ایسے دو یا زیادہ قضیوں سے مل کر بنا ہو کہ اگر ہم ان جملوں کو مان لیں تو ہمیں ان کے ماننے سے ایک اور بات بھی ماننا پڑے۔ جیسے اگر ہم یہ دو باتیں مان لیں۔ زید مومن ہے اور ہر مومن جنت میں جائے گا تو ان دونوں باتوں کو ماننے کے بعد یہ تیری بات ماننی ضروری ہو جائے گی کہ زید جنت میں جائے گا۔

قیاس کی دو قسمیں ہیں: قیاس استثنائی اور قیاس اقترانی۔

قیاس استثنائی: وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ مذکور ہو، جیسے اگر زید

انسان ہے تو حیوان ہے مگر یہ انسان ہے تو نتیجہ آئے گا کہ زید حیوان ہے، ظاہر ہے کہ اس مثال میں نتیجہ یعنی حیوان مذکور ہے، اسی طرح اگر زید گدھا ہے تو ناہق ہوگا، لیکن ناہق نہیں ہے تو نتیجہ آئے گا کہ زید گدھا نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اس میں نقیض نتیجہ مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ: قیاس استثنائی کو استثنائی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں صرف استثناء لکن (مگر) ہوتا ہے۔

قیاس اقترانی: وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ مذکور نہ ہو، جیسے زید انسان ہے اور ہر انسان حیوان ہے تو نتیجہ آئے گا کہ زید حیوان ہے ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ مثال میں مذکور نہیں ہے۔

وجہ تسمیہ: قیاس اقترانی کو اقترانی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اقتران کے معنی میں ملنا اور چونکہ اس میں نتیجہ کے اطراف یعنی اصغر اکبر اور اوسط ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

نوٹ: دیکھو بچو! قیاس اقترانی ہو یا قیاس استثنائی دونوں میں نتیجہ مذکور ہوتا ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ قیاس استثنائی میں نتیجہ اکٹھا ایک جگہ ملے گا اور اقترانی میں الگ الگ۔

فصل فی القیاس الاقترانی و هو قسمان حملی و شرطی وموضوع النتیجة فی القیاس یسمی اصغر لکونها اقل افرادا فی الاغلب و محوله یسمی اکبر لکونه اکثر افراد غالبا والقضیة التی جعلت جزء قیاس یسمی مقدمة والمقدمة التی فیها الاصغر تسمی صغری والتی فیها الاکبر کبری والجزء الذی تکرر بینهما یسمی حدا اوسط و اقترانی الصغری بالکبری یسمی قرینة و ضربا و الهیئة الحاصلة من کیفیة وضع الاوسط عند الاصغر والاکبر یسمی شکلاً.

ترجمہ: یہ فصل ہے قیاس اقترانی کے بیان میں اور اس کی دو قسمیں ہیں: حملی

اورشرطی اور قیاس حملی میں نتیجہ کے موضوع کا نام اصغر رکھا جاتا ہے اس کے کم ہونے کی وجہ سے افراد کے اعتبار سے اکثر اور اس کے محمول کا نام اکبر رکھا جاتا ہے اس کے زیادہ ہونے کی وجہ سے باعتبار افراد اکثر اور وہ قضیہ جسے قیاس کا جزء بنادیا گیا ہے اس کا نام مقدم رکھا جاتا ہے اور وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو اس کا نام صغری رکھا جاتا ہے اور وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو اس کا نام کبری رکھا جاتا ہے اور وہ جزء جو ان دونوں کے درمیان مکرر ہو اس کا نام حد اوسط رکھا جاتا ہے اور صغری کا کبری کے ساتھ ملنا اس کا نام قرینہ اور ضرب رکھا جاتا ہے اور وہ ہیئت جو حاصل ہو اوسط کے اصغر اور اکبر کے پاس رکھنے کی کیفیت سے اس کا نام شکل رکھا جاتا ہے۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں: (۱) حملی (۲) شرطی۔ قیاس حملی وہ قیاس ہے جو صرف حملیات سے مرکب ہو جیسے العالم متغیر وکل متغیر حادث فالعالم حادث۔

شرطی: وہ قیاس ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب نہ ہو بلکہ یا تو صرف شرطیات سے مرکب ہو یا شرطیہ اور حملیہ دونوں طرح کے قضیوں سے مرکب ہو جیسے کلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود وکلما کان النہار موجودا فالعالم مضئ۔

دیکھو بچو! قیاس حملی، قیاس شرطی کے مقابلہ میں کثیر الاستعمال ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے پہلے اسی کو بیان کیا ہے سب سے پہلے مصنفؒ چند اصطلاحات کو بیان فرمارہے ہیں، جن کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔ دیکھو بچو، یہاں چند چیزیں ہیں، (۱) مقدمہ (۲) اصغر (۳) صغری (۴) اکبر (۵) کبری (۶) حد اوسط (۷) ضرب (۸) شکل۔

(۱) مقدمہ: دیکھو قیاس میں ہمیشہ کم از کم دو جملے ہوتے ہیں، ان دونوں جملوں کو منطق میں مقدمہ کہتے ہیں، جیسے عبادہ تقی مومن ہے اور ہر مومن جنتی ہے دیکھو اس میں دو جملے ہیں عبادہ تقی مومن ہے یہ ایک جملہ ہے اسے بھی مقدمہ کہا جاتا ہے اور ہر مومن جنتی ہے دوسرا جملہ ہے اسے مقدمہ کہا جاتا ہے۔

(۲) اصغر: نتیجہ کے موضوع کو اصغر کہا جاتا ہے۔ (۳) صغری: اور وہ مقدمہ جس میں اصغر مذکور ہو اس کو صغری کہا جاتا ہے۔ (۴) اکبر: نتیجہ کے موضوع کو اکبر کہا جاتا ہے۔ (۵) کبری: اور وہ مقدمہ جس میں اکبر مذکور ہوتا ہے اس کو کبری کہا جاتا ہے۔ (۶) حد اوسط جملے میں وہ جز جو صغری اور کبری دونوں میں مکرر ہوتا ہے اسے حد اوسط کہا جاتا ہے۔ (۷) ضرب: صغری کے کبری کے ساتھ اتصال کو ضرب اور قرینہ کہا جاتا ہے۔ (۸) شکل: حد اوسط کو اصغر اور اکبر کے پاس رکھنے سے جو ہیئت حاصل ہوتی ہے اسے شکل کہا جاتا ہے ان تمام کو ایک مثال سے سمجھو۔ عبادہ مجتہد و کل مجتہد ناج فعبادہ مجتہد، اس مثال میں عبادہ مجتہد نتیجہ ہے۔ اس کا موضوع عبادہ ہے جو قیاس میں مذکور ہے، لہذا عبادہ اصغر ہے اور نتیجہ کا محمول ناج ہے یہ بھی قیاس میں مذکور ہے، لہذا یہ اکبر ہے اور عبادہ مجتہد صغری ہے کیوں کہ اصغر اسی میں مذکور ہے اور جس میں اصغر مذکور ہو اسے صغری کہتے ہیں اور کل مجتہد ناج کبری ہے کیوں کہ اکبر اسی میں مذکور ہے اور جس میں اکبر مذکور ہو اس کو کبری کہتے ہیں اور حد اوسط مجتہد کو اصغر و اکبر کے پاس رکھنے سے ایک ہیئت حاصل ہوتی ہے اسے شکل کہتے ہیں۔

الاشكال اربعة: وجه الضبط ان يقال الحد الاوسط اما محمول الصغرى و موضوع الكبرى كما في قولنا العالم متغير و كل متغير حادث ينتج العالم حادث فهو الشكل الاول و ان كان محمولا فيهما فهو الشكل الثاني كما تقول كل انسان حيوان ولا شئ من الحجر بحيوان فالنتيجه لا شئ من الانسان بحجر و ان كان موضوعا فيهما فهو الشكل الثالث نحو كل انسان حيوان و بعض الانسان كاتب ينتج بعض الحيوان كاتب و ان كان موضوعا في الصغرى و محمولا في الكبرى فهو الشكل الرابع نحو قولنا كل انسان حيوان و بعض الكاتب انسان ينتج بعض الحيوان كاتب.

ترجمہ: شکلیں چار ہیں، ضبط کی وجہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ حد اوسط یا تو صغری کا محمول اور کبری کا موضوع۔ ہے جیسا کہ ہمارے اس قول میں العالم متغیر وکل متغیر حادث نتیجہ دے گا العالم حادث تو یہ شکل اول ہے اور اگر دونوں میں محمول ہو تو یہ شکل ثانی ہے جیسا کہ تم کہو کل انسان حیوان ولاشئ من الحجر بحیوان تو نتیجہ لاشئ من الانسان بحجر ہے اور اگر دونوں میں موضوع ہو تو یہ شکل ثالث ہے جیسے کل انسان حیوان وبعض الانسان کاتب نتیجہ دے گا بعض الحیوان کاتب اور اگر صغری میں موضوع ہو اور کبری میں محمول ہو تو یہ شکل رابع ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان وبعض الکاتب انسان نتیجہ دے گا بعض الحیوان کاتب۔

درس: دیکھو بچو! حد اوسط کے اعتبار سے قیاس کی چار شکلیں ہوتی ہے۔

(۱) شکل اول: حد اوسط صغری میں محمول اور کبری میں موضوع کی جگہ ہو تو اس کو شکل اول کہتے ہیں جیسے العالم متغیر وکل متغیر حادث فالعالم حادث۔ اس مثال میں حد اوسط متغیر ہے ظاہر ہے کہ صغری میں محمول اور کبری میں مضوع کی جگہ ہے اس لئے یہ شکل اول کی مثال ہے۔

(۲) شکل ثانی: اگر حد اوسط صغری اور کبری دونوں میں محمول ہو تو اسے شکل ثانی کہتے ہیں جیسے کل انسان حیوان ولاشئ من الحجر بحیوان۔ نتیجہ نکلے گا لاشئ من الانسان بحجر۔ دیکھو یہاں حیوان حد اوسط ہے اور صغری اور کبری دونوں میں محمول کی جگہ واقع ہے اس لئے یہ شکل ثانی کی مثال ہے۔

(۳) شکل ثالث: اگر حد اوسط صغری اور کبری دونوں میں موضوع کی جگہ ہو تو اسے شکل ثالث کہتے ہیں، جیسے کل انسان حیوان وبعض الانسان کاتب، نتیجہ نکلے گا بعض الحیوان کاتب۔ دیکھو حد اوسط انسان ہے اور دونوں میں موضوع کی جگہ ہے اس لئے یہ شکل ثالث کی مثال ہے۔

(۴) شکل رابع: اگر حد اوسط صغری میں موضوع اور کبری میں محمول واقع ہو تو اسے شکل رابع کہتے ہیں جیسے کل انسان حیوان وبعض الکاتب انسان نتیجہ نکلے گا بعض الحیوان

کاتب۔ دیکھو یہاں حد اوسط انسان ہے جو صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول واقع ہوا ہے اس لئے یہ شکل رابع کی مثال ہے۔

فصل واشرف الاشکال من الاربعة الشکل الاول ولذالک کان ناجه بینا یدیها یسبق الذهن فیه الی النتیجة سبقا طبعیا من دون حاجة الی فکر و تامل .

ترجمہ: چاروں شکلوں میں اشرف شکل اول ہے اور اسی وجہ سے اس کا نتیجہ بین اور واضح ہے ذہن سبقت کرتا ہے اس میں نتیجہ کی طرف طبعی طور پر غور وفکر کی ضرورت کے بغیر۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ چاروں شکلوں میں اشرف شکل اول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نتیجہ دینے میں بالکل واضح ہے اس میں غور وفکر کی ضرورت نہیں پڑتی، نتیجہ کی طرف ذہن خود بخود سبقت کر جاتا ہے۔

وله شرائط وضروب اما الشرائط فاثنان احدهما ایجاب الصغری و ثانیهما کلیة الکبری، فان یفقدا معا او یفقد احدهما لا یلزم النتیجة کما یظهر عند التامل.

درس: دیکھو بچو! شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے دو شرطیں، پہلی شرط یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کبریٰ کلی ہو، چاہے صغریٰ جزئی ہو یا کلی، یہ دونوں شرطیں ایک ساتھ پایا جانا ضروری ہے اگر ایک بھی شرط مفقود ہوگئی تو شکل اول نتیجہ نہیں دے گا۔

و اما الضروب فاربعة لان الاحتمالات فی کل شکل ستة عشر لان الصغری اربعة و الکبری ایضا اربعة اعنی الموجبة الکلیة والموجبة الجزئیة و السالبة الکلیة و السالبة الجزئیة و الاربعة فی الاربعة ستة عشر.

ترجمہ: اور بہرحال ضروب تو وہ چار ہیں، اس لئے کہ ہر شکل میں سولہ احتمالات ہیں، کیوں کہ صغری چار ہیں اور کبری بھی چار ہیں یعنی موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ، اور چار کو چار میں ضرب دینے سے سولہ ہو گئے۔

درس: دیکھو بچو! ہر شکل میں صغری کو کبری میں ملانے سے عقلا سولہ شکلیں بنتی ہیں۔ وہ کیسے تو دیکھو، قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں: موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ سالبہ جزئیہ، تو صغری اور کبری دونوں میں چاروں قسمیں ہوگی تو چاروں صغری کو چاروں کبری میں ضرب دینے سے سولہ ضربیں بنیں گی۔ اسے ایک مثال سے سمجھو۔

	صغری	کبری
(۱)	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ
(۲)	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ
(۳)	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ
(۴)	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ
(۵)	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ
(۶)	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ
(۷)	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ
(۸)	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ
(۹)	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ
(۱۰)	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ
(۱۱)	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ
(۱۲)	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ
(۱۳)	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ

(۱۴) سالبہ جزئیہ موجبہ جزئیہ

(۱۵) سالبہ جزئیہ سالبہ کلیہ

(۱۶) سالبہ جزئیہ سالبہ کلیہ

بچو! امید ہے کہ تم نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا، اب آگے عبارت دیکھو۔

واسقط شرائط الشکل الاول اثنی عشر وهو الصغری السالبة الکلیة مع الکبریات الاربع والصغری السالبة الجزئیة مع تلک الاربعة وهذه ثمانیة والکبری الموجبة الجزئة مع الصغری الموجبة الجزئیة و الکلیة وهذه اربعة .

ترجمہ: اور شکل اول کی شرطوں نے بارہ کو ساقط کر دیا اور وہ صغری سالبہ کلیہ ہے چاروں کبری کے ساتھ اور صغری سالبہ جزئیہ ہے ان چاروں کے ساتھ اور یہ آٹھ ہے اور کبری موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ صغری موجبہ جزئیہ اور کلیہ کے ساتھ اور یہ چار ہوئے۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے تم نے پڑھا کہ شکل اول کے نتیجہ دینے کی دو شرطیں ہیں اور دونوں کا ایک ساتھ پایا جانا ضروری ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ صغری موجبہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ کبری کلی ہو، اب یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شکل اول صرف چار ضربوں میں نتیجہ دے گا بارہ ضربوں میں نتیجہ نہیں دے گا، کیوں کہ ان بارہ ضربوں میں شرط نہیں پائی جاتی ہے۔

فبقی اربعة ضروب منتجة الضرب، الاول مرکب من موجبة کلیة صغری و موجبة کلیة کبری ینتج موجبة کلیة نحو کل ج ب و کل ب د ینتج کل ج د والضرب الثانی مؤلف موجبة کلیة صغری و سالبة کلیة کبری ینتج سالبة کلیة نحو کل انسان حیوان ولا شیٔ من الحیوان بحجر ینتج لا شیٔ من الانسان بحجر والضرب الثالث ملتئم من موجبة جزئیة صغری و موجبة کلیة کبری و النتیجة موجبة جزئیة نحو بعض

الحیوان فرس و کل فرس صهال ینتج بعض الحیوان صهال والضرب الرابع مزدوج من موجبة جزئیة صغری و سالبة کلیة کبری ینتج سالبة جزئیة کقولنا بعض الحیوان ناطق ولا شئ من الناطق بناهق فالنتیجة بعض الحیوان لیس بناهق .

ترجمہ: تو باقی رہ گئیں نتیجہ دینے والی چار ضربیں، پہلی ضرب مرکب ہے موجبہ کلیہ صغری اور موجبہ کلیہ کبری سے یہ نتیجہ دے گی موجبہ کلیہ۔ جیسے کل ج ب وکل ب د نتیجہ دے گی کل ج د اور دوسری ضرب مرکب ہے موجبہ کلیہ صغری اور سالبہ کلیہ کبری سے یہ نتیجہ دے گی سالبہ کلیہ جیسے کل انسان حیوان ولاشئی من الحیوان بحجر نتیجہ دے گی لاشئی من الانسان بحجر اور تیسری ضرب مرکب ہے موجبہ جزئیہ صغری اور موجبہ کلیہ کبری سے اور نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا جیسے بعض الحیوان فرس وکل فرس صہال نتیجہ دے گی بعض الحیوان صہال اور چوتھی ضرب مرکب ہے موجبہ جزئیہ صغری اور سالبہ کلیہ کبری سے یہ نتیجہ دے گی سالبہ جزئیہ جیسے ہمارا قول بعض الحیوان ناطق ولاشئی من الناطق بناہق تو نتیجہ ہوگا بعض الحیوان لیس بناہق۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صرف چار ضربیں نتیجہ دیں گی، کیوں کہ صرف انہیں چار ضربوں میں صغری کا ایجاب اور کبری کی کلیت پائی جارہی ہے۔ بچو ہم تمہاری سہولت کی خاطر ایک نقشہ کے ذریعہ سمجھاتے ہیں۔

نتیجہ دینے والی ضربیں

	صغری	کبری	کیفیت	شرائط
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	منتج	دونوں شرطیں موجود ہیں
۲	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	//	دونوں شرطیں موجود ہیں
۳	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	//	دونوں شرطیں موجود ہیں
۴	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	//	دونوں شرطیں موجود ہیں

نتیجہ نہ دینے والی ضربیں

	صغری	کبری	کیفیت
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	کبری کلی نہیں ہے
۲	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	کبری کلی نہیں ہے
۳	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کبری کلی نہیں ہے
۴	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کبری کلی نہیں ہے
۵	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	صغری موجبہ نہیں ہے
۶	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہیں
۷	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	صغری موجبہ نہیں ہے
۸	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہیں
۹	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	صغری موجبہ نہیں ہے
۱۰	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہیں
۱۱	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	صغری موجبہ نہیں ہے
۱۲	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہیں

بچو! اب کتاب کی عبارت کو دیکھو اور مثالیں منطبق کرلو۔ ان شاء اللہ عبارت حل ہوجائے گی۔

تنبیہ۔ انتاج الموجبة الكلية من خواص الشكل الاول كما ان الانتاج بالنتائج الاربعة ايضا من خصائصه والصغرى الممكنة غير ممكنة من هذا الشكل فقد وضع بما ذكرنا انه لابد فى هذا الشكل كيفا ايجاب الصغرى و كما كلية الكبرى و جهة فعلية الصغرى.

ترجمہ: تنبیہ۔ موجبہ کلیہ کا نتیجہ دینا شکل اول کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ چاروں نتائج کا نتیجہ دینا بھی اسی کی خاصیتوں میں سے اور صغری ممکنہ اس شکل میں نتیجہ نہیں دیتا تو واضح ہوگیا ان باتوں سے جن کو ہم نے ذکر کیا کہ اس شکل میں ضروری ہے کیفیت کے اعتبار سے صغری کا موجبہ ہونا اور کمیت کے اعتبار سے ضروری ہے کبریٰ کا کلی ہونا اور جہت کے اعتبار سے ضروری ہے صغری کا بالفعل ہونا۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ موجبہ کلیہ کا نتیجہ دینا صرف شکل اول کی خصوصیات ہے اسی طرح قضیہ محصورہ کی چاروں قسموں کا نتیجہ دینا صرف شکل اول کی خصوصیت ہے اس کے علاوہ باقی شکلوں میں موجبہ کلیہ نتیجہ نہیں آتا، آگے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شکل اول میں اگر صغری ممکنہ ہے خواہ ممکنہ عامہ ہو یا خاصہ تو اس وقت نتیجہ نہیں آئے گا کیوں کہ شکل اول کے نتیجہ دینے کے لئے جس طرح صغری کا موجبہ ہونا اور کبری کا کلی ہونا شرط ہے اسی طرح باعتبار وجہت کے صغری کا بالفعل ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ ممکنہ خواہ عامہ ہو یا خاصہ اس میں بالامکان ہوتا ہے نہ کہ بالفعل۔ اس لئے اس صورت میں نتیجہ نہیں آئے گا۔

فصل: ويشترط في انتاج الشكل الثاني بحسب الكيف الايجاب والسلب اختلاف المقدمتين فان كانت الصغرى موجبه كانت الكبرى سالبه و بالعكس وبحسب الكم انكم اى الكلية والجزئية كلية الكبرى والا يلزم الاختلاف الموجب لعدم الانتاج اى صدق القياس مع ايجاب النتيجة تارة و مع سلبها اخرى و نتيج هذا الشكل لا يكون الا سالبة.

ترجمہ: اور شکل ثانی کے نتیجہ دینے میں شرط لگائی جاتی ہے کیف یعنی ایجاب سلب کے اعتبار سے دونوں مقدموں کے اختلاف کی چنانچہ صغری اگر موجبہ ہے تو کبری سالبہ ہو اور اس کے برعکس اور کم یعنی کلیت وجزئیہ کے اعتبار سے کبری کے کلی ہونے کی ورنہ تو لازم آئے گا ایسا اختلاف جو نتیجہ نہ دینے کو واجب کرے یعنی قیاس کا صادق ہونا نتیجہ کے موجبہ ہونے کے ساتھ کبھی اور نتیجہ کے سالبہ ہونے کے ساتھ کبھی اور اس شکل کا نتیجہ نہیں ہوتا مگر سالبہ۔

درس: پیارے بچو! جب مصنفؒ شکل اول کی تفاصیل سے فارغ ہوئے تو اب شکل ثانی کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرطیں دو ہیں: (۱) کیفیت کے اعتبار سے صغری اور کبری کا مختلف ہونا۔ یعنی صغری اگر موجبہ ہو تو کبری سالبہ ہو اور اگر صغری سالبہ ہو تو کبری موجبہ ہو۔ (۲) کمیت کے اعتبار سے کبری کا کلی ہونا۔ چاہئے صغری کلی ہو یا جزئی۔

آگے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان شرطوں کا لحاظ نہ کیا جائے تو نتیجہ میں اختلاف ہوگا۔ یعنی ایک ہی ضرب میں قیاس تو صادق ہوتا مگر نتیجہ کبھی موجبہ ہوگا اور سالبہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف صحیح نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے۔

وضروب الناتجة ایضا اربعة احدها من کلیتین والصغری موجبة ینتج سالبه کلیة کقولنا کل ج ب ولا شئ من ا ب فلا شئ من ج او الدلیل علی هذا الانتاج عکس الکبری فانک اذا عکست اکبری صار لا شئ من ب او بانضما فصار الصغری انتظم اشکل الاول و ینتج النتیجة المطلوبة.

ترجمہ: اور اس کے نتیجہ دینے والی ضربیں چار ہیں ان میں سے ایک دو کلیوں سے مرکب ہے اور صغری موجبہ ہو اور نتیجہ دے گی سالبہ کلیہ جیسے ہمارا قول کل ج ب ولاشئ من اب فلاشئ من ج ا اور دلیل اس انتاج پر عکس کبری ہے چنانچہ جب تم کبری کا عکس کرو تو ہوگا لاشئ من ب ا اور اس کو صغری کی طرف ملانے سے شکل اول مرکب ہوگی اور نتیجہ دے گی مطلوبہ نتیجہ۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے والی ضربیں صرف چار ہیں اور باقی بارہ ضربوں میں چونکہ شرائط پائے نہیں جاتے ہیں اس لئے ان میں نتیجہ نہیں دے گا۔ وہ چار یہ ہیں: نتیجہ۔

نتیجہ دینے والی ضربیں

	صغری	کبری	کیفیت
۱	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	شرائط موجود ہیں
۲	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	〃
۳	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	〃
۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	〃

اب ہر ایک کی مثال دیکھو۔

(۱) ضرب اول صغری موجبہ کلیہ ہو اور کبری سالبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا۔ جیسے کل ج ب ولاشئی من اب نتیجہ ہو گا لاشئی من ج ا۔

والدلیل علی ھذا الانتاج: یہاں سے مصنفؒ ضرب اول کے سالبہ کلیہ نتیجہ دینے پر دلیل پیش فرمارہے ہیں۔ اس دلیل کو عکس کبری کہتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے کبری کا عکس کردیا جائے اور اس عکس کو صغری کے ساتھ ملایا جائے تو یہ شکل اول بن جائے گی اب حد اوسط کو گرایا جائے تو نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا۔ جیسے کل ج ب ولاشئی من اب دیکھو یہ شکل ثانی کی ضرب اول ہے لہذا اس کا نتیجہ لاشئی من ج ا ہو گا اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر لاشئی من اب کا عکس کردیا جائے تو عکس اس طرح ہو گا لاشئی من ب ا اور اس عکس کو صغری کل ج ب کے ساتھ ملا کر یوں کہا جائے کل ج ب ولاشئی من ب ا تو دیکھو یہ شکل اول بن گئی کیوں کہ حد اوسط صغری میں محمول اور کبری میں موضوع کی جگہ واقع ہے۔ اب حد اوسط کو گرائیں گے تو وہی سالبہ کلیہ نتیجہ آئے گا جو شکل ثانی کی ضرب اول سے نکلا تھا۔ یعنی لاشئی من ج ا۔

الضرب الثانی موجبة کلیة کبری و سالبة کلیة صغری کقولنا لا شئ من ج ب وکل ا ب ینتج لا شئ من ج ا والدلیل علی الانتاج عکس الصغری وجعلها کبری ثم عکس النتیجة.

ترجمہ: اور ضرب ثانی موجبہ کلیہ کبری اور سالبہ کلیہ صغری جیسے ہمارا قول لاشی من ج ب وکل اب نتیجہ دے گا لاشی من ج اب اور انتاج پر دلیل صغری کا عکس اور اس کو کبری بنانا ثم نتیجہ کا عکس کرنا۔

درس: شکل ثانی کی ضرب ثانی یہ ہے کہ صغری سالبہ کلیہ ہو اور کبری موجبہ کلیہ ہو تو اس کا بھی نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا۔

ضرب ثانی کے سالبہ کلیہ نتیجہ دینے کی دلیل یہ ہے کہ صغری کا عکس کردیا جائے اور پھر اس عکس کئے ہوئے صغری کو کبری اور کبری کو صغری بنادیا جائے تو شکل اول بن جائے گی پھر اس سے جو نتیجہ آئے گا اس کا عکس کردیا جائے تو یہ وہی نتیجہ ہوگا جو شکل ثانی کی ضرب ثانی سے نکلا تھا یعنی سالبہ کلیہ اسے ایک مثال سے سمجھو۔ لاشی من الکتاب بحیوان وکل انسان حیوان۔ یہ دیکھو یہ شکل ثانی کی ضرب ثانی ہے۔ لہذا اس سے نتیجہ نکلے گا لاشی من الکتاب بانسان اس کی دلیل یہ ہے کہ صغری کا عکس کردیا جائے اور یوں کہا جائے لاشی من الحیوان بکتاب اب عکس کئے ہوئے صغری کو کبری اور کبری کو صغری بنا کر یوں کہا جائے کل انسان حیوان ولاشی من الحیوان بکتاب۔ یہ شکل اول بن گئی۔ اب حد اوسط کو گرادیا جائے تو نتیجہ آئے گا لاشی من الانسان بکتاب۔ پھر اس نتیجہ کا عکس کردیا جائے تو نتیجہ وہی ہوجائے گا تو ضرب ثانی آیا تھا۔ یعنی لاشی من الکتاب بالانسان۔ لہذا ثابت ہوا کہ شکل ثانی کی ضرب ثانی کا نتیجہ سالبہ کلیہ ہی آتا ہے۔

شکل ثانی میں نتیجہ نہ دینے والی ضربیں

	صغری	کبری	کیفیت
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	اختلاف فی الایجاب والسلب نہیں ہے
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہے
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	کبری کلی نہیں ہے

۴	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	یہاں اختلاف فی الایجاب والسلب نہیں ہے
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہے
٦	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کبری کلی نہیں ہے
۷	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	کبری کلی نہیں ہے
۸	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	اختلاف نہیں ہے
۹	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہے
۱۰	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کبری کلی نہیں ہے
۱۱	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	اختلاف المقدمتین نہیں ہے
۱۲	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہے

شکل ثانی کی بحث مکمل ہوئی۔

فصل شرط انتاج الشكل الثالث كون الصغرى موجبة و كون احد المقدمتين كلية فضروب الناتجة ستة احدها كل ج ب و كل ب ا فبعض ج ا و ثانيها كل ب ج و لاشئ من ب ا فبعض ج ليس او ثالثها بعض ب ج و كل ب فبعض ج ا ورابعها بعض ب ج ولا شئ من ا ب فبعض ج ليس او خامسها كل ب ج و بعض ب ا فبعض ج ا و سادسها كل ب ج و بعض ب ليس ا فبعض ج ليس ا.

ترجمہ: فصل شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی شرط صغری کا موجبہ ہونا اور دونوں مقدموں میں سے کسی ایک کا کلی ہونا، تو اس کے نتیجہ دینے والی ضربیں چھ ہیں، ان میں سے ایک کل ج ب وکل ب ا فبعض ج ا اور دوسری کل ب ج فلاشی من اب فبعض ج لیس ا۔ اور تیسری بعض ب ج وکل ب ا فبعض ج ا اور چوتھی بعض ب ج ولاشی من ب ا فبعض ج لیس ا اور پانچویں کل ب ج وبعض ب ا فبعض ج ا اور چھٹی کل ب ج وبعض ب لیس ا فبعض ج لیس ا۔

درس: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی دو شرطیں ہیں پہلی شرط صغری موجبہ ہو خواہ کبری موجبہ ہو یا سالبہ اور دوسری شرط صغری اور کبری میں سے کوئی ایک کلی ہو، دیکھو بچو، یہاں بھی سولہ ضربوں کا احتمال ہے لیکن صرف چھ ضربیں نتیجہ دیں گی اور باقی دس ضربیں نتیجہ نہیں دیں گے کیوں کہ ان میں یہ شرطیں نہیں پائی جا رہی ہیں۔

نتیجہ دینے والی ضربیں

	صغری	کبری	کیفیت
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	شرائط موجود نہیں ہے
۲	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	شرائط موجود نہیں ہے
۳	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	شرائط موجود نہیں ہے
۴	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	شرائط موجود نہیں ہے
۵	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	شرائط موجود نہیں ہے
٦	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	شرائط موجود نہیں ہے

نتیجہ نہ دینے والی ضربیں

	صغری	کبری	کیفیت
۱	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	دونوں مقدموں میں سے کوئی کلی نہیں ہے
۲	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	دونوں مقدموں میں سے کوئی کلی نہیں ہے
۳	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	صغری موجبہ نہیں ہے
۴	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	صغری موجبہ نہیں ہے
۵	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	صغری موجبہ نہیں ہے

٦	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	صغریٰ موجبہ نہیں ہے
۷	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	صغریٰ موجبہ نہیں ہے
۸	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہے
۹	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	صغریٰ موجبہ نہیں ہے
۱۰	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	دونوں شرطیں نہیں ہے

فصل وشرائط انتاج الشكل الاربع مع كثرتها وقلة حدودها مذكورة في المبسوطات فلا علينا توترك ذكرها و كذا شرائطها تركب الاشكال بحسب الجهة لا يتحمل امثال رسالتي هذه لبيانها.

ترجمہ: اور شکل رابع کے نتیجہ دینے کی شرطیں ان کے کثیر ہونے اور ان سے فائدے کے کم ہونے کے باوجود مبسوط کتابوں میں مذکور ہیں، چنانچہ ہمارے اوپر کوئی حرج نہیں ہے اگر ان کے ذکر کو چھوڑ دیا جائے اور اسی طرح تمام شکلوں کی شرطیں جہت کے اعتبار سے میرا اس جیسا رسالہ ان کے بیان کا تحمل نہیں کرسکتا۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرطیں بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں، چونکہ شکل رابع سے زیادہ فائدہ نہیں ہے اس لئے ہم صرف تین ہی اشکال کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں، اگر تمہیں شوق ہو تو بڑی بڑی کتابوں کی طرف مراجعت کرلو۔ واللہ الموفق

فائدة: ولعلك علمت مما القينا عليك ان النتيجة في القياس تتبع ادون المقدمتين في الكيف و الكم والاردون في الكيف هو السلب وفي الكم هو الجزئية فالقياس المركب من موجبة و سالبة ينتج سالبة والمركب من كلية و جزئية انما ينتج جزئية و اما المركب من الكليتين فربما ينتج كلية وقد ينتج جزئية .

ترجمہ: فائدہ: اور شاید کہ تم نے جان لیا ان باتوں سے جن کو ہم نے تم القاء کیا

کہ قیاس کے اندر نتیجہ تابع ہوتا ہے دونوں مقدموں میں سے اس مقدمہ کے جو کیفیت اور کمیت میں کمتر ہو اور کیف میں کمتر سالبہ ہے اور کم میں جزئیہ ہے چنانچہ وہ قیاس جو موجبہ اور سالبہ سے مرکب ہو سالبہ نتیجہ دیتا ہے اور وہ قیاس جو کلیہ اور جزئیہ سے مرکب ہو بلاشبہ یہ جزئیہ نتیجہ دیتا ہے اور بہر حال وہ قیاس جو دو کلیوں سے مرکب ہو تو بسا اوقات یہ کلیہ نتیجہ دیتا ہے اور کبھی جزئیہ نتیجہ دیتا ہے۔

درس: اس سبق میں مصنفؒ نے ایک انتہائی اہم ضابطہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ قیاس کے اندر نتیجہ ہمیشہ ارذل یعنی کمتر کے تابع ہوتا ہے، یعنی صغری اور کبری میں سے جو کمتر ہوگا نتیجہ وہی آئے گا۔ چنانچہ ایجاب وسلب میں سلب کمتر ہے، لہذا اگر صغری اور کبری میں سے ایک سالبہ ہو تو نتیجہ سالبہ آئے گا، اسی طرح کلی اور جزئی میں ارذل جزئی ہے، چنانچہ اگر صغری اور کبری میں سے ایک جزئیہ ہو تو نتیجہ جزئیہ آئے گا۔

بچو! اس قاعدے کو ذہن نشین کرلو انشاء اللہ سودمند ثابت ہوگا۔

فصل فی الاقترانیاتِ من الشرطیاتِ و حالُها فی الاشکالِ الاربعةِ و الضروبِ المنتجةِ و الشرائطِ المعتبرة کحال الاقترانیاتِ من الحملیاتِ سواء بسواء مثالُ الشکلِ الاوّل فی المتصلة: کلما کان زید انساناً کان حیواناً و کلما کان حیواناً کان جسماً ینتج کلما کان زید انساناً کان جسماً، مثال الشکل الثانی کلما کان زید انساناً کان حیواناً و لیس البتة اذا کان حجراً کان حیواناً ینتج لیس البته ان کان زید انساناً کان حجرا مثال الثالث کلما کان زید انسانا کان حیواناً و کلما کان زید انساناً کان کاتباً، ینتج قد یکون اذا کان زید حیوانا کان کاتباً.

ترجمہ: یہ فصل شرطیات کے اقترانیات کے بیان میں ہے اور ان کا حال اشکال اربعہ کے منعقد ہونے میں نیز ضروب منتجہ اور شرائط معتبرہ میں حملیات کے اقترانیات کے حال کی طرح ہے برابر برابر، شکل اول کی مثال متصلہ میں کلما کان زید انسانا حیوانا، وکلما کان

حیوانا کان جسما نتیجہ دے گا، کلما کا ن زید انسانا کان جسما ، شکل ثانی کی مثال کلما کان زید انساناً کان حیواناً، ولیس البتہ اذا کان حجراً کا ن حیواناً، نتیجہ دے گا لیس البتہ ان کان زید انساناً کان حجراً ان میں سے ثالث کی مثال کلما کان زیدانساناً کان حیواناً، و کلما کان زیدانسان کان کاتباً، نتیجہ دے گا قد یکون اذا کان حیوانا کان کاتباً.

درس: پیارے بچوں:۔اس سے پہلے جو اشکال اربعہ بیان کئے گئے وہ حملیات سے مرکب ہوتی تھیں یہاں سے مصنف ان اشکال کو بیان فرمارہے ہیں جو شرطیات یا شرطیہ اور حملیہ سے مرکب ہوتی ہیں، مصنف فرماتے ہیں کہ قضیہ حملیہ کے قیاس اقترانی کی طرح قضیہ شرطیہ کے قیاس اقترانی کا حال ہے لہذا جس طرح وہاں چار شکلیں بنی تھیں اسی طرح یہاں بھی چار شکلیں بنیں گی اور جس طرح وہاں سولہ ضربوں کا احتمال تھا یہاں بھی سولہ ضربوں کا احتمال ہے اور جس طرح وہاں چند شرائط کا اعتبار تھا یہاں بھی انہیں شرطوں کا اعتبار ہے۔

بچو:۔قضیہ شرطیہ سے مرکب ہونے والے قیاس اقترانی کی پانچ صورتیں ہوتیں (۱) صغری اور کبری دونوں متصلہ ہوں (۲) دونوں منفصلہ ہوں (۳) ایک متصلہ اور ایک حملیہ ہو (۴) ایک منفصلہ اور ایک حملیہ ہو (۵) ایک متصلہ اور ایک منفصلہ ہو، مصنف نے پہلی صورت کے شکل اوّل اور شکل ثانی اور شکل ثالث کو مثال دے کر کے بیان کیا ہے، اسی لئے ہم بھی صرف مصنف کے ذکر کردہ شکلوں کو وضاحت کریں گے۔

(۱) صغری اور کبری دونوں متصلہ ہوں اس کی شکل اوّل کی مثال۔جیسے کلما کان زید انساناً کان حیواناً، و کلما کان حیوانا کان جسماً ، دیکھکر یہ قضیہ متصلہ کی شکل اوّل ہے کیوں کے حداوسط کان حیواناً ہے جو صغری میں تالی اور کبری میں مقدم واقع ہے۔اب حداوسط کو گرائیں گے تو نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا یعنی کلما کان زید انسانا کان جسماً.

(۲) شکل ثانی کی مثال جس کا صغری اور کبری دونوں متصلہ ہوں جیسے کلما کان زید انسانا کان حیوانا (صغری)، ولیس البتہ اذا کان حجراً کان حیوانا. (کبری) دیکھو یہ شکل ثانی ہے کیوں کہ حد اوسط کان حیوانا ہے جو صغری اور کبری دونوں میں تالی کی جگہ واقع ہے تو حد اوسط گرانے سے نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا یعنی لیس البتہ ان کان زید انسانا کا ن حجراً.

(۳) شکل ثالث کی مثال:۔ جس کا صغری اور کبری دونوں متصلہ ہوں۔ جیسے کلما کان زید انسانا کان حیواناً، و کلما کان زید انساناً کان کاتباً، دیکھو شکل ثالث ہے کیوں کہ حد اوسط کا ن زید انسانا ہے جو صغری اور کبری دونوں میں مقدم کی جگہ واقع ہے، لہٰذا حد اوسط کے گرانے سے نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا یعنی قد یکون اذا کان زید حیوانا کا ن کاتباً،

وَاَمَّا الْاِ قْتِرَانِی الشرطیُ المؤلّفُ من المنفصلاتِ مثالُه من الشکلِ الاوّلِ اِمّا کل أبَ او کل جَ د و دائما کل د ہ او کل د ز ینتج دائماًاما کل اب او کل ج ہ او کل دز واما الاقترانی الشرطی المرکب من حملیة و متصلة کقولنا کلما کان ب ج فکل ج أو کل ء ا ینتج کلما کان ب ج فکل ج أو علی ھذا القیاس باقی الترکیبات.

اور بہر حال وہ اقترانی شرطی جو منفصلات سے مرکب ہوں اس کی مثال شکل اول سے اما کل اب او کل ج د و دائماً کل دہ او کل دز نتیجہ دے گا: دائما اما کل اب او کل ج ہ او کل دز اور بہر حال وہ اقترانی شرطی جو حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہو جیسے ہمارا قول کلما کان ب ج فکل ج أو کل ء ا نتیجہ دے گا، کلما کان ب ج فکل ج ا اور اس قیاس پر باقی ترکیبیں ہیں۔

درس پیارے نعیمی بچو! یہ جو تفصیلات آپ نے پڑھی، اس قیاس کی بحث تھی جس کا صغری اور کبری دونوں متصلہ ہوں تو اب مصنف اس قیاس کی مثالیں دے رہے ہیں جس کا

صغری اور کبری دونوں منفصلہ ہوں۔

شکل اوّل کی مثال جس کا صغری اور کبری دونوں منفصلہ ہو جیسے دائما اما ان یکون العددزوجا واما ان یکون فرداً (صغری) و دائما اما ان یکون الزوج زوج الزوج او یکون زوج الفرد (کبری) یہاں حداوسط زوج ہے اس کو گرادیا جائے گا تو نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا یعنی دائما اما ان یکون العددفرداً واما ان یکون زوج الزوج او یکون زوج الفرد قولہ اما الا قترانی الشرطی المرکب من حملیۃ و متصلۃ یہاں سے مصنفؒ اقترانی شرطی کی تیسری صورت یعنی جس میں ایک متصلہ ہواور ایک حملیہ ہوں اس کی مثال دے رہے ہیں۔ جیسے کلما کان ھذ الشئی انساناً کان حیواناً و کل حیوان جسم ، یہاں حداوسط حیوان ہے اس کو گرا دینے سے نتیجہ آئے گا کلما کان ھذاالشئی انسانا کان جسماً،

بچو: مصنف نے ج اور ب کے ذریعہ مثالیں دی تھیں میں نے تمہاری سہولت کی خاطر ان کی جگہ اصل مثالیں دی ہیں، اخیر میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ باقی قیاس اسی ترکیب پر ہے تو تم خود غور وفکر کر کے نکال لو۔

فصل : فی القیاسِ الا ستثنائی وھو مرکبٌ من مقدمتین ای قضیتینِ احدُھما شرطیۃٌ والاخری حملیۃٌ و یتخلل بینھما کلمۃ الا ستثناء اعنی الا واخواتھا ومن ثم یسمی استثنائیا.

ترجمہ: یہ فصل قیاس استثنائی کے بیان میں ہے اور وہ مرکب ہے دومقدموں سے یعنی ایسے دو قضیوں سے جن میں کا ایک شرطیہ ہو اور دوسرا حملیہ ہو اور ان دونوں کے درمیان کلمہ استثناء متخلل ہو یعنی الا اور اس کا اخوات اسی وجہ سے ان کا نام استثنائی رکھا جاتا ہے۔

کمپیوٹر درس: پیارے بچو۔ اس سے پہلے تم نے پڑھا کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں، قیاس اقترانی، قیاس استثنائی، اب تک تم نے جو کچھ پڑھا قیاس اقترانی کی بحث تھی اب یہاں سے مصنف قیاس استثنائی کی بحث کو شروع فرمار ہے ہیں۔

قیاس استثنائی کی تعریف:۔ وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ مذکور ہو، مصنف فرماتے ہیں کہ قیاس استثنائی ایسے دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے جس میں سے ایک قضیہ شرطیہ ہوتا ہے اور دوسرا حملیہ اور دونوں کے درمیان حرف استثناء الا لکن وغیرہ آتا ہے، اسی لئے اس کو استثنائی کہتے ہیں جیسے جب سورج نکلا ہوگا تو دن موجود ہوگا لیکن سورج نکلا ہوا ہے،

فان كانت الشرطية متصلة فا ستثناء عين المقدم ينتج عين الثانی و استثناء نقيض الثانی ينتج رفع المقدم كما تقول كلما كانت الشمس طالعة كان النهار وليس بمو جود ينتج فالشمس لسيت طالعة.

تو اگر شرطیہ متصلہ ہے تو عین مقدم کا استثناء عین ثانی کا نتیجہ ہے اور نقیض ثانی کا استثناء رفع مقدم کا نتیجہ دیتا ہے جب کہ تم کہتے ہو **كلما كانت الشمس طالعة كانا النهار موجود لكن الشمس طالعة** نتیجہ دے گا **فالنهار مو جود، لكن النهار ليس بموجود** نتیجہ دے گا **فالشمس ليست طالعة.**

درس: بچو! قیاس استثنائی کا اگر پہلا مقدمہ شرطیہ متصلہ ہے تو اس کا نام استثنائی متصل رکھا جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ دینے کے طریقے میں پہلا طریقہ یہ ہے کہ اگر عین مقدم کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ عین تالی ہوگا۔ جیسے جب سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا لیکن سورج نکلا ہوا ہے اس مثال میں غور کرو جب سورج طلوع ہوگا مقدم ہے اور دن موجود ہوگا تالی ہے اور اس میں مقدم کا استثناء کیا گیا ہے یعنی لیکن سورج نکلا ہوا ہے تو نتیجہ بعینہ تالی آئے گا یعنی دن موجود ہے۔

دوسرا طریقہ: تالی کی نقیض کا استثناء کیا جائے، تو نتیجہ سلب مقدم آئے گا جیسے جب بھی سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا لیکن دن موجود نہیں ہے اس مثال میں غور کرو مقدم جب بھی سورج طلوع ہوگا اور تالی دن موجود ہوگا اس میں تالی کی نقیض لیکن دن موجود نہیں ہے کا استثناء کیا گیا جیسے تو نتیجہ مقدم "یعنی سورج طلوع ہوگا" کی نفی کا ہوگا یعنی سورج طلوع نہیں ہے، بچو عبارت کی وضاحت ہو چکی اب ترجمہ دیکھو۔

وان كانت منفصلة حقيقة. فاستثناء عين احدهما ينتج نقيض الاخر وبالعكس وفي مانعة الجمع ينتج القسم الاوّل دون الثاني وفي مانعة الخلو ينتج القسم الثاني دون الاول وهٰهنا قد انتهت مباحث القياس بالقول المجمل والتفصيل موكول الى الكتب الطوال والأن نذكر طرفا من لواحق القياس.

ترجمہ: اور اگر شرطیہ منفصلہ حقیقیہ ہے تو ان دونوں میں سے ایک کے عین کا استثناء نتیجہ دیتا ہے دوسری کی نقیض کا، اگر برعکس ایک کی نقیض کا استثناء دوسرے کے عین کا نتیجہ دیتا ہے اور مانعۃ الجمع میں نتیجہ دے گا قسم اوّل کا نہ کہ قسم ثانی کا اور مانعۃ الخلو میں قسم ثانی کا نہ کہ قسم اوّل کا اور یہاں قیاس کی بحثیں مکمل ہوگئیں مجمل قول کے ساتھ، اور تفصیل طویل کتابوں کے سپرد ہے اور اب قیاس کے لواحق سے کچھ ذکر کرتے ہیں۔

درس: بچو! قیاس استثنائی کا پہلا مقدمہ اگر منفصلہ ہے تو اس کا نام قیاس استثنائی منفصلہ رکھا جاتا ہے، اس کے انتاج کی چند شکلیں ہیں پہلا مقدم اور تالی میں سے کسی ایک کے عین کا استثناء کر دیا جائے تو نتیجہ دوسرے کے نقیض آئے گا تو اگر مقدم کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ تالی کا نقیض ہوگا۔ اور اگر عین تالی کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ نقیض مقدم ہوگا ، اسی طرح اس کے برعکس یعنی اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی نقیض کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ دوسرے کا عین ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ انتاج کے چار طریقے ہوئے۔ اوّل عین مقدم کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ نقیض تالی ہوگا۔ دوم عین تالی کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ نقیض مقدم ہوگا، سوم نقیض مقدم کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ عین تالی ہوگا ، چہارم نقیض تالی کا استثناء کیا جائے تو نتیجہ عین مقدم ہوگا، آگے مصنف فرماتے ہیں کہ اگر منفصلہ مانعۃ الجمع ہے تو نتیجہ میں پہلی قسم آئے گی نہ کہ دوسری قسم یعنی اوّل اور دوم جو پہلی قسم کی دو صورتیں ہیں نتیجہ میں آئیں گی اسے مثال سے سمجھو۔

دائما اما ان یکون ھذا الشئی شجراً او حجراً، دیکھو یہ قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع ہے اب اگر اس کے عین مقدم کا استثناء کیا جائے اور کہا جائے لکنہ شجر تو نتیجہ تالی کی نقیض آئے گا یعنی فھو لیس بحجر اور اگر عین تالی کا استثناء کیا جائے اور کہا جائے لکنہ حجر تو نتیجہ نقیض مقدم آئے گا یعنی فھو لیس بشجر، اور اگر وہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے تو نتیجہ میں دوسری قسم آئے گی نہ کہ پہلی قسم یعنی اخیر کی سوم اور چہارم قسم آئے گی نہ کہ اوّل اور دوم جیسے دائما اما ان یکون زید فی الحجر و لا یغرق دیکھو یہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے اب اگر نقیض مقدم کا استثناء کیا جائے اور کہا جائے لکنہ لا فی البحر تو نتیجہ عین تالی ہوگا یعنی فھو لا یغرق اور اگر نقیض تالی کا استثناء کیا جائے لکنہ یغرق تو نتیجہ عین مقدم ہوگا یعنی فھو فی البحر۔

خلاصہ یہ کہ شرطیہ منفصلہ کے چار طریقوں میں سے شروع کے دو طریقے مانعۃ الجمع میں جاری ہوں گے اور آخر کی دو قسمیں مانعۃ الخلو میں جاری ہوں گے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ یہاں تک قیاس کے بحثیں مکمل ہو گئیں باقی ان کی تفصیل بڑی بڑی میں مذکور ہیں اب یہاں سے قیاس کے متعلق کچھ باتوں کو ذکر کیا جائے گا جنہیں لواحق قیاس کہا جاتا ہے۔

فصل الا ستقراء ھو الحکم علی کلٍ بتتبعہ اکثر الجزئیاتِ کقولنا کلُ حیوانٍ یُحَرِّکُ فَکَّہ الا سفلَ عند المَضغِ لانا استقرینا ای تتبعنا الا نسان و الفرس و البعیر و الحمیر و الطیور و السباع فوجدنا کلھا کذالک فحکمنا بعد تتبع ھذہ الجزئیات المُستَقرِیَۃ ان کان حیوان یحرکُ فکہ الاسفل عند المضغ و الا ستقراء لا یفید الیقین وانما یُحَصِّلُ الظنَّ الغالبَ لجوازِ ان یکونَ جمیعُ افرادِ ھذا الکلي بھذہ الحالۃِ کما یقال اِن التِمسَاحَ لیس علی ھذہ الصفۃِ بل یحرک فکہ الا علیٰ۔

ترجمہ: استقراء وہ حکم لگانا ہے کل پر اکثر جزئیات کو تلاش کر کے جیسے ہمارا قول

کل حیوان یحرک فکه الا سفل عند المضغ (ہرحیوان اپنے نیچے کے جبڑے کو ہلاتا ہے چبانے کے وقت) اس لئے کہ ہم نے استقراء کیا یعنی تلاش کیا انسان، گھوڑا، اونٹ، گدھے، پرندے، اور درندے کو تو ہم نے سب کو اسی طرح پایا، چنانچہ ہم نے حکم لگایا، ان تلاش کردہ جزئیات کے تتبع کے بعد کہ ہرحیوان اپنے نچلے جبڑا کو حرکت دیتا ہے، چبانے کے وقت اور استقراء یقین کا فائدہ نہیں دیتا، بلاشبہ یہ ظن غالب حاصل کراتا ہے اس بات کے ممکن ہونے کی وجہ سے کہ اس کلی کے تمام افراد اس حالت کے ساتھ نہیں ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ گھڑیال اس صفت پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے اوپر کا جبڑا ہلاتا ہے۔

درس: اس سے مصنفؒ نے حجت کی تین قسمیں بیان کی تھیں، قیاس، استقراء، تمثیل، جب پہلی قسم قیاس کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب استقراء کو بیان فرمارہے ہیں، استقراء کے معنی ہیں، ڈھونڈنا، تلاش کرنا، اور اصطلاح میں استقراء کہتے ہیں کسی کلی کے اکثر افراد میں کوئی بات دیکھکر سبھی افراد میں وہی بات سمجھ لینا، مثال کے طور پر تم نے اکثر جانوروں کو دیکھا کہ جب کھانے کے وقت چباتا ہے تو صرف نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے تو تم نے یہ کلی حکم لگادیا کہ تمام جانوروں کا یہی حال ہے کہ جب بھی چباتا ہے تو نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ استقراء یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔ بلکہ ظن غالب کا فائدہ دیتا ہے کیوں کہ اس میں شک کا احتمال رہتا ہے ممکن ہے کہ جو حکم ہم نے اکثر افراد کو دیکھکر لگایا ہے کوئی فرد اس سے خارج ہو جیسا کہ مثال مذکور میں گھڑیال ایک جانور ہے لیکن جب وہ چباتا ہے تو اوپر کا جبڑا ہلاتا ہے نہ کہ نیچے کا، معلوم ہوا کہ استقراء یقین کا فائدہ نہیں دیتا ہے، اسی طرح تم نے دیکھا کہ عربی مدراس میں پڑھنے والے نیک ہوتے ہیں تم نے تمام طلباء مدراس پر حکم لگادیا کہ تمام طلباء مدارس نیک ہوتے ہیں یہ بھی استقراء ہے جو کہ ظن غالب کا فائدہ دیتا ہے۔

فصل : التمثيل وهو اِثباتُ حكمٍ فی جزئی لوجودِهٖ فی جزئی اخرَ لمعنی جامعٍ مشتركٍ بينهما كقولنا العالم مؤلف فهو حادث كالبيت ولهم فی اثبات ان الامرَ المشتركَ علةٌ للحكمِ المذكورِ طرقٌ عديدةٌ مذكورةٌ فی الاصولِ والعمدة فيها طريقان احدُهما الدورانُ عند المتاخرين والقدماء كانوا يسمونها بالطردِ و العكسِ وهو ان يدور الحكمُ مع المعنى المشترك وجود او عدما اذاوجد المعنى وجد الحكم واذا انتفى المعنى انتفى الحكم فالدوران دليل على كون المدار اعنی المعنى علةً للدائرِ ای الحكم و الطريق الثانی السَّبْرُ والتقسيمُ وهو انهم يَعُدُّوْنَ اوصافَ الاصلِ ثم يُثْبِتُوْنَ ان مَا وراء المعنى المشتركِ غيرُصالحٍ لاقتضاءِ الحكمِ و ذلک لوجود تلک الاوصاف فی محل اخر مع تَخَلفِ الحُكمِ عنه مثلاً فی المثال المذكورِ يقولون انَّ علةَ حدوثِ البيتِ اما الامكانُ او الوجودُ او الجوهريةُ او الجسميةُ او التاليفُ ولا شئ من المذكورات غير التاليف يصلح لكونه علةً للحدوث والا لكان كل ممكنٍ وكل جوهرٍ وكل موجودٍ وكل جسمٍ حادثا مع ان الواجب تعالى والجواهر المجردة والاجسام الاثيرية ليست كذالک.

ترجمہ: تمثیل اور وہ حکم کو ثابت کرتا ہے ایک جزئی میں اس حکم کے پائے جانے کی وجہ سے دوسری جزئی میں ایک ایسے جامع معنی کی وجہ سے جو ان دونوں کے درمیان مشترک ہے جیسے ہمارا قول العالم مؤلف فھو حادث (عالم مرکب ہے چنانچہ وہ حادث ہے) جیسے گھر اور ان کے واسطے امر مشترک کو ثابت کرنے میں جو حکم مذکور کیلئے علت ہو چند طریقے ہیں جو اصول میں مذکور ہیں اور عمدہ ان میں دو طریقے ہیں۔ ان میں کا ایک دوران ہے متاخرین کے نزدیک اور متقدمین اس کا نام طرد و عکس رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حکم معنی مشترک کے ساتھ دائر ہو وجودی طور پر اور عدمی طور پر یعنی جب معنی پایا جائیگا تو حکم پایا

جائیگا اور جب معنی منتفی ہوگا تو حکم منتفی ہوگا، پس دوران دلیل ہے مدار یعنی معنی کے دائر یعنی حکم کیلئے علت ہونے پر اور دوسرا طریقہ سبر اور تقسیم ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ اصل کے اوصاف کو شمار کرتے ہیں پھر ثابت کرتے ہیں کہ معنی مشترک کے علاوہ کوئی اقتضاء حکم کے صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور یہ اوصاف کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے محل میں، اس سے حکم کے تخلف کے ساتھ مثلاً مثال مذکور میں وہ لوگ کہتے ہیں کہ گھر کے حادث ہونے کی علت یا تو ممکن ہونا ہے یا موجود ہونا ہے یا جوھر ہونا ہے یا جسم ہونا ہے یا مرکب ہوتا ہے اور ان مذکورہ چیزوں میں سے کوئی سوائے تالیف کے حدوث کی علت ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی ورنہ تو ہر ممکن اور ہر جوہر اور ہر موجود اور ہر جسم حادث ہوگا باوجود یہ ہیکہ واجب تعالیٰ اور جواہر مجردہ (مادہ سے خالی جوہر) اور اجسام اثر یہ اس طرح نہیں ہے۔

درس: یہاں سے مصنفؒ حجت کی تیسری قسم تمثیل کو بیان فرمارہے ہیں، تمثیل کے لغوی معنی، مثال بیان کرنا اور تشبیہ دینا ہے اور اہل منطق کے نزدیک تمثیل کا مطلب یہ ہیکہ ایک چیز کو کسی بات میں دوسری چیز کی طرح اس لئے بتانا کہ تاکہ دوسری پر جو حکم ہے وہ اوّل پر بھی لگ سکے مثلاً تم کہو کہ بھنگ مثل شراب کے ہے، نشہ میں، کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھنگ نشہ میں شراب جیسی ہے تو جو حکم اس شراب کا ہے وہی بھنگ کا بھی ہونا چاہئے یعنی کہ دونوں حرام ہونی چاہئے کیوں کہ شراب کی حرمت کی جو وجہ ہے وہ بھنگ میں بھی ہے یعنی کہ نشہ تو دیکھو اصل حرام ہونے والی چیز تو شراب ہے لیکن جس وجہ سے شراب حرام ہے وہی وجہ بھنگ کے اندر بھی پائی جارہی ہے اس لئے وہ بھی حرام ہے، اسی کا نام تمثیل ہے، پیارے بچو، تمثیل میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔

(۱) اصل مقیس علیہ، پہلی چیز جس میں وہ حکم ملا ہے جیسے شراب (۲) فرع مقیس دوسری چیز جسمیں پہلی چیز کا حکم جاری کیا گیا ہے جیسے بھنگ وغیرہ (۳) علت وہ وجہ ہے جو پہلی چیز میں سوچ کر نکالی گئی (۴) وہ بات جو اصل میں تھی اور اس کو فرع میں جاری کیا گیا جیسے حرام ہونا، ان چاروں چیزوں سے تین چیزیں بالکل واضح اور ظاہر ہیں ان کو ثابت

کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ تیسری چیز یعنی علت پوشیدہ چیز ہے لہذا اس کو ثابت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اس کے اثبات کے طریقے جو اصول فقہ میں مذکور ہیں ان میں سے سب سے عمدہ طریقہ دو ہیں، پہلا طریقہ دوران اور دوسرا طریقہ سبر و تقسیم ہے۔

دوران کا مطلب یہ ہے کہ حکم معنی مشترک کے ساتھ وجود اور عدم کے اعتبار سے دائر ہو یعنی جب علت پائی جائے تو حکم پایا جائے اور جب علت نہ پائی جائے تو حکم بھی نہ پایا جائے جیسے بیت حادث ہے کیوں کہ یہ مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے لہذا بیت حادث ہے اور یہی علت عالم میں پائی جاتی ہے لہذا عالم حادث ہے ظاہر ہے کہ یہ حکم یعنی حدوث ترکیب کے ساتھ دائر ہے، ترکیب ہوگی تو حدوث ہوگا اور جہاں ترکیب نہیں ہوگی وہاں حدوث نہیں ہوگا جیسے واجب تعالیٰ میں ترکیب نہیں پائی گئی تو حدوث بھی پایا نہیں گیا۔

اثبات علت کا دوسرا طریقہ: سبر و تقسیم ہے سبر کے معنی امتحان اور آزمائش اس سے مراد یہ ہے کہ اس بات کو پرکھنا کہ کون سا وصف حکم کیلئے علت بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور کون سا حکم صلاحیت نہیں رکھتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اصل کے اندر جتنے اوصاف کا احتمال ہو ان تمام کو شمار کیا جائے پھر غور کیا جائے کہ ان میں سے کس وصف کے اندر حکم کیلئے علت بننے کے صلاحیت ہے اور کس میں نہیں ہے اسی کا نام سبر و تقسیم ہے چنانچہ ان اوصاف میں سے جو وصف کسی محل میں پایا جائے گا اور اس کی وجہ سے حکم بھی پایا جائے گا، تو یہی وصف حکم کیلئے علت بننے کی صلاحیت رکھے گا اور جو وصف کسی دوسرے محل میں تو ہوگا مگر اس سے متخلف ہوگا تو یہ وصف بیکار ہوگا اور علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا۔ مثال کے طور پر بیت اصل ہے اور اس کا حکم حدوث ہے، اب ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ اس کے اندر بہت اوصاف کا احتمال ہے مثلاً اس کا ممکن ہونا، موجود ہونا، جوہر ہونا، جسم ہونا مرکب ہونا، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ تالیف و ترکیب کے علاوہ کسی کے اندر حدوث کی علت بننے کی صلاحیت نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہر ممکن، ہر موجود، کا حادث ہونا لازم آئے

گا حالانکہ ایسا نہیں ہے کیوں کہ واجب تعالی موجود ہیں لیکن وہ حادث نہیں ہے اسی طرح جواہر مجردہ یعنی عقول عشرہ جوہر ہیں لیکن حادث نہیں ہے، نیز اجسام اثریہ یعنی اجسام فلکیہ جسم ہیں مگر حادث ہونا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ بیت کے بہت سارے اوصاف میں سے صرف ترکیب علت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے اسی کا نام سبر و تقسیم ہے۔

(فائدہ) بچو یہ جو بتایا گیا کہ عقول عشرہ اور جواہر مجردہ حادث نہیں ہیں یہ فلاسفہ کا عقیدہ ہے، ورنہ شرعی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام چیزیں حادث وفانی ہیں۔

فصل: ومن الاقسيةِ المركبةِ قياسٌ يسمى قياسَ الخلف ومرجعه الى قياسين احدهما اقترانيٌ شرطيٌ مركبٌ من المتصلتين و ثانيهما استثنائيٌ اِحدى مقدمتيه لزوميةٌ اعنى نتيجة القياس الاوّل والمقدمة الاخرى مما استثنى فيه نقيضُ التالى، تقريره ان يقال المدعى ثابتٌ لانه لو لم يثبت المدعى ثبت المحال وهذا اوّل القياسين ثم نجعل النتيجة المذكورة صغرى ونقول لولم يثبت المدعى ثبت المحال ونَضُمُّ اليه كبرى استثنائيا ونقول لكن المحالَ ليس بثابتٍ فبالضرورة ثَبَتَ المدعى والا لزم ارتفاع النقيضين.

ترجمہ: اور مرکب قیاسوں میں سے ایک ایسا قیاس ہے کہ جس کا نام قیاس خلف رکھا جاتا ہے اس کا مرجع دو قیاسوں کی جانب ہے جن میں کا ایک اقترانی شرطی ہے جو متصلوں سے مرکب ہوں اور ان کا دوسرا استثنائی اس کے دونوں مقدموں میں سے ایک لزومیہ یعنی قیاس اوّل کا نتیجہ اور دوسرا مقدمہ اس قبیل سے ہوں جس میں نقیض تالی کا استثناء کیا گیا ہو اس کی تقریر یہ ہے کہ کہا جائے مدعی ثابت ہے کیونکہ اگر مدعی ثابت نہ ہو تو اس کی نقیض ثابت ہوگی اور جب جب اس کی نقیض ثابت ہوگی تو محال ثابت ہوگا یہ نتیجہ دیگا اگر مدعی ثابت نہ ہو تو محال ثابت ہوا اور یہ دونوں قیاس میں کا پہلا ہے پھر ہم ذکر کردہ نتیجہ کو صغری بنائیں گے اور کہیں گے اگر مدعی ثابت نہ ہوا تو محال ثابت ہوا اور ہم اس کی

طرف کبری استثنائی کو ملائیں گے اور کہیں گے لیکن محال ثابت نہیں ہے تو بدیہی طور پر مدعی ثابت ہوا، ورنہ تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنف قیاس مرکب کی ایک قسم قیاس خلف کو بیان کررہے ہیں، قیاس خلف دو قیاسوں سے مرکب ہوتا ہے، ان میں سے ایک قیاس اقترانی شرطی ہے جو دو شرطیہ متصلہ سے مرکب ہوتا ہے اور دوسرا قیاس استثنائی ہے جس کا ایک مقدمہ لزومیہ ہے جو قیاس اول کا نتیجہ ہوتا ہے اور دوسرا مقدمہ نتیجہ کی نقیضِ تالی کا استثناء ہوتا ہے، اس کو یوں سمجھ لو کہ جو تمہارے مدعی کو نہیں مانتا اس سے یوں کہو، مدعی ثابت ہے کیوں کہ اگر مدعی ثابت نہ ہو تو اس کی نقیض ثابت ہوگی اور جب اس کی نقیض ثابت ہوگی تو محال ثابت ہوگا۔ تو نتیجہ نکلے گا اگر مدعی ثابت نہ ہو تو محال ثابت ہوگا لیکن محال ثابت نہیں ہے تو نتیجہ نکلے گا، کہ مدعی ثابت ہے، کیوں کہ اگر مدعی ثابت نہ ہو تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا۔ اس لئے کہ اگر مدعی بھی ثابت نہ ہو اور نقیض مدعی بھی ثابت نہ ہو تو یہ ارتفاع نقیضین ہے اور ارتفاع نقیضین باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے۔ لہذا مدعی کا ثابت نہ ہونا باطل ہے تو مدعی ثابت۔

وَاِنْ اِشْتَهَيْتَ فَهْمَ هٰذا المعنى في مثال جزئي تقول كل انسان حيوان صادق لانه لولم يصدُقْ لصَدَقَ بعضُ الا نسان ليس بحيوان وكلما صدق بعض الانسان ليس بحيوان لز م المحال ينتج كلها لو لم يصدق المدعى فالمدعى ثابت .

ترجمہ: اگر تم اس معنی کو سمجھنا چاہو ایک جزئی مثال میں تو کہو کل انسان حیوان، صادق ہے کیوں کہ اگر یہ صادق نہ ہو تو بعض الانسان لیس بحیوان صادق آئے گا اور جب جب بعض الانسان لیس بحیوان صادق آئے گا تو محال لازم آئے گا یہ نتیجہ دے گا کہ جب مدعی صادق نہ ہو تو محال لازم آئے گا لیکن محال ثابت نہیں ہے پس مدعی کا عدم ثبوت ثابت نہیں ہے لہذا مدعی ثابت ہے۔

درس: مصنفؒ قیاس خلف کوایک مثال سے سمجھارہے ھیں، ہمارا دعوی ہے کہ کل انسان حیوان صادق ہے کیوں کے اگر یہ صادق نہ ہوتو بعض الانسان لیس بحیوان صادق آئے گااور جب یہ صادق آئے گاتو محال لازم آئے گا کیوں کہ بعض انسان حیوان نہیں ہیں صحیح نہیں ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ہمارا مدعی ثابت نہ ہوتو محال لازم آئے گا لیکن محال ثابت نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ ہمارا دعوی صادق ہے کہ ہر انسان حیوان ہے کیو ں کہ اگر یہ بھی صادق نہ ہوتو ارتفاع نقیضین لازم آئیگا اور ارتفاع نقیضین باطل ہےاور جو کسی باطل کو مستلزم ہووہ خود باطل ہوتا ہے لہذا ہمارا مدعی کا صادق نہ ہونا باطل تو صادق ہونا ثابت: یہی قیاس خلف ہے جس میں نقیض کو باطل کر کے مطلوب کو ثابت کیا جاتا ہے۔

فصل : وينبغى ان يعلم ان كل قياس لا بد له من صورة و مادة أما الصورة فهو الهيئة الحاصلة من ترتيب المقدمات و وضع بعضها عند بعض وقد عرفت الاشكال الاربعة المنتجة وعلمت شرائطها فى الانتاج بقى أمر المادة و القدماء حتى الشيخ الرئيس كانوا اشد اهتماماً فى تفصيل مواد الاقيسة و توضيحها و اكثر اعتناء عن البحث فى بسطها و تنقيحها و ذالک لان معرفة هذا اتم فائدة و اشمل عائدة لطالبى الصناعة لكن المتاخرين قد طوّلوا الكلام فى بيان صورة الاقيسة و بسطوا فيها سيما فى اقيسة الشرطيات المتصلة و المنفصلة مع قلة جدوى هذه المباحث و رفضوا أمر المادة و اقتصرو فى بيانها على بيان حدود الصناعات الخمس ولا ادرى اى امرٍ دعاهم الى ذالک وأى باعث اغراهم هناک لا بد للفطن اللبيب ان يهتم هذه لمباحث الجليلة الشان الباهرة البرهان غاية الاهتمام و يطلب ذالک المطلب العظيم والمقصد الفخيم من كتب القدماء المهرة و زبر الاقدمين السحرة فعليک ايها الولد العزيز ان تستمع نصيحتى و لا تنس وصيتى وانما القى عليک

بذا ما يتعلق بهذه الصناعات متوكلا على كافى المهمات فاستمع ان القياس باعتبار المادة ينقسم الى اقسام خمسة ويقال الصناعات الخمسة احدها البرهان والثانى الجدلى و الثالث الخطابى و الرابع الشعرى و الخامس الفسطى.

ترجمہ: مناسب ہے کہ جان لیا جائے کہ ہر قیاس کیلئے صورت اور مادہ ضروری ہے بہر حال صورت تو وہ ایسی هیئت ہے جو مقدمات کو ترتیب دینے اور بعض مقدمات کو بعض کے پاس رکھنے سے حاصل ہو اور تم جان چکے ہو نتیجہ دینے والے اشکال اربعہ کو اور نتیجہ دینے میں ان کے شرائط کو جان چکے ہو مادہ کا معاملہ باقی رہ گیا، اور قدماء یہاں تک شیخ رئیس بہت زیادہ اھتمام کرنے والے تھے قیاسوں کے مادہ کی تفصیل کرنے میں اور ان قیاسوں کی توضیح کرنے میں، اور بہت زیادہ توجہ کرنے والے تھے ان قیاسوں کو پھیلانے اور ان کی صفائی کے سلسلے میں بحث کرنے میں اور وہ اسلئے کہ اس کی معرفت مکمل فائدہ دینے والی اور نفع کو بہت زیادہ شامل ہے طالبین فن کے واسطے لیکن متاخرین نے طویل کلام کیا قیاس کی صورت بیان کرنے میں اور انھوں نے اس سلسلہ میں بہت زیادہ بسط و تفصیل کی بالخصوص شرطیات متصلہ اور منفصلہ کے قیاسوں میں، اور ان بحثوں کا فائدہ کم ہونے کے باوجود اور انہوں نے مادہ کا معاملہ ترک کر دیا، اور ان کو بیان کرنے میں اکتفاء کیا صناعات خمسہ کی تعریفیں بیان کرنے پر اور میں نہیں جانتا کہ کون سی بات ان کو اس کی طرف بلائی، اور کس سبب سے ان کو وہاں برانگیختہ کیا، اور ضروری ہے ذی ھوش سمجھ دار کیلئے کہ وہ اھتمام کرے اور ان عظیم الشان بحثوں میں جن کی دلیل ٹھوس ہے بہت زیادہ اہتمام اور طلب کرے اور اس عظیم مطلوب اور عظیم مقصود کو قدماء ماہرین کی کتابوں سے اور متقدمین جادہ گروں کی دستاویزوں سے، لہذا لازم ہے تم پر اے عزیز بچے کہ میری نصیحت سنو اور میری وصیت نصیحت جانکر بھولو اور میں ڈالتا ہوں تجھ پر کچھ وہ باتیں جو ان فنوں سے متعلق ہیں، بھروسہ کرتے ہوئے اہم امور میں کفایت کرنے والے پر چنانچہ غور سے سنو کہ قیاس

و مادہ کے اعتبار سے پانچ قسموں کی طرف منقسم ہوتا ہے جنہیں صناعات خمسہ کہا جاتا ہے ان میں سے ایک برھانی ہے اور دوسری جدلی ہے اور تیسری خطابی ہے اور چوتھی شعری ہے اور پانچویں سفسطی ہے۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ نے اس عبارت میں ایک اہم بات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر قیاس کیلئے صورت اور مادہ ضروری ہے قیاس کی صورت وہ ھیئت کہلاتی ہے جو مقدمات کی ترتیب اور بعض کو بعض کے پاس رکھنے سے حاصل ہوتی ہے اور جن مقدمات سے قیاس مرکب ہوتا ہے انہیں مادہ قیاس کہا جاتا ہے، اس کے بعد مصنف فرماتے ہیں کہ متقدمین مناطقہ یہاں تک شیخ بو علی سینا بھی مادے کی بحث کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کرتے تھے کیوں کہ منطق کا مقصد ہے خطائی الفکر سے بچانا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مادہ قیاس کی معرفت سے ہی زیادہ حاصل ہو سکتا ہے اسی لئے متقدمین مادہ قیاس کو بڑے اھتمام اور کافی بسط و تفصیل سے بیان کرتے تھے لیکن متاخرین مناطقہ نے مادہ لی طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور صورت قیاس کی بحث کو بڑے اھتمام سے بیان کیا۔ مصنف بڑے تعجب سے فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم متاخرین کو کس بات نے اس کی طرف آمادہ کیا۔ حالانکہ صورت قیاس میں فائدہ بہت کم ہے اخیر میں مصنفؒ تمام طالبان منطق کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ تم متقدمین کی کتابوں کا مطالعہ کرو، اور مادہ کی بحث کو اچھی طرح ذھن نشین کرو۔ تمہیں بہت زیادہ نفع اور تمہارے لئے کار آمد ہوگا۔ چونکہ مصنف کی یہ کتاب بڑی مختصر ہے اسی لئے مصنف نے مادہ قیاس کی صرف پانچ قسموں کو بیان کیا۔ سنو:

۔قیاس کی مادہ کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں:

(۱) برھانی (۲) جدلی (۳) خطابی (۴) شعری (۵) سفسطی۔

فصل: في البرهان وما يتعلق به، اعلم ان البرهان قياس مؤلف من اليقينيات كانت اولية او نظرية منتهية اليها و ليس الامر كما زعم أن البرهان انما يتالف من البديهيات فحسب.

ترجمہ: یہ فصل برہان اور اس چیز کے بیان میں ہے جو برہان سے متعلق ہے جان لو کہ برھان ایسا قیاس ہے جو یقینیات سے مرکب ہو خواہ وہ یقینیات بدیہی ہوں یا نظری جو بدیہی کی طرف منتہی ہوتے ہوں اور بات ایسی نہیں جیسا کہ گمان کیا گیا ہے کہ برھان بلا شبہ مرکب ہوتی ہے صرف بدہیات ہے۔

درس: یہاں سے مصنفؒ صناعات خمسہ میں پہلی قسم برھان اور اس کے متعلقات کو بیان کررہے ہیں۔

قیاس برھانی: وہ قیاس ہے جو مقدمات یقینیہ سے بنے ہوں، خواہ وہ مقدمات بدیہی ہوں یا نظری جو بدیہی کی طرف منتہی ہوتے ہوں، جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (صغری) اور اللہ کا ہر رسول واجب الاطاعت ہے (کبری) تو نتیجہ ہوگا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاطاعت ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے برھان کی یہ تعریف کی ہے کہ برھان وہ قیاس ہے جو بدھیات سے مرکب ہو، مصنفؒ فرماتے ہے کہ یہ ان کی خام خیالی اور اپنا خیال ہے یہ تعریف بالکل غلطیہ ہے۔

ثم البدیهیاتُ ستةٌ احدُها الا وّلیاتُ هی قضایا یجزم العقل فیها بمجرد الا لتفات والتصور ولا یحتاجُ الی واسطة کقولک الکل اعظم من الجزء.

ترجمہ: پھر بدیہیات چھ ہیں، ان میں ایک اولیات ہیں اور وہ ایسے قضیے ہیں جن میں عقل یقین کرے لمحض توجہ اور تصور سے اور واسطہ کی محتاج نہ وہ جیسے تیرا قول الکل اعظم من الجزء.

درس: بدیہات کی چھ قسمیں ہیں، ان میں سے پہلا اولیات ہے۔

اولیات کی تعریف: وہ قضایا ہیں کہ صرف موضوع اور محمول کے ذہن میں آنے سے ہی عقل ان کو تسلیم کرلے، دلیل کی بالکل ضرورت نہ ہو، جیسے کل جزء سے بڑا ہوتا ہے، دیکھو

اے قضیہ میں محض موضوع اور محمول کے تصور کرنے سے عقل کو یقین حاصل ہو گیا کہ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔

و ثانیها الفطریاتُ وهی ما یفتقرُ الی واسطةٍ غیرِ غائبةٍ عن الذهن اصلاً ویقال لهذه القضایا قضایا قیاساتها معا نحو الا ربعة زوج فان من تَصَوَّرَ مفهومَ الاربعةِ و تَصَوَّرَ مفهومَ الزوجِ بانه هو الذی ینقسم بمتساویین حُکِمَ بداهةً بان الاربعةُ زوجٌ ونحو قولنا الواحد نصف الا ثنین فان العقل یحکم به بعد ان یلا حظ مفهوم نصف الا ثنین و الواحد.

ترجمہ: اور ان کی دوسری قسم فطریات ہے اور وہ ایسے قضیے ہیں جو محتاج ہوں، ایسے واسطہ کے جو ذھن سے بالکل غائب نہ ہو اور ان قضیوں کو قضایا قیاستھما معا کہا جاتا ہے جیسے الاربعة زوج کیوں کہ جو شخص چار کے مفہوم اور زوج کے مفہوم کا تصور کرے گا اس طرح کے زوج وہ ہے جو دو برابر حصوں میں منقسم ہوتا ہے تو وہ بدیہی طور حکم لگائے گا کہ چار کا جفت ہے اور جیسے ہمارا قول الواحد نصف الا ثنین اسلئے کہ عقل اور اس بات کا حکم لگاتی ہے بعد اس کے کہ وہ لحاظ کر دو کے نصف اور ایک کے مفہوم کا۔

درس: پیارے بچو! صناعات خمسہ میں سے دوسری قسم فطریات ہے، اور وہ قضایا ہیں کہ جب وہ ذہن میں آئیں تو ان کی دلیل ذھن سے بالکل غائب نہ ہو، جیسے چار جفت ہے دیکھو محض موضوع اور محمول کے تصور سے چار کے جفت ہونے کا یقین نہیں ہوتا بلکہ ایک واسطہ کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ واسطہ انقسام بمتساویین ہے، اور واسطہ بالکل ذہن سے غائب نہیں ہوتا ہے، اسی طرح! ایک دو کا آدھا ہے یہاں بھی واسطہ کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ واسطہ دو کا ایک سے دوگنا ہوتا ہے، اور یہ ایسا ہے جو ذہن سے بالکل غائب نہیں ہوتا ہے۔

وثالثها الحدسیات وهی ظهورُ المبادی دفعةً واحدةً من دونِ ان یکون هناک حرکةٌ فکریةٌ الفرق بین الحدس والفکر انه لا بد فی

الفکر من الحرکتین للنفسِ بخلاف الحدسِ فان الذهنَ بعد ما حصل له المطلوب بوجه ما یتحرک فی المعانی المخزونة التی وجدها ترتیباً تدریجاً حتیٰ وصل الی المطلوب وتم الحرکة الثانیة فمجموع هاتین الحرکتین یسمی بالفکر اذا کنت تصورت الانسان بوجه من الوجوه کالکاتب والضاحک مثلاً ثم صِرْتَ طالباً لماهیةِ الانسانِ فحرکت ذهنک نحو المعانی التی عندک مخزونةً فوجدت الحیوان والناطق مناسباً لمطلوبک فتم الحرکة الاولی ومبدأه المطلوب المعلوم من وجه ومنتهاه الحیوان الناطق ثم ترتب الحیوان والناطق بان تقدم الحیوان الذی هو الجنس علی الناطق الذی هو الفصل وقلت الحیوان الناطق وههنا انقطع الحرکة الثانیة وحصل المطلوب واما الحدس ففیه انتقال الذهن من المطلوب الی المبادی دفعة و منها الی المطلوب کذالک ر اکثر ما یکون الحدس عقیب الشوق و التعب وقد تکون بدونها و الناس مختلفون فی الحدس فمنهم من هو قوی الحدس کثیره یحصل له من المطلوب اکثرها بالحدس کالمؤید بالقوة الحدسیة کالحکماء والاولیاء والانبیاء ومنهم من هو قلیل الحدس ضعیفه ومنهم من لا حدس له کالمنتهی فی البلادة ومن هذا یعلم ان البداهة و النظریة مختلفات بالاشخاص والاوقات فرب حدسی عند فاقد القوة القدسیة یکون نظریاً بدیهیاً عند صاحبها.

ترجمہ: اور ان کی تیسری قسم حدسیات ہیں اور وہ مبادی کا ایک ہی دفع ظاہر ہو جانا ہے بغیر اس کے کہ وہاں فکری حرکت ہو اور درس و فکر کے درمیان فرق یہ ہیکہ ضروری ہے فکر میں نفس کیلئے دو حرکتیں برخلاف حدس کے کیونکہ ذھن بعد اس کے کہ اس کیلئے کسی طرح مطلوب حاصل ہو جائے حرکت کرتا ہے جمع شدہ معانی اور پوشیدہ مبادی میں طلب

کرتے ہوئے ان معانی کو جن کیلئے مطلوب کے ساتھ مناسبت ہو یہاں تک کہ پالیتا ہے ،ایسے معلوم جوان کے مناسب ہیں اور یہاں پہلی حرکت مکمل ہوگئی پھر ہوالٹے پاؤں لوٹتا ہے اور دوبارہ حرکت کرتا ہے ترتیب دیتے ہوئے ان جمع شدہ معلومات کو جن کو پایا تھا آہستہ آہستہ یہاں تک کہ مطلوب تک پہونچ جاتا ہے ،اور دوسری حرکت تام ہوجاتی ہے چنانچہ ان دونوں حرکتوں کے مجموعہ اس کا نام فکر ہے مثلاً تم جب انسان کا تصور کرچکے تو چند طریقوں میں سے کسی طریقہ سے جیسے کاتب ،ضاحک ،مثال کے طور پر پھر تم انسان کی ماہیت کے طلبگار ہوئے ،چنانچہ تم نے اپنے ذہن کو ان معانی کی طرف حرکت دی جو تمہارے پاس جمع تھے پس تم نے حیوان اور ناطق کو اپنے مطلوب کے مناسب پایا تو یہ پہلی حرکت مکمل ہوئی ،اور اس کا مبدأ وہ مطلوب ہے جو من وجہ معلوم ہے اور اس کا منتہی حیوان وناطق میں پھر تم نے حیوان اور ناطق کو ترتیب دی اس طرح کے مقدم کیا اس حیوان کو جو جنس ہے اس پر فصل ہے اور تم نے کہا الحیوان الناطق اور یہاں دوسری حرکت ختم ہوئی ،اور مطلوب حاصل ہوگیا ،اور بہرحال حدس کو اس میں ذہن کا منتقل ہوتا ہے مطلوب سے مبادی کی طرف ایک دفعہ اور مبادی سے مطلوب کی طرف اسی طرح اور زیادہ تر ہوتا ہے حدس ،شوق تھکن کے بعد اور کبھی ان دونوں کے بغیر ہوتا ہے ،اور لوگ حدس کے سلسلے میں مختلف ہیں ،چنانچہ ان میں سے بعض وہ ہیں جو بہت زیادہ قوی الحدس ہوتے ہیں اور ان کو مطلوب میں سے اکثر مطلوب حدس سے حاصل ہوجاتے ہیں ،جیسے وہ شخص جن کی تائید کی گئی ہے قوت قدسیہ کے ذریعہ جیسے حکماء اور اولیاء اور انبیاء اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو حکم حدس اور کمزور حدس والے ہیں ،اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کیلئے حدس نہیں ہے جیسے انتہائی درجہ کا بیوقوف شخص اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بداھت اور نظریت اشخاص اور اوقات کے اعتبار سے مختلف ہیں چنانچہ بہت سارے حدسی قوت قدسیہ کے گم کردہ کے نزدیک نظری ہیں اور قوت قدسیہ والے کے نزدیک بدیہی ہوتے ہیں۔

درس حاصل پیارے بچو! تم طویل عبارت کو دیکھکر ڈر گئے ہوگے ،لیکن پوری عبارت میں صرف چند باتیں بیان کی گئی ہیں سب سے پہلے مصنف نے بدیہیات کی تیسری قسم

حدسیات کی تعریف بیان کی ہے، اس کے بعد حدس اور فکر میں فرق کو بیان کیا ہے اور تیسری بات یہ بیان کی ہے کہ کچھ لوگ قوی الحدس ہوتے ہیں اور کچھ لوگ فاقد الحدس ہوتے ہیں۔ تم مختصراً ہر ایک کی وضاحت سنو۔

حدسیات: وہ قضایا ہیں جن کی طرف ذہن ایک دم پہنچ جائے، صغری کبری ترتیب دینے کی ضرورت نہ پڑے جیسے فن نحو کے ماہر سے پوچھا جائے کہ مساجد کیا ہے؟ تو فوراً کہے گا کہ غیر منصرف ہے، جمع منتہی الجموع کا وزن ہے دوسری بات مصنفؒ نے حدس اور فکر میں فرق کو بیان کیا ہے، حدس اور فکر میں فرق یہ ہے کہ حدس میں کوئی فکری حرکت نہیں ہوتی ہے اس کے برعکس میں نفس کیلئے دو حرکتیں ہوتی ہیں، پہلی حرکت یہ ہیکہ مطلوب کے انتخاب کیلئے ہوتی ہے اور دوسری حرکت اس کی ترتیب کیلئے ہوتی ہے مثال کے طور پر تم انسان کی ماہیت جاننا چاہتے ہو۔ تو تم نے انسان میں غور کیا تو بہت سارے اوصاف نظر آئے لیکن تم نے حیوان اور ناطق کا انتخاب کیا، تو یہ پہلی حرکت ہوئی۔ پھر تم نے حیوان اور ناطق کی ترتیب دیا اس طرح کہ حیوان کو مقدم کیا کیوں کہ یہ جنس ہے اور ناطق کو موخر کیا کیوں کہ یہ فصل ہے، یہ دوسری حرکت ہوئی، اس سے تم کو معلوم ہو گیا کہ انسان کی ماہیت حیوان ناطق ہے تو خلاصہ یہ ہیکہ حدس میں بغیر انتخاب و تربیت کے مطلوب حاصل ہوتی ہے اور فکر میں انتخاب و ترتیب کے بعد مطلوب حاصل ہوتا ہے، یہی فرق ہے حدس اور فکر کے درمیان۔

اس کے بعد مصنفؒ نے فرماتے ہیں کہ اکثر و بیشتر حدس شوق اور محنت کے بعد حاصل ہوتا ہے اور کبھی ان کے بغیر بھی حاصل ہوجاتا ہے نیز حدس کے سلسلے میں لوگوں کے احوال مختلف ہیں۔ کچھ لوگ بڑے قوی الحدس ہوتے ہیں۔ اور ان کا ذہن مطلوب تک جلدی سے پہونچ جاتا ہے جیسے اولیاء انبیاء، ان کو نورِ الٰہی کی تائید حاصل ہوتی ہے اور بعض لوگ قلیل الحدس ہوتے ہیں یعنی جن کا حدس بہت ہی کمزور ہوتا ہے جیسے غبی لوگ ان کو بالکل حدس نہیں ہوتا ہے، چنانچہ اشخاص اور اوقات کے اعتبار سے بداہت اور نظریت میں اختلاف

ہوتا رہتا ہے، ایک چیز قوی الحدس والے کے نزدیک بدیہی ہوتی ہے اور وہی چیز قلیل الحدس والے کے نزدیک نظری ہوتی ہے کیوں کہ ان کی نظر گہری نہیں ہوتی ہے، برخلاف قوی الحدس کے۔

پیارے بچو! امید ہے کہ تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا اب ترجمہ دیکھو۔

ورابعها المشاهداتُ وهى قضايا يحكمُ فيهابواسطةِ المشاهدةِ والاحساسِ، وهى تنقسم الى قسمين الاوّل ماشوهدباحدى الحواس الظاهرة وهى خمس الباصرة والسامعة والشامة والذائقة واللامسة ويسمى هذاالقسم بالحسيات والثانى ماادرك بالمدركات من الحواس الباطنة التى هى ايضا خمس المشترك المدرك للصور، والخيال التى هى خزانة له، والوهم المدرك للمعانى الشخصية والجزئية والحافظة التى هى خزانه للمعانى الجزئية والمتصرفة التى تتصرف فى الصوروالمعانى بالتحليل والتركيب وسيمى هذا القسم بالوجدانيات ومدركات العقل الصرف اعنى الكليات غير مندرج فى هذا القسم، مثال القسم الثانى كما حكمنا بان لنا جوعاً او عطشاً۔

ترجمہ: اور انکی چوتھی قسم مشاہدات ہیں اور وہ ایسے قضیے ہیں جن میں مشاہدہ اور حساس کے واسطہ سے حکم لگایا گیا ہو اور یہ دو قسموں کی جانب منقسم ہوتے ہیں اول وہ قضیہ ہے جن کا مشاہدہ کیا جائے جو اس ظاہرہ میں سے ایک کے ذریعے اور وہ پانچ ہیں باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ، اور لامسہ، اور اس قسم کا نام حیات رکھا جاتا ہے، ثانی وہ قضیے ہیں جن کا ادارک کیا جائے مدرکات یعنی ان حواس باطنہ کے ذریعے وہ بھی پانچ ہیں، حس مشترک، جو صورتوں کا ادراک کرنے والی ہے اور وہ خیال جو حس مشترک کے واسطے خزانہ ہے اور وہم جو معانی غیر شخصیہ اور جزئیہ کا ادراک کرنے والا ہے اور وہ حافظہ جو معانی جزئیہ کے واسطے خزانہ ہے، اور متصرفہ جو صورتوں اور معانی میں تصرف کرتا ہے تحلیل اور ترکیب

کے ساتھ اور اس قسم کا نام وجدانیات رکھا جاتا ہے اور محض عقل کے مدرکات یعنی کلیات اس قسم میں داخل نہیں ہے دوسری قسم کی مثال جیسا کہ ہم نے اس بات کا حکم لگایا کہ ہمارے لئے بھوک یا پیاس ہے۔

درس: چوتھی قسم مشاہدات ہے اس کی تعریف جاننے سے پہلے یہ جانو کہ ہم کو جن چیزوں کا علم جن اعضاء سے ہوتا ہے ان کو حواس کہتے ہیں پھر یہ اعضاء دو قسم کے ہیں، ظاہری اور باطنی، ظاہری اعضاء جن سے علم ہوتا ہے کل پانچ ہیں، (۱) آنکھ (۲) کان (۳) ناک (۴) زبان (۵) ہاتھ و پیر، وغیرہ ان پانچوں کو اہل منطق حواس خمسہ ظاہر کہتے ہیں۔

باطنی اعضاء بھی پانچ ہیں (۱) حس مشترک (۲) خیال (۳) متصرفہ (۴) وہم (۵) حافظہ، ان کو اہل منطق حواس خمسہ باطنہ کہتے ہیں، جب تم نے یہ جان لیا تو اب مشاہدات کی تعریف سنو۔ مشاہدات کہتے ہیں ایسے قضیوں اور جملوں کو جن کا حکم حس اور مشاہدہ کے ذریعے لگایا جائے پھر یہ مشاہدات قضیہ دو طرح کے ہوتے ہیں، (۱) حسیات (۲) وجدانیات، کیونکہ کسی قضیہ میں پائے جانے والے حکم کا یقین یا تو اس حاسہ کے ذریعے ہوگا جو حواس ظاہرہ میں سے ہے اور یا اس حاسہ کے ذریعے ہوگا جو حواس باطنہ میں سے ہے اوّل کو حسیات کہتے ہیں اور ثانی کو وجدانیات کہتے ہیں، مثلاً ہم نے کہا کہ سورج نکلا ہوا ہے اس قضیہ میں جو سورج کے نکلنے کا حکم ہے اس کا علم اور یقین بذریعہ آنکھ ہوگی جو حواس ظاہرہ میں سے اسی طرح یہ کہے کہ فلاں خوش ہو رہا ہے یا فلاں پر غم چھا رہا ہے یا مجھے بھوک لگ رہی ہے یہ سب وجدانیات کی مثالیں ہے، کیونکہ یہ سب چیزیں حواس ظاہرہ میں سے معلوم نہیں ہوتی ہیں بلکہ اس کا علم حواس باطنہ سے ہوتا ہے۔

متن: سادِسُها الْمُتَواتِراتُ وهي قضايا يَحْكُمُ بها بواسطة إخبار جماعة يستحيلُ العَقْلُ تواطؤهم على الكذب واختلفوا في أقل عدد هذه الجماعة قيل إن أقلّه أربعة وقيل عشرة وقيل اربعون والاشبه أن هذا

العدد يختلف باختلاف حال الذين اخبروه واختلاف الواقعة فلا يتعين عدد، والضابطة أن يبلغ الى حد يفيد اليقين فهذه الستة هي مبادى البراهين ومقاطع الدليل ومنتهى اليقين.

ترجمہ: اور ان کی چھٹی قسم متواترات ہیں اور ایسے قضیے ہیں جن کا حکم لگایا گیا ہو ایک ایسی جماعت کے خبر دینے کے واسطے سے جن کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل محال سمجھے اور علماء میں اختلاف نے کیا ہے اس جماعت کے اقل تعداد میں کہا گیا ہے کہ اس کی کم سے کم تعداد چار ہیں اور کہا گیا ہے کہ دس ہیں اور کہا گیا ہے کہ چالیس ہیں، اور اشبہ یہ ہے کہ یہ عدد مختلف ہوتے ہیں ان لوگوں کے حال کے اختلاف سے جنہوں نے اس کی خبر دی ہیں اور واقعے کے مختلف ہونے سے چنانچہ عدد متعین نہیں ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ اس حد کو پہونچ جائے کہ یقین کا فائدہ دے تو یہ چھ مبادی براھین اور قطعیت دلیل کے مقام اور منتہی یقین ہیں۔

درس: پیارے بچو! بدھیات کی چھٹی قسم متواترات ہیں متواترات ایسے قضیے ہیں جن کے یقین کا حکم ایسی جماعت کے خبر دینے سے لگایا گیا ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقلاً محال ہو جیسے ہندوستان ایک ملک ہے، متواترات کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کی خبر دینے والے کی تعداد کتنی ہونی چاہئے، بعض نے کہا کہ کم از کم چار ہونی چاہئے بعض نے کہا کہ نہیں کم از کم دس ہونی چاہئے بعض نے کہا کہ کم از کم چالیس ہونی چاہئے لیکن سب سے بہتر یہ بات ہے کہ عدد کی کوئی تعین نہیں ہے بلکہ جیسے خبر دینے والے ہونگے اور جیسا واقعہ ہوگا، اسی اعتبار سے تعداد ضروری ہوگی۔

پیارے بچو! یہاں تک متواترات کے اقسام ستہ مکمل ہو گئے جو برہان کے مبادی اور قطعیت کے دلیل نیز یقین کے منتہی ہیں انہی کے ذریعے یقین تک پہونچا جا سکتا ہے۔

فائدہ: زعم قوم أن المقدمات النقلية لا تستعمل في القياس البرهاني ظنا منهم أن النقل يتطرق اليه الغلط والخطأمن وجوه شي

کیف یکون مبادی القیاس البرہانی الذی یفید القطع وان ھذا الظن اثم ان النقل کثیراً ما یفید القطع اذا روعی فیه شرائط وانضم الیه العقل نعم لو قیل ان النقل الصرف بلا اعتبار انضمام العقل معه لایعتبر ولا یفید لکان له وجه۔

ترجمہ: یہ فائدہ ہے ایک قوم نے گمان کیا ہے کہ مقدمات نقلیہ برھانی میں استعمال نہیں کئے جاتے، ان کے اس گمان کی وجہ سے کہ نقل کی طرف غلطی اور خطا چلتی ہے مختلف طریقوں سے چنانچہ یہ کیسے ہوں گے اس قیاس برھانی کے مبادی جو قطعیت کا فائدہ دیتا ہے اور یقیناً یہ گمان غلط ہے، اس لئے کہ نقل بسا اوقات قطعیت کا فائدہ دیتی ہے جب اس میں شرائط کی رعایت کی جائے اور اس کی طرف عقل مل جائے، ہاں اگر کہا جائے کہ محض نقل بغیر اعتبار کئے ہوئے اس کے ساتھ عقل کے ملنے کا معتبر نہیں اور مفید نہیں تو اس کی ایک وجہ ہے۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنفؒ ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں وہ اختلاف یہ ہے کہ مقدمات نقلیہ کا استعمال قیاس برھانی میں کیا جاسکتا ہے یا نہیں، معتزلہ کا کہنا کہ استعمال نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ نقل میں مختلف طریقوں سے خطا اور غلطی کے وقوع کا احتمال ہے لہذا یہ مفید قطعیت نہیں ہوگی اور جب یہ مفید قطعیت نہیں ہوگی تو اس کا استعمال قیاس برھانی میں بھی نہیں ہوسکتا۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ گمان غلط ہے اور نقل بھی قطعیت اور یقین کا فائدہ دیتی ہے کیوں کہ نقل میں جب شرائط کا لحاظ کیا جائے اور اس کے ساتھ عقل بھی مل جائے تو یقیناً نقل یقین کا فائدہ دے گی ہاں اگر یہ یوں کہا جائے کہ خالص نقل جس میں عقل کو کچھ دخل نہ ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں تو اس قول کی صحت کی گنجائش ہے اور بات کچھ تسلیم کئے جانے کے قابل ہے۔

فصل: البرھانی قسمان، لمی وانی اما اللمی فھو الذی یکون الاوسط فیه علة لثبوت الاکبر للاصغر فی الواقع کما انه واسطة فی

الحکم یسمی به لا فادته اللمية والعلية واما الانی فهو الذی يكون الاوسط فیه علة للحکم فی الذهن فقط ولم يكن علة فی الواقع بل يكون معلولا له ،مثال اللمی قولک زید محموم لانه متعفن الاخلاط وكل متعفن الا خلاط محموم فزید محموم فكما فی ان هذاالقیاس الاوسط علة لثبوت الحمی لزید فی ذهنک كذالک هو علة لوجود الحمی فی الواقع ومثال الانی قولک زید متعفن الاخلاط لانه محموم وكل محموم متعفن الاخلاط فزید متعفن الاخلاط فوجود الحمی علة لثبوت كونه متعفن الاخلاط فی ذهنک وليس علة فی نفس الامربل عسی ان يكون الامر فی الواقع بالعكس.

ترجمہ: برھان کی دو قسمیں ہیں، لمی اور انی بہرحال لمی تو وہ ایسی برھان ہے جس میں اوسط علت ہو اکبر کے ثابت ہونے کی اصغر کیلئے واقع میں، جیسا کہ یہ حکم میں واسطہ ہے اس کا نام لمی رکھا جاتا ہے اس کے لمیت اور علیت کے فائدہ دینے کی وجہ سے اور بہر حال انی تو وہ ایسی برھان ہے جس میں اوسط صرف ذھن میں حکم کے واسطے علت ہو اور واقع میں علت نہ ہو بلکہ کبھی اس کا معلول ہو، لمی کی مثال تیرا یہ قول زید محموم، زید بخارہ زدہ ہے اس لئے کہ وہ متعفن الاخلاط ہے اور ہر متعفن الا خلاط بخار زدہ ہے چنانچہ زید بخار زدہ ہے، تو جس طرح اس قیاس میں اوسط علت ہے زید کے لئے بخار کے ثبوت کی تیرے ذہن میں اسی طرح یہ علت ہے بخار کے پائے جانے کی واقع میں اور انی کی مثال تیرا یہ قول ہے، زید متعفن الاخلاط ہے اس لئے کہ وہ بخار زدہ ہے اور ہر بخار زدہ متعفن الا خلاط ہے چنانچہ زید متعفن الا خلاط ہے تو بخار کا وجود علت ہے اس کے متعفن الاخلاط ہونے کے ثبوت کیلئے تیرے ذہن میں اور یہ علت نہیں ہے نفس الامر میں بلکہ ممکن ہے کہ معاملہ واقع میں برعکس ہو۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنف" برھان کی تقسیم فرمارہے ہیں۔ مصنف فرماتے ہیں کہ برھان کی دو قسمیں ہیں۔ لمی، انی، بچو تم یہ جانتے ہو کہ حد اوسط علت ہوتا

تو اگر حد اوسط خارج اور ذھن دونوں اعتبار سے علت ہے تو اسے دلیل لمی کہتے ہیں اور اگر حد اوسط خارج اور ذھن دونوں اعتبار سے علت نہ بلکہ صرف ذھن کے اعتبار سے ہو اسے دلیل انی کہتے ہیں، اس کی مثال سمجھنے سے پہلے تم یہ سمجھو کہ انسان کے بدن میں چار چیزیں ہیں (۱) خون (۲) بلغم (۳) سوداء (۴) صفراء ان چاروں کو عربی میں اخلاط کہتے ہیں اگر یہ چاروں صحیح ہیں تو انسان تندرست ہے اور اگر یہ بگڑ گئے اور ان میں بدبو ہو جائے تو انسان کو بخار ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اخلاط کا متعفن ہونا علت ہے خارج اور ذھن دونوں اعتبار سے اب مثال سمجھو۔ اگر یوں کہا جائے، زید بخار زدہ ہے اس لئے کہ اس کے اخلاط بگڑ گئے اور جس کے اخلاط بگڑ جاتے ہیں وہ بخار زدہ ہوتا ہے تو زید بخار زدہ ہے تو اخلاط کا بگڑنا یہ علت ہے بخار کیلئے اور ظاہر ہے کہ یہ خارج اور ذھن دونوں اعتبار سے ہے۔

لیکن اس کے برخلاف یوں کہا جائے، زید کے اخلاط بگڑ گئے، اسلئے کہ وہ بخار زدہ ہے اور ہر بخار زدہ کے اخلاط بگڑ جاتے ہیں تو زید کے اخلاط بگڑ گئے اس مثال میں غور کرو بخار اخلاط کے بگڑنے کی علت نہیں ہے، کیوں کہ علت وہ ہوتی ہے جو پہلے ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ اخلاط کا تعفن پہلے ہوتا ہے اس کے بعد بخار آتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ مثال مذکور میں بخار اخلاط کے متعفن ہونے کی علت ہے صرف ذھن کے اعتبار سے ہے نہ کہ خارج کے اعتبار سے، بچو امید کہ تم نے دلیل لمی، اور دلیل انی کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہوگا، اب عبارت کا ترجمہ دیکھو۔

فصل: القياس الجدلي مركب من مقدمات مشهورة او مسلمة عند الخصم صادقة كانت او كاذبة، والاوّل ما تطابق فيه اراء قوم لمصلحة عامة نحو العدل حسن، الظلم قبيح وقتل السارق واجب اولرقة القلبية كقول اهل الهند ذبح الحيوان مذموم او انفعالات خلقية او مزاجية فان للامزجة والعادات دخلاً عظيماً في الاعتقادات فا صحب الامزجة

الشدیدة یرون الانتقام من اهل الشرارة حسنا و اصحاب الامزجة اللینة یرون العفو خیراً ولذلک تری الناس مختلفین فی العادات والرسوم ولکل قوم مشهورات خاصة بهم وکذالکل صناعةٍ فمن مشهورات النحوین الفاعل مرفوع المفعول منصوب والمضاف الیه مجرور ومن مشهورات الاصولین الامر للوجوب والثانی ما یؤلف من المسلمات بین المتخاصمین وللمشهورات شبة بالاولیات وتجرید الذهن وتدقیق النظر یفرق بینهما والغرض من صناعة الجدال الزام الخصم اوحفظ الرأی۔

ترجمہ: قیاس جدلی وہ قیاس ہے جو مرکب ہو مقدمات مشہورہ یا ایسے مقدمات سے فریق مخالف کے نزدیک مسلم ہوں خواہ وہ صادق ہو کاذب اور اوّل (مقدمات مشہورہ) ایسے مقدمات ہیں جس میں ایک قوم کی رائیں موافق ہیں یا تو عام مصلحت کی وجہ سے جیسے العدل حسن والظلم قبیح وقتل السارق واجب یا دلی نرمی کی وجہ سے جیسے اہل ہند کا قول ذبح الحیوان مذموم یا خلقی تاثر یا مزاجی تاثر کی وجہ سے کیوں کہ مزاجوں اور عادتوں کا بڑا دخل ہے اعتقادات میں چنانچہ سخت مزاج والے اہل شرارت سے انتقام لینے کو اچھا خیال کرتے ہیں اور نرم مزاج والے معاف کر دینے کو اچھا سمجھتے ہیں ، اور اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو لوگوں کو عادتوں اور رسوم میں مختلف ، اور ہر قوم کیلئے مشہورات ہیں ، جو ان کے ساتھ خاص ہیں اور اس طرح ہر فن کے واسطے چنانچہ نحویین کے مشہورات میں سے الفاعل مرفوع ، المفعول منصوب ، والمضاف الیہ مجرور ہیں اور اصولیین کے مشہورات میں الامر للوجوب ہے اور ثانی (مقدمات مسلمہ) وہ مقدمات ہیں جو مرکب ہوں ان قضیوں سے جو دو فریق کے مخالف کے نزدیک مسلم ہوں اور مشہورات کے اوّلیات کے ساتھ مشابہت ہے اور ذھن کو خالی کرنا اور نظر کی باریک بینی ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں اور مقصود فن جدال سے فریق مخالف پر الزام قائم کرنا یا رائے کو محفوظ کرنا ہے۔

درس: پیارے بچو! قیاس جدلی وہ قیاس ہے جو مقدمات مشہورہ یا کسی فریق کے مانے ہوئے مقدمات سے بنے ہوئے ہوں خواہ وہ مقدمات صحیح ہوں۔ یا غلط، دیکھو بچو اس تعریف میں دو جزء ہیں (۱) مقدمات مشہورہ (۲) مقدمات مسلمہ، ہر ایک کی الگ الگ وضاحت سنو۔

مقدمات مشہورہ: سے مراد وہ مقدمات ہیں جو لوگوں میں مشہور ہوں اور ان میں قوم کی رائیں متفق ہوں، کسی کا اس میں اختلاف نہ ہو اب یہ اتفاق یا تو عام مصلحت کی وجہ سے ہو کہ اس میں عوام کا فائدہ ہے جیسے العدل حسن انصاف کرنا اچھا ہے، الظلم قبیح، اور ظلم کرنا برا ہے، وقتل السارق واجب. اور چور کو قتل کرنا واجب ہے یا یہ اتفاق دلی نرمی کی وجہ سے ہو جیسے ہندوں کا یہ کہنا کہ جانوروں ذبح کرنا گناہ ہے ظاہر ہے کہ یہ بات فی نفسہ غلط ہے لیکن اہل ہند کی نرم دلی کیوجہ سے ان کا اتفاق ہے یا یہ اتفاق پیدائشی اور فطری مزاج کی وجہ سے ہو کیوں کہ مزاجوں اور عادتوں کا اعتقاد کے سلسلے میں بڑا دخل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سخت مزاج والے شریر لوگوں سے انتقام لینے کو اچھا سمجھتے ہیں اور نرم مزاج والے معاف کر دینے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

آگے مصنف" فرماتے ہیں کہ ہر قوم کیلئے کچھ مشہورات ہیں جو ان کے ساتھ خاص ہیں اسی طرح جو علم وفن والے کے نزدیک کچھ مخصوص مشہورات ہیں جیسے نحویوں کے نزدیک مشہور ہے الفاعل مرفوع۔ المفعول منصوب۔ المضاف الیہ مجرور، اسی طرح اصول فقہ والے کے نزدیک مشہور ہے کہ الامر للوجوب.

مقدمات مسلمہ کی تعریف:۔ وہ مقدمات کہلاتے ہیں جو ایسے قضیوں سے مرکب ہو جن کو مناظرے کے دونوں فریق تسلیم کرتے ہوں مثال کے طور پر یہ مسلم قاعدہ ہے کہ جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے ظاہر ہے کہ یہ بات ہر شخص کو تسلیم ہے چاہے وہ اہل حق ہو یا اہل باطل اس کے بعد مصنف" فرماتے ہیں کہ مشہورات کے کبھی کبھی اولیات کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے حالانکہ دونوں میں فرق ہے وہ فرق یہ ہے کہ مشہورات کبھی کبھی

باطل اور غلط ہوتے ہیں جیسے قتل السارق واجب ،ذبح الحیوان مذموم یہ دونوں غلط ہیں پھر مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ مشہورات اور اولیات کے درمیان امتیاز کی ایک صورت وہ یہ ہے کہ جس قضیہ میں مشہورہ اور اولیہ ہونے کے شبہ ہوا سے صرف عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے اور اس کے مشہور ہونے سے ذہن کو خالی کر دیا جائے پھر غور کیا جائے تو اس کا مشہورہ ہونا یا اوّلیہ ہونا معلوم ہو جائے گا۔

اخیر میں مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ قیاس جدلی کے دو فائدے ہیں پہلا اگر قیاس جدلی کو استعمال کرنے والا مجیب ہے تو مدمقابل پر الزام قائم کرنا مقصود ہوتا ہے تا کہ وہ لا جواب ہو کر خاموش ہو جائے ،اور اگر وہ خود جواب دے رہا ہے تو اپنی رائے کو خطاء اور غلطی سے محفوظ رکھنا مقصود ہوتا ہے۔

فصل : القیاس الخطابی قیاسٌ مفید للظن و مقدمات مقبولات ممن یحسن الظن فیھم کالاولیاء و الحکماء واما الماخوذات من الانبیاء علیھم وعلی نبینا الصلوۃ والسلام فلیست من الخطابۃ لانھا اخبارات صادقۃ من مخبر صادق دل علی علی صدقہ المعجزۃ ولا مجال للوھم فیھا حتی یتطرق الیہ الخطاء والخلل، فالقیاس المرکب منھا برھانی قطعی المقدمات او مظنونات یحکم فیھا بسبب الرجحان ویندرج فیھا الحدسیات والتجربیات والمتواترات التی لم تبلغ الی حد الجزم بسبب عدم شعور العلۃ اوعدم بلوغ عدد المخبرین الی مبلغ المتواتر ولھذا الصناعۃ منفعۃ عظیمۃ فی تنظیم امور المعاش وتنسیق احکام المعاد اما باستعمالھا او بالاحتراز عنھا کذالک کبار الحکماء یستعملون تلک الصناعۃ کثیراً ویعظون با لکلام الخطابی جما غفیراً ولا بد ان تکون المقدمات المستعملۃ فیھا مقنعۃ للسامعین مفیدۃ للواعظین.

ترجمہ: قیاس جدلی وہ قیاس جو ظن کا فائدہ دے اور اس کے مقدمات وہ مقبول

مقدمات ہیں جو لئے گئے ہوں ان حضرات سے جن کے بارے میں حسن ظن رکھا جاتا ہے جیسے اولیاء، اور حکماء بہر حال وہ مقدمات جو انبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوۃ والسلام سے لئے گئے ہیں تو وہ خطابت کے قبیل سے نہیں اس لئے کہ وہ ایسی سچی خبریں ہیں جو اس مخبر صادق کی جانب سے ہیں جس کی صداقت پر معجزہ دال ہے اور اس میں وہم کا کوئی مجال نہیں یہاں تک کہ اس کی طرف خطا اور خلل چلے، چنانچہ وہ قیاس جو ان سے مرکب ہو ایسے برھانی ہے جس کے مقدمات قطعی ہیں یا وہ ایسے مظنونت ہیں جن میں رجحان کے سبب حکم لگایا گیا ہو اور ان میں داخل ہوتے ہیں حدسیات اور تجربیات اور ایسے متواترات جو یقین کی حد کو نہیں پہونچے ہیں علت کا شعور نہ ہونے کی وجہ سے یا مخبرین کا تعداد نہ پہونچنے کی وجہ سے تواتر کے درجہ کو، اور ان فن کے بڑے فوائد ہیں امور معاش کو منظم کرنے میں اور احکام آخرت کی تلنسق میں یا تو ان کے استعمال سے یا ان سے احتراز کرکے اور اسی وجہ سے بڑے بڑے حکماء اس فن کی کثرت سے استعمال کرتے ہیں، اور کلام خطابی کے ذریعہ بڑی جماعت جو نصیحت کرتے ہیں اور ضروری ہے کہ وہ مقدمات جو ان میں استعمال کئے جائیں سامعین کو رغبت دلانے اور واعظین کیلئے فائدہ مند ہوں۔

درس: پیارے بچو! صناعات خمسہ کی تیسری قسم قیاس خطابی ہے، خطابی خطابۃ کی طرف منسوب ہے، خطابت کے معنی آتے ہیں آمنے سامنے گفتگو کرنا، چونکہ قیاس خطابی کو خطابت اور تقریر میں استعمال کیا جاتا ہے اس لئے اس کو قیاس خطابی نام رکھا جاتا ہے، قیاس خطابی کے مقدمات یا مقبول ہوں گے جو انبیاء علیہ السلام اور اولیاء سے منقول ہوں گے یا اس کے مقدمات مظنونہ ہوں گے یعنی ایسے قضیے ہوں گے جن کے بارے میں صرف گمان غالب ہو یقین نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اس میں حدسیات اور متواترات داخل ہو ں گے کیونکہ یہ بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتے ہیں یا تو علت کا شعور نہ ہونے کی وجہ سے یا خبر دینے والوں کی تعداد کے تواتر کی حد تک نہ پہونچنے کی وجہ سے، اس کے مقدمات اکثر مظنونات ہوتے ہیں اسے ایک مثال سے سمجھو کسی نے کہا اس کی آنکھیں چھوٹی ہیں۔ اور

جس کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں، وہ کمینہ ہوتا ہے اسلئے یہ آدمی کمینہ ہے، یہ محض گمان ہے ،اسی طرح یہ آدمی رات میں گھومتا ہے اور جو رات میں گھومتا ہے وہ چور ہوتا ہے اس لئے یہ آدمی چور ہے، ظاہر ہے کہ یہ محض گمان غالب کے اعتبار سے ہے اس کے خلاف بھی ہوسکتا ہے۔

وقوله ولهذه الصناعة : یہاں سے مصنفؒ قیاس جدلی کی غرض بیان کررہے ہیں کہ اس صناعت کا بہت بڑا فائدہ ہے، امور دنیا میں بھی اور احکام اخروی میں بھی کیوں کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ایسے کام پر آمادہ کیا جاتا ہے جس سے دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیابی حاصل ہو، پھر یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے حکماء اس صناعت کو استعمال کرتے ہیں اسی طرح واعظین وخطباء اور مقررین اس صناعت کو استعمال کر کے لوگوں کے دلوں کو گرما دیتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس صنعت کا بے حد فائدہ ہے اس لئے مقرر اور واعظ کو چاہئے کہ اپنی تقریر و وعظ کا مؤثر بنانے میں اس قیاس خطابی کو کما حقہ سمجھ لے تا کہ زیادہ سے زیادہ اس کے وعظ سے ترغیب ترھیب پیدا ہو سکے۔

فصل: القياس الشعرى قياس مؤلف من المتخيلات الصادقة او الكاذبة المستحيلة او الممكنة المؤثرة فى النفس قبضا وبسطا وللنفس مطاوعة للتخيل كمطاوعته للتصديق بل اشد منه والغرض من هذه الصناعة ان ينفعل النفس بالترهيب والترغيب واشترط فى الشعر ان يكون الكلام جاريا على قانون اللغة ، مشتملاً على استعارات بديعة رائقة وتشبيهات انيقة فائقة بحيث يؤثر في النفس تاثيرا عجيباً ويورث فرحا او يوجب ترحا من ثم لا يجوز فيه استعمال الاوليات الصادقة و يستحسن استعمال المخيلات الكاذبة كما قال العارف الگنجوی مخاطباً بولده فلذة كبده، بیت درشعر مپیچ ودر فن او، چوں اکذب اوست احسن او و كقول القائل يصف الخمر: لهاالبدر وكاس و هي شمس يديرها: هلالٌ وكم يبدو اذا مزجت نجم:

وقال الشاعر: لا تعجبوا من بلٰی غَلالتِه : قد زُرّ ازراه علی القمر : شبه المحبوب بالقمر وقال لا تعجبوا من انشقاق غلالة المحبوب لانه قمر زرّ عليه الغل له و كل قمر كذلك فغلالته تنشق وقد ينتج اجتماع النقيضين نحو انا مضمر الحوائج باللسان مظهرها بالمدامع و كل مضمر الحوائج صامت و كل مظهرها متكلم ينتج انا صامت متكلم ولا يشترط الوزن عند ارباب الميزان نعم يفيده حسنا.

والكلام الشعرى اذاانشد بصوت طيب ازداد تاثيره فى النفوس حتى ربما يزيل فرط البهجة العمائم عن الرؤس والاوائل من الحكماء اليونانيين كانوا حرص الناس على الشعر.

ترجمہ: قیاس شعری وہ قیاس ہے جو خیالی قضیوں سے مرکب ہو خواہ وہ قضیے سچ ہوں یا ایسے جھوٹے جنہیں محال سمجھا جاتا ہو یا ایسے ممکن جو نفس میں اثر کرنے والے ہوں قبض اور بسط کے اعتبار سے اور نفس کیلئے تخییل کی تابعداری ہے جیسے اس کو تصدیق کیلئے تابعداری ہے بلکہ اس سے زیادہ سخت اور اس صناعت سے مقصود یہ ہے کہ نفس متاثر ہو ڈرانے اور رغبت دلانے سے اور شعر میں شرط یہ ہے کہ کلام قانون لغت پر جاری ہو اور عمدہ وانوکھے استعارات تیز عجیب فوقیت لے جانے والی تشبیہوں پر مشتمل ہو اس حیثیت سے کہ وہ نفس میں عجیب اثر ڈالے اور سرور پیدا کرے یا غم لاحق کردے اور اسی وجہ سے اسمیں اولیات صادقہ کا استعمال جائز نہیں اور مخیلات کاذبہ کا استعمال اچھا سمجھا ہے جیسا کہ عارف گنجوی نے اپنے جگر کے ٹکڑے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

در شعر مپیچ و در فن او ☆ چوں اکذب اوست احسن او

ترجمہ: شعر۔ اور اس کے فن میں مت پڑو کیوں کہ اس کا سب سے زیادہ جھوٹا سب سے زیادہ بہتر ہے۔

اور جیسے قائل کا قول شراب کی تعریف کرتے ہوئے "لها البدر و کاس وهی شمس يديرها: هلال و کم يبدو اذا امزجت نجم.

ترجمہ: اور اس شارب کیلئے ماہ کامل جام ہے اور وہ شراب سورج ہے جس کے ارد گرد شب اوّل کا چاند گھوم رہا ہے، اور بہت سے ستارے نمودار ہوتے ہیں جب اسے ملا جائے، اور شاعر نے کہا۔ شعر:

لاتعجبوا من بلى غلالته ☆ قد زر ازراه على القمر

اور تعجب مت کرو اس کے بنیان کے بوسیدہ ہونے سے اس کی گھنڈیاں چاند پر باندھی گئی ہیں، تو محبوب کو چاند کے ساتھ تشبیہ دی اور کہا کہ اس کے بنیان کے پھٹنے سے تعجب مت کرو، اس لئے کہ وہ چاند ہے جس پر بنیان کی گھنڈیاں باندھی گئی ہیں اور ہر چاند جو اس طرح کا ہو تو اس کی بنیاد پھٹ جاتی ہے نتیجہ دے گا محبوب کی بنیان پھٹ جاتی ہے اور کبھی اجتماع نقیضین کا نتیجہ دیتا ہے جیسے انا مضمر الحوائج باللسان مظهرها بالمدامع و كل مضمر الحوائج صامت و كل مظهر ها متكلم، (میں زبان سے حاجتوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہوں اور انہیں آنسوؤں سے ظاہر کرنے والا ہوں اور ہر حاجتوں کو پوشیدہ رکھنے والا خاموش ہے اور ہر ان کو ظاہر کرنے والا بولتا ہے) نتیجہ دے گا (انا صامت متكلم) میں خاموش ہوں بولتا ہوں، اور شعر میں وزن کی شرط نہیں ہے، ارباب منطق کے نزدیک ہاں وہ اس کا فائدہ دیتا ہے حسن کے اعتبار سے اور کلام شعری جب عمدہ آواز گنگنایا جائے تو اس کی تاثیر نفوس میں بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ بسا اوقات فرط مسرت سے وہ پگڑیاں گرا دیتی ہے اور حکماء یونان کے اولیں حضرات شعر پر لوگوں کے زائد حریص تھے۔

تشریح: پیارے بچو! یہاں سے مصنف "صناعات خمسہ" کی چوتھی قسم شعری کو بیان فرما رہے ہیں، شعور سے کے معنی خیال کے ہیں اور قیاس شعری ایسے قیاس کو کہتے ہیں جو مخیلات سے مرکب ہو۔ مخیلات ایسے قضایا کو کہتے ہیں جو محض خیال کے پیداوار ہو پھر یہ خیال کی

ہوئی باتیں سچی بھی ہوسکتی ہیں اور جھوٹی بھی ہوسکتی ہیں اسی طرح خیال کے سوچی
باتیں ممکن بھی ہوسکتی ہیں اور محال بھی کیوں کہ خیال تو تصور ہے اور تصور میں کوئی
دقت نہیں، خلاصہ یہ کہ قیاس شعری ان خیالی باتوں کو کہتے ہیں جن باتوں سے دل میں
کسی چیز کے بارے میں رغبت ونفرت ہو کیوں کہ ہر آدمی ہر طرح کی باتوں کا اثر لیتا ہے
خواہ وہ سچی ہوں یا جھوٹی ممکن ہو یا محال، چنانچہ اگر کوئی شہد کے بارے میں یوں کہے یہ
تلخ کڑوا ہے تو دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور اگر کوئی بریانی کے بارے میں یوں کہے
بہت لذیذ ہے تو اسکی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

قولہ واشترط فی الشعر: مناطقہ کے یہاں شعر کے اندر شرط یہ ہے کہ کلام نحو و
صرف کے قواعد کے مطابق ہو، اور ایسے عجیب وغریب استعارے اور بہترین تشبیہات پر
مشتمل ہو جس سے نفس پر ایک خاص اثر پڑے اور ان باتوں کو سن کر یا تو دلوں میں خوشی کی
لہر دوڑ جائے یا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب شعر کی بنیاد خیالی باتیں ہیں تو اس میں قضایا اولیات
صادقہ کا استعمال کرنا جائز نہیں بلکہ جتنی جھوٹی بات ہوگی اتنی زیادہ شعر کو حسن میں اضافہ کر
دے گی چنانچہ مولانا نظام الدین گنجوی نے اپنے لخت کو مخاطب کر کے یوں نصیحت فرمایا
"بیٹے شعر اور اس کے فن میں مت پڑو، کیوں کہ اس کا سب سے زیادہ جھوٹا سب سے
زیادہ بہتر ہے اور ابن فارض مصری نے شراب جیسی لعنت والی چیز کے تعریف کرتے
ہوئے یو کہا "لھا البدر و کاس وھی شمس یدیرھا۔ ھلال وکم یبدو اذا امزجت نجم" اس میں
شاعر نے شراب کو آفتاب سے تشبیہ دی جس گلاس میں شراب پیتے ہیں اس کو ماہ کامل سے
تشبیہ دی ہے اور ساقی کی انگلیوں کو شب اول کے چاند سے تشبیہ دی ہے اور شراب میں پانی
کے ملنے کے وقت جو بلبلے پیدا ہوتے ہیں ان کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور شعر کا
مطلب یہ ہے کہ شراب کا پیالہ چودھویں رات کے چاند جیسا ہے اور شراب آفتاب کی
طرح ہے جس کے چاروں طرف شب اوّل کا چاند یعنی ساقی انگلیاں گھوم رہی ہیں۔ اور

جب اس میں پانی ملایا جائے تو اس سے ستارے یعنی بلبلے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھو اس شعر میں شاعر نے ایک خیالی اور جھوٹی بات کو حسین انداز میں پیش کیا ہے، "لا تعجبوا من بلی غلالته : قد رز ازاره علی القمر " اس شعر میں شاعر نے محبوبہ کو چاند سے تشبیہ دی ہے اور یوں کہا کہ میری محبوبہ چاند ہے لہذا اس کے بنیان کے پھٹ جانے اور بوسیدہ ہو جانے پر تعجب نہ کرو، کیوں کہ چاند کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے قریب اگر کتان کے کپڑے رکھ دیا جائیں تو بوسیدہ اور پھٹ جاتی ہے لہذا میری محبوبہ چاند ہے، دیکھو اس شعر میں کتنا بڑا جھوٹ ہے لیکن سن کر سب کو خوشی محسوس ہوتی ہے۔

قولہ قد ینتج اجتماع النقیضین : مصنفؒ نے فرماتے ہیں کہ اجتماع نقیضین باطل ہے لیکن قیاس شعری میں اجتماع نقیضین کا استعمال ہوتا ہے جیسے میں زبان سے حاجتوں کو چھپانے والے ہوں، آنسوؤں سے اظہار کرنے والے ہوں (صغری) اور ہر حاجتوں کو چھپانے والا خاموش ہوتا ہے اور ہر ان کو ظاہر کرنے والا بولتا ہے (کبری) تو نتیجہ نکلا میں خاموش بھی ہوں اور بولتا ہوں) ظاہر ہے کہ یہ اجتماع نقیضین ہے۔

قولہ ولا یشترط الوزن : مناطقہ کے یہاں شعر کیلئے وزن ضروری نہیں ہے ہاں شعر کے اندر وزن حسن کو پیدا کرتا ہے جس طرح اچھی آواز سے پڑھنے سے دلوں میں ایک بڑا اثر پیدا ہوتا ہے۔ خوشی کے اعتبار سے بھی اور غم کے اعتبار سے بھی حتی کہ بسا اوقات سننے والے فرط مسرت میں اس قدر جھومتے ہیں کہ سروں سے پگڑیاں گر پڑتی ہیں، اور مجلس سے مرحبا مرحبا، صدائیں آنے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونان کے اولیں حکماء شعر سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔

فصل : القیاس السفسطی وھو قیاس مرکب من الوھمیات الکاذبة المخترعة للوھم کقیاس غیر المحسوس علی المحسوس نحو کل موجود مشار الیہ

ترجمہ: قیاس سفسطی وہ قیاس ہے جو مرکب ہو ان وہمی قضیوں سے ہوں اور وہم

کی پیداوار ہوں، جیسے غیر محسوس کو محسوس پر قیاس کرنا مثلاً ہر موجود مشار الیہ ہے۔

درس: یہاں سے مصنفؒ نے صناعت خمسہ کی پانچویں قسم قیاس سفسطی کو بیان فرما رہے ہیں۔ **قیاس سفسطی کی تعریف:** وہ قیاس ہے جو وہمی اور جھوٹے مقدمات سے بنے ہوں جیسے ہر موجود چیز اشارہ کے قابل ہے صغری اور جو اشارہ کے قابل ہے جسم والا ہے (کبری) پس ہر موجود جسم والا ہے نتیجہ، دیکھو یہ چھوٹے مقدمات پر مشتمل ہے کیوں کہ اس میں موجود کو عام قرار دیا ہے چاہے محسوس ہو یا غیر محسوس حالانکہ ہر موجود اشارہ کے قابل نہیں ہے جیسے مجرد عن المادہ موجود تو ہیں لیکن اشارہ کے قابل نہیں ہے اشارہ کے قابل نہیں ہے۔

وللوهميات مشابهة شديدة بالا وليات و لو لا رد العقل والشرع حكم الوهم لدام الالتباس بينهما او من الكاذبة المشبهات بالصادقة، وهي قضايا يعتقد العقل بانها اولية او مشهورة او مقبولة او مسلمة لمكان الا لتباس بها لفظا ومعنى فتوقع في الغلط وهذه الصناعة كاذبة مموهة غير نافعة بالذات نعم نافعة بالعرض بان صاحبها لا يغلط ولايغالط ويقدر على ان يغالط غيره وان يمتحن بها او يعانده وصاحب هذه الصناعة ان قابل الحكيم يسمى سوفسطائيا، وهذه الصناعة سفسطة اى حكمة مموهة ملمعة والافيسمى مشاغبه، وعلى التقديرين فصاحبه غالط في نفسه مغالطا لغيره وصناعته مغالطة وهي قياس فاسد اما من جهة المادة فقط او من جهة الصورة فقط او كليهما.

ترجمہ: اور وہمی قضیوں کو اولیات کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہے اور اگر عقل و شرع حکم وہم کے حکم کو رد کرنا نہ ہوتا تو ان دونوں کے درمیان ہمیشہ التباس رہتا (قیاس سفسطی) مرکب ہوتا ہے جھوٹے قضیوں سے جو سچے قضیوں کے مشابہ ہیں اور وہ ایسے قضیے ہیں جن پر عقل اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اولیہ ہیں یا مشہورہ ہیں یا مقبولہ یا مسلمہ ہیں ان

کے ساتھ اشتباہ ہونے کی وجہ سے لفظاً یا معناً چنانچہ یہ غلطی میں یہ واقع کرتا ہے اور یہ صناعت جھوٹی ہے جو آب زر سے مزین ہے بالذات نفع دینی والی نہیں ہے یا بالغرض نفع دینے والی ہے اس طرح کے صاحب صناعت نہ تو غلطی کرتا ہے اور نہ ہی غلطی میں ڈالا جاتا ہے اور اس پر قادر ہوتا ہے کہ اپنے غیر کو غلطی میں ڈال دیں یہ اس کے ذریعے امتحان لے، یا اس سے عناد کرے، اور اس فن والا اگر حکیم سے مقابلہ کرے تو اس کا نام سوفسطائی رکھا جاتا ہے او اس فن کا نام سفسطی رکھا جاتا ہے ورنہ تو اس کا نام مشاغبی (ایک دوسرے سے جھگڑنے والا) رکھا جاتا ہے اور دونوں صورتوں میں تو اس کا صاحب خود غلطی پر ہے اور اپنے غیر کو غلطی میں ڈالنے والا ہے، اور اس کی صناعت مغالطہ ہے اور یہ ایسا قیاس ہے جو فاسد ہے یہ صرف مادے کی جہت سے یا صرف صورت کی جہت سے یا دوتوں کی جہت سے۔

درس: پیارے بچو! مصنفؒ نے فرماتے ہیں کہ قضیہ وھمیہ اولیات کے ساتھ بڑی مشابہت ہے یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ وہم کے شکار ہو کر وھمیات کو اولیات سمجھ بیٹھتے ہیں اور پھر ان سے قیاس مرکب کرتے ہیں حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے مگر جو عقل وشرع کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے اگر عقل وشرع وہم کے حکم کی تردید نہ کرتے تو دونوں میں ہمیشہ اشتباہ رہتا۔

قولہ ومن الکاذبۃ: مصنفؒ فرماتے ہیں یا قیاس سفسطی ایسے چھوٹے قضیہ، سے مرکب ہو جو قضیہ صادقہ کے مشابہ ہیں لفظاً ہو یا معناً اور ان کے بارے میں عقل یہ اعتقاد رکھے کہ یہ اولیہ ہیں یا مشہورہ ہیں یا مقبولہ ہیں یا مسلمہ ہوں، خلاصہ یہ ہے کہ لفظاً یا معناً مشابہت ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کو دھوکہ ہو جاتا ہے اور وہ غلطی میں پڑ جاتا ہے ہر ایک کی مثال آگے آئے گی۔

قولہ ھذہ الصناعات: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قیاس سفسطی جھوٹ کا مجموعہ ہے جو بظاہر بہت عمدہ اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا ہے جیسا

لید پر سونے کا کاغذ چڑھا دیا گیا ہو یہی وجہ ہے کہ یہ بالذات نفع نہیں دیتا البتہ بالغرض
فائدہ دیتا ہے جس کو اس فن میں مہارت ہوتی ہے وہ غلطی سے محفوظ رہتا ہے البتہ وہ دوسروں
کو دھوکہ دے سکتا ہے اور آگے مصنف فرماتے ہیں کہ اس فن کا جاننے والا اگر کسی فلسفہ کے
جاننے والے سے مقابلہ کرتا ہے تو اس سے سوفسطائی کہا جاتا ہے اور اس فن کو سفسطہ کہا جاتا
ہے اور اگر کسی فلسفی کے علاوہ سے مقابلہ کرتا ہے تو ایسے مشاغبی کہا جاتا ہے یعنی یہ شخص خواہ
مخواہ لوگوں سے جھگڑتا رہتا ہے خلاصہ یہ ہیکہ قیاس سفسطی مغالطہ کا فن ہے یعنی ایسا قیاس
ہے جو فاسد ہے اب یا تو فاسد صرف مادے کے اعتبار سے یا صرف صورت کے اعتبار سے
ہو یا دونوں کے اعتبار سے ہو۔

فصل في اسباب الغلط اعلم ان اسباب الغلط مع كثرتها راجعة الى امرين احدهما سوء الفهم فقط وثانيهما اشتباه الكواذب بالصوادق والاوّل انما يكون بسبب انغماس النفس في ظلمات الوهم حتى يستقين الكواذب صادقة بل ضرورية نحو كل ما ليس بمبصر ليس بجسم فالهواء ليس بجسم واما الثاني ففيه تفصيل على ما سياتي وقال بعض المحققين ترجع الى أمر واحد وهو عدم التميز بين الشئى وشبهه فقط.

ترجمہ: یہ فصل اسباب غلطی کے بیان میں ہے جان لو کہ غلطی کے اسباب ان کی کثرت کے باوجود دو امروں کی طرف لوٹتے ہیں ان دونوں میں سے ایک فقط فہمی ہے اور دوسرا جھوٹے قضیوں کا قضیہ صادقہ کے مشابہہ ہو جاتا ہے اول بلا شبہ نفس کے وہم کی تاریکیوں میں ڈوب جانے کے سبب ہوتا ہے یہاں تک کہ نفس جھوٹے قضیوں کے سچ ہونے کا یقین کر لیتا ہے بلکہ بدیہی ہونے کا، جیسے کل مالیس بمبصر لیس بجسم فالھواء لیس بجسم (ہر وہ چیز جو دیکھائی نہ دے وہ جسم نہیں ہے پس ہوا جسم نہیں ہے) اور بہر حال ثانی تو اس میں تفصیل ہے جیسا کہ عنقریب آ رہی ہے اور بعض محققین نے کہا کہ وہ ایک امر کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ شئی اور اس کے مشابہہ کے درمیان امتیاز کا نہ ہونا ہے۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنفؒ غلطی کے اسباب کو بیان کر رہے ہیں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ غلطی کے اسباب تو بے شمار ہیں لیکن ان تمام کا انحصار دو چیز پر ہے ،پہلی چیز غلط فہمی، دوسری چیز جھوٹے قضیوں کے سچ قضیوں کے مشابہ ہو جانا ہے، پہلی چیز غلط فہمی تو اس کا سبب یہ ہے کہ نفس وہم کی تاریکیوں میں ڈوب جائے یہاں کہ وہم جھوٹے قضیوں کو سچا بلکہ بدیہی یقین کر لیتا ہے جیسے الهواء ليس بمبصر وكل ما ليس بمبصر فهو ليس بجسم فالهواء ليس بجسم ،اور دوسری چیز یعنی جھوٹے قضیے کا سچ قضیوں کے مشابہ ہونا، تو اس میں بڑی تفصیل ہے جو عنقریب آنے والی ہے اور بعض محققین فرماتے ہیں کہ غلطی کے تمام اسباب کا مرجع ایک ہے وہ شی اور اس کے مشابہ کے درمیان امتیاز نہ کرنا، یہی تمام غلطی کے اسباب کا مرجع اور مواد ہے۔

فصل: عدم التميزبين الشئ وشبهه ينقسم الى ما يتعلق بالالفاظ والى ما يتعلق بالمعانى، القسم الاوّل اعنى مايتعلق بالالفاظ قسمان، الاوّل ما يتعلق بالالفاظ لا من جهة التركيب والثانى ما يتلعق بها من حيث التركيب ثم المتعلق من جهة الاوّل قسمان الاوّل ما يتعلق بالالفاظ انفسهما وذالک بان يكون الالفاظ مختلفة فى الدلالة فيقع فيه الاشتباه فيما هو المراد كالغلط الواقع بسبب كون اللفظ مشتركا لفظيا بين معنيين او اكثر وكون احد معانيه حقيقيا والأخر مجازيا و يندرج فيه الاستعارة وامثالها وكل ذالک يسمى بالاشتراک اللفظى كما تقول لعين الماء هذه عين و كل عين يستضيئى بها العالم فهذه العين يستضيئى بها العالم اوتقول زيدأسد وكل اسد له مخالبُ فزيد له مخالب والغلط فى الاوّل بكون العين مشتركالفظيا بين عين الماء والشمس وفى الثانى كون اطلاق لفظ الاسد على زيد مجازيا وعلى الحيوان المفترس حقيقياً.

ترجمہ: شئی اور اس کے مشابہہ کے درمیان امتیاز کا نہ ہونا منقسم ہوتا ہے اس چیز کی طرف جو الفاظ سے متعلق ہیں اور اس چیز کی طرف جو معانی سے متعلق ہیں، قسم اول یعنی وہ چیز جو الفاظ سے متعلق ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جو الفاظ سے متعلق ہے ترکیب کے اعتبار سے نہیں اور دوسری قسم وہ ہے کہ جو الفاظ سے متعلق ہے ترکیب کے اعتبار سے پھر وہ جو الفاظ سے متعلق ہے پہلے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں اول وہ جو نفس الفاظ سے متعلق ہے اور وہ اس طرح کہ الفاظ دلالت میں مختلف ہوں چنانچہ اس میں اشتباہ واقع ہو جائے اس چیز کے بارے میں جو مراد ہے جیسے وہ غلطی جو واقع ہو لفظ کے دو معنوں یا زائد کے درمیان مشترک لفظی ہونے کے سبب سے اور اس کے معانی میں ایک کے حقیقی اور دوسرے کے مجازی ہونے کے سبب اور اس میں استعارہ اور اس کے امثال داخل ہوتے ہیں اور ان سب کا نام رکھا جاتا ہے اشتراک لفظی جیسا کہ کہو پانی کے چشمے کے واسطے: هـذه عيـن و كل عين يستضيئ بها العالم فهذه العين يستضيئ بها العالم : یا تم کہو زید اسد و کل اسد له مخاطب فزيد له مخاطب اور پہلی صورت میں غلطی لفظ عین کا مشترک لفظی ہونا ہے پانی کے چشمے اور سورج کے درمیان اور دوسری صورت میں لفظ اسد کا اطلاق ہونا ہے زید پر بطور مجاز کے اور حیوان متفرس پر بطور حقیقت کے۔

درس: پیارے بچو! اس عبارت میں مصنفؒ اس بات کو بیان فرمارہے ہیں کہ شئی اور اس کے مشابہ کے درمیان اشتباہ کی کتنی صورتیں ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شئی اور اس کے اشتباہ کے درمیان اشتباہ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم جو الفاظ سے متعلق ہو الفاظ سے متعلق ہونے کا مطلب یہ ہیکہ دو شئی کے درمیان مشابہت الفاظ کے اعتبار سے ہو۔ دوسری قسم جو معانی سے متعلق ہو معانی سے متعلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دو شئی کے درمیان مشابہت معانی کے اعتبار سے ہو" پھر متعلق بالالفاظ کی دو قسمیں ہیں اول جس کا تعلق صرف الفاظ سے ہو ترکیب کا اعتبار نہ ہو، دوم جس کا تعلق

الفاظ سے ہو اور ترکیب کا بھی اعتبار ہو پھر وہ جس کا تعلق صرف الفاظ سے ہو ترکیب کا اعتبار سے نہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں، اوّل جس کا تعلق بذات خود الفاظ سے ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ الفاظ کی دلالت معانی پر مختلف ہو جس کی وجہ سے مراد کے سمجھنے میں اشتباہ ہو جائے اور غلطی واقع ہو جائے مثلاً ایک لفظ چند معانی کے درمیان لفظا مشترک ہے جس کی وجہ سے معنی مراد میں اشتباہ ہو جائے، یا لفظ کا ایک حقیقی معنی ہو اور دوسرا مجازی معنی ہو، اب یہاں کون سا مراد ہے اس کے سمجھنے میں شبہ پیدا ہو جائے۔ بچو سنو، وہ الفاظ جن کی دلالت معانی پر مختلف ہوتی ہے ان میں استعارہ اور ان کے امثال یعنی تشبیہ وغیرہ بھی داخل ہیں، ان سب کو اشتراک لفظی کہتے ہیں، جیسے عین پانی کے چشمے کیلئے بھی وضع کیا گیا ہے اور آفتاب کیلئے بھی اب کوئی پانی کے چشمے کے متعلق کہتا ہے "هذه عين و كل عين يستضئى بها العالم فهذه العين يستضئى بها العالم" یہ عین ہے اور ہر عین کی وجہ سے دنیا روشن ہوتی ہے تو اس عین کی وجہ سے دنیا روشن ہوگی۔ دیکھو لفظ عین کو دو معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ ایک پانی کے چشمے کیلئے اور دوسرا آفتاب کے لئے" اسی اشتراک کی وجہ سے معنی مرادی میں اشتباہ ہو گیا اور جو حکم آفتاب کا تھا وہ پانی کے چشمے کیلئے لگا دیا، اسی طرح کوئی کہے "زيد اسد و كل اسد له مخالب فزيد له مخالب" دیکھو اسد کے دو معنی ہیں ایک معنی حقیقی اور دوسرا معنی مجازی۔ اس کی وجہ سے معنی مرادی کے سمجھنے میں دشواری ہو گئی اور جو حکم اسد کیلئے تھا وہ زید کیلئے ثابت کر دیا۔ بچو تم نے اس سبق کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔

والثاني ما يتعلق بالالفاظ بسبب التصريف كالاشتباه الواقع في لفظ المختار فانه اذا كان بمعنى الفاعل كان اصله مختيرا بكسر الياء واذا بمعنى المفعول كان اصله مختيرًا وبسبب الاعجام والاعراب كما يقول القائل غلام حسن من غير اعراب فيظن تارة تركيبا توصيفًا والاخرى تركيبًا اضافيا.

اور دوسری قسم وہ ہے جو الفاظ سے متعلق گردان کے سبب سے جیسے وہ اشتباہ جو لفظ مختار میں واقع ہو کیوں کہ جب یہ فاعل کے معنی میں ہو تو اس کی اصل مختیر یا کے کسرہ کے ساتھ ہو گی اور جب یہ مفعول کے معنی میں ہو تو اس کی اصل مختیر یا کے فتحہ کے ساتھ ہوگی یا نقطہ کے سبب یا اعراب کے سبب جیسا کہ کہنے والا کہتا ہے غلام حسن بغیر اعراب کے تو کبھی ترکیب توصیفی کا گمان ہوتا ہے اور کبھی ترکیب اضافی کا۔

درس: پیارے بچو! اس سے پہلے تم کو بتایا گیا تھا کہ متعلق بالالفاظ لامن جہت الترکیب کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم کا ذکر ہو چکا، اب اس کی دوسری قسم کو بیان کیا جا رہا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق الفاظ سے ہو گردان کی وجہ سے جیسے مختار اسم فاعل بھی ہے اور اسم مفعول بھی ہے، اگر اس کو مختیر یا کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اسم فاعل ہوگا اور اگر اس کو مختیر یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اسم مفعول ہوگا۔ لیکن تعلیل کے بعد دونوں مختار بن جاتا ہے جس کی وجہ سے اشتباہ واقع ہوتا ہے اور غلطی ہو جاتی ہے کوئی اسم فاعل سمجھ لیتا ہے اور کوئی اسم مفعول اسی طرح کبھی الفاظ میں اشتباہ اعجام یعنی نقطہ کے سبب ہوتا ہے یعنی جب کسی لفظ پر نقطہ نہ ڈالا جائے تو اس کی وجہ غلطی واقع ہوتی ہے جیسے حدا اگر نقطہ نہ دیا جائے تو خدا بھی ہو سکتا ہے اور جدا بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح کبھی الفاظ میں اشتباہ واقع ہوتا ہے اعراب کی وجہ سے جیسے غلام حسن اگر دونوں پر تنوین دیکر یوں پڑھا جائے غلامٌ حسنٌ تو مرکب توصیفی ہوگا اور اگر غلام حسن کا اعراب دیا جائے تو مرکب اضافی ہوگا۔ چونکہ اعراب نہیں ہے اس لئے اشتباہ واقع ہوتا ہے اور غلطی ہو جاتی ہے۔

والمتعلق بالالفاظ من جهة التركيب فاما بالنظر الى اختلاف المرجع نحو مايعلمه الحكيم فهو يعمل بما يعلمه فان عاد الضمير الى الحكيم صدق والاكذب واما بافراد المركب نحو النارنج حلو حامض صادق وان افردته وقيل هذا حلو وحامض لم يصدق واما بجمع المنفصل نحو زيد طبيب ماهر صدق وان جمع وقيل طبيب ماهر كذب.

ترجمہ: اور وہ جس کا تعلق الفاظ سے ترکیب کے اعتبار سے ہو پس یا تو نظر کرتے ہوئے مرجع کے اختلاف کی طرف جیسے "ما یعلمہ الحکیم فھو یعمل بما یعلمہ" پس اگر ضمیر حکیم کی طرف لوٹے تو یہ صادق ہ ورنہ کاذب ہے اور یا تو مرکب کو مفرد لانے سے جیسے النارنج حلو حامض صادق ہے اور اگر مفرد لایا جائے اور کہا جائے، ھذا حلو و حامض تو صادق نہیں ہوگا اور یا تو الگ الگ کو جمع کرنے سے جیسے زید طبیب و ماھر پر صادق ہے اور اگر جمع کر دیا جائے اور کہا جائے طبیب ماہر تو یہ کاذب ہے۔

درس: بچو! اس سے پہلے بتایا گیا تھا کہ متعلق بالا لفاظ کی دو قسمیں ہیں ایک عدم ترکیب کے اعتبار سے دوسرا ترکیب کے اعتبار سے۔ پہلی قسم کا بیان مکمل ہوا۔ اب دوسری قسم کا بیان شروع فرما رہے ہیں، سو وہ اشتباہ جس کا تعلق الفاظ سے ہو ترکیب کے اعتبار سے کی چند صورتیں ہیں (۱) پہلی صورت مرجع کے اختلاف کی وجہ سے یعنی ضمیر کے مرجع میں مختلف احتمالات ہوں جس کی وجہ سے اشتباہ ہو جائے جیسے "ما یعلمہ الحکیم فھو یعمل بما یعلمہ۔

دیکھو یہاں ھو ضمیر کا مرجع اگر حکیم کو قرار دو تو ترجمہ ہوگا حکیم جو بھی جانتا ہے تو وہ اپنے جاننے پر عمل کرتا ہے اور اگر ھو ضمیر کا مرجع ما یعملہ کی طرف لوٹا دو تو ترجمہ ہوگا "جو کچھ حکیم جانتا ہے تو اس کا جاننا عمل کرتا ہے اس کے جاننے پر۔ ظاہر ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ اس صورت میں عمل کی نسبت علم کی طرف ہو جاتی ہے حالانکہ عمل کا تعلق ذوی العقول سے ہے نہ کہ غیر ذوی العقول سے۔

(۲) دوسری صورت افراد مرکب۔ افراد مرکب کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزیں جو مرکب ہیں ان کو الگ الگ کر دیا جائے جیسے النارنج حلو حامض (نارنگی کھٹی میٹھی ہے) دیکھو یہاں حلو حامض مرکب ہے اور صحیح ہے کیوں کہ نارنگی کھٹی اور میٹھی دونوں ہوتی ہے لیکن اگر اسے مفرد کر دو جیسے النارنج حلو و حامض تو صحیح نہ ہوگا کیوں کہ اس صورت میں مطلب ہوگا نارنگی صرف کھٹی ہے یا صرف میٹھی ہے ظاہر ہے کہ یہ خلاف واقعہ ہے۔

تیسری صورت جمع منفصل: اس کا مطلب یہ ہے کہ الگ الگ وصف کو ایک جگہ جمع کردیا جائے۔ مثال کے طور پر کوئی ڈاکٹر ہے اور کسی دوسرے فن کا ماہر ہے اس کے بارے میں کہا جائے فلاں طبیب و ماہر . فلاں ڈاکٹر ہے اور ماہر ہے یہ بالکل صحیح ہے لیکن اگر اسی شخص کے بارے میں یوں کہا جائے فلان طبیب ماهر فلاں ماہر ڈاکٹر ہے تو ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے کیوں کہ اس شخص کے اندر دو وصف ہیں ایک ڈاکٹر ہونا اور دوسرے کسی فن میں ماہر ہونا، اور دوسری ترکیب کے اعتبار سے صرف ایک وصف کا پتہ چلتا ہے اسلئے کہ یہ ترکیب غلط ہے۔

فصل في الاغاليط التي تقع بسبب المعنى و هذا ايضاً اقسام لانها اما من جهة المادة او من جهة الصورة اما التي من جهة المادة كما يكون بحيث اذا رتب المعاني فيه على وجه يكون صادقا لم يكن قياسا و اذا رتب على وجه يكون قياسا لم يكن صادقا كقولك الانسان ناطق من حيث هو ناطق ولا شئ من الناطق من حيث هو ناطق بحيوان فلا شئ من الانسان بحيوان اذ مع اعتبار قيد من حيث هو ناطق يكذب الصغرى و مع حذفه عنها يكذب الكبرى و ان حذف من الصغرى و اثبت في الكبرى يلزم اختلاف هيئة القياس لعدم الاشتراك و اما التي من جهة الصورة فكما يكون على هيئة غير ناتجة و جميع ذالك سوء التاليف كقول القائل الزمان محيط بالحوادث و الفلك محيط بها ايضا ينتج فالزمان هو الفلك و هو شكل ثاني وقد فات فيه شرط اختلاف المقدمتين ايجابا و سلبا لكونهما موجبتين ههنا.

ترجمہ: یہ فصل ان اغلوطوں کے بیان میں ہے جو معنی کے سبب سے واقع ہوتے ہیں اور اس کی بھی چند قسمیں ہیں اس لئے کہ وہ اغالیط یا تو مادہ کے اعتبار سے ہیں یا صورت کے اعتبار سے بہر حال وہ اغلوطہ جو مادہ کے اعتبار سے ہے تو جیسا کہ اس طرح

ہو کہ جب اس میں معانی اس طریقہ پر مرتب ہوں کہ وہ صادق ہے تو قیاس نہیں اور جب اس طریقہ پر مرتب ہوں کہ وہ قیاس ہے تو وہ صادق نہیں جیسے تیرا قول الانسان ناطق من حیث ہو ناطق ولاشی من الناطق من حیث ہو ناطق فلاشی من الانسان بحیوان کیوں کہ من حیث ہو ناطق کی قید کے اعتبار کے ساتھ سغری کاذب ہو جاتا ہے اور اسے اس قید کے حذف کے ساتھ کبری کاذب ہو جاتا ہے اور اگر صغری سے حذف کر دی جائے اور کبری میں ثابت رکھی جائے تو لازم آئے گا قیاس کی ہیئت کا مختل ہونا اشتراک کے نہ ہونے کی وجہ سے اور بہر حال وہ محصورت کے اعتبار سے ہو تو جیسا کہ وہ ایسی ہئیت پر ہو جو نتیجہ دینے والی نہیں اور یہ سب تالیف کی خرابی ہے جیسے کہنے والے کا قول الزمان محیط بالحوادث والفلک محید بہا ایضا نتیجہ دیگا فالزمان ہو الفلک اور یہ شکل ثانی ہے حالانکہ اس میں ایجاب وسلب کے اعتبار سے اختلاف مقدمتین کی شرط فوت ہے ان دونوں کے موجبہ ہونے کی وجہ سے۔

درس: پیارے بچوں! پچھلے سبق میں یہ بتایا گیا تھا کہ نئی اور اس کے مشابہ کے درمیان امتیاز نہ ہونے کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس کا تعلق الفاظ سے ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق معانی سے ہے۔ الفاظ کے تعلق ہونے کی بحث تم نے پڑھ لیا اب دوسری قسم کی تفصیل سنو: دیکھو۔ اغالیط، اغلوطۃ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ چیز جس کے ذریعہ مغالطہ دیا جائے، وہ چیز جس کے ذریعہ مغالطہ واقع ہوتا ہے، اس کی چند صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ وہ مغالطہ اس مادہ کی وجہ سے واقع ہو جس سے قیاس مرکب ہوتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مغالطہ اس ہئیت کی وجہ سے واقع ہو جو قیاس کی ہئیت ہے مادہ کی وجہ سے مغالطہ واقع ہونے کی صورت یہ ہے کہ معانی کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ قضیئے صادق ہوں تو قیاس نہیں بنتا یا اس طرح ترتیب دیا جائے کہ قیاس تو بن جائے مگر قضیے صادق نہ ہوں جیسے الانسان ناطق من حیث ہو ناطق (صغری) ولاشی من الناطق من حیث ہو ناطق بحیوان (کبری) نتیجہ نکلے گا فلاشی من الانسان بحیوان، اسمثال

غور کرو کہ اگر من حیث ہو ناطق کا صغری اور کبری دونوں میں اعتبار کیا جائے تو صغری کاذب ہو جائے گا کیوں کہ انسان ذات ہے اور ناطق اس کیلئے ذاتی ہے ظاہری بات ہے کہ اگر من حیث ہو ناطق کا تعلق صغری میں مانا جائے تو اس صورت میں ذاتی کا ثبوت ذات کیلئے علت اور حیثیت کی وجہ سے ہونا لازم آئے گا حالانکہ ذاتی کا ثبوت ذات کیلئے کسی علت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ لہذا صغری کاذب ہوا اور اگر دونوں سے من حیث ہو ناطق کی قید حذف کردی جائے تو کبری کاذب ہو جائے گا کیوں کہ اس صورت میں کبری یہ رہ جائے گا لاشیء من الناطق بحیوان (کوئی بھی ناطق حیوان نہیں ہے) ظاہر ہے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ اور اگر من حیث ہو ناطق کی قید صغری سے حذف کردی جائے اور کبری میں ثابت رکھی جائے تو دونوں مقدمے صادق ہوں گے لیکن قیاس کی ہیئت اور شکل میں خلل واقع ہو جائے گا کیوں کہ صغری اور کبری میں اشتراک ضروری ہے اور یہاں اشتراک باقی نہیں رہے گا کیوں کہ صغری میں جو ناطق ہے وہ مطلق ہے اور کبری میں جو ناطق ہے وہ من حیث کی قید کے ساتھ مقید ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مطلق اور مقید ایک نہیں ہوتا۔ حالانکہ حد اوسط کیلئے ایک ہونا ضروری ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس مثال میں قید کے اعتبار سے تین صورتیں ہوئیں، پہلی دو صورتوں میں تو قیاس تو صحیح ہے مگر اس کا وہ مادہ جس سے قیاس مرکب ہے وہ صحیح نہیں اور تیسری صورت میں قضیے تو صحیح ہیں مگر قیاس صحیح نہیں۔

قوله واما التی من جهة الصور. وہ مغالطہ جو صورت کی وجہ سے واقع ہوں ان کی صورت یہ ہے کہ قیاس اپنی ہیئت پر مرتب ہو جو نتیجہ دینے والی نہ ہو۔ یعنی اس میں انتاج کے شرائط مفقود ہوں، مثلاً کسی نے کہا الزمان محیط بالحوادث (صغری) والفلک محیط بہا ایضاً کبری تو نتیجہ نکلا فالزمان ہو الفلک۔ دیکھو اس میں یہ قیاس شکل ثانی ہے کیوں کہ حد اوسط محیط بالحوادث صغری اور کبری دونوں میں محمول کی جگہ میں ہے لیکن شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرط نہیں پائی جارہی ہے کیوں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ صغری اور

کبریٰ میں ایجاب وسلب کا اختلاف ہو اگر صغریٰ موجبہ ہے تو کبریٰ سالبہ ہو یا اس کے برعکس اور ظاہر ہے کہ مذکورہ مثال میں دونوں ہی موجبہ ہیں۔

والأن نذكر بعض المغالطات التى سبب وقوعها فساد الصورة فنقول من المغالطات الصورية المصادرة على المطلوب نحو زيد انسان لانه بشر و كل بشر انسان و منها اخذ ما بالعرض مكان ما بالذات نحو الجالس فى السفينة متحرك و كل متحرك لا يثبت فى موضع واحد و منها ان لا يتكرر الاوسط بتمامه كما يقال الانسان له شعر و كل شعر ينبت ينتج الانسان ينبت فان الاوسط له الشعر.

ترجمہ: اب ہم ذکر کرتے ہیں بعض ایسے مغالطات جن کے واقع ہونے کا سبب صورت کا فاسد ہونا ہے، چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مغالطات صورت میں سے ایک مصادرۃ علی المطلوب ہے جیسے زید انسان لانہ بشر وکل بشر انسان اور ان میں ایک اخذ ما بالعرض مکان ما بالذات ہے یعنی اس چیز لینا جو بالعرض ہے اس چیز کی جگہ جو بالذات ہے، جیسے الجالس فی السفینۃ متحرک وکل متحرک لایثبت فی موضع واحد اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حد اوسط پورا مکرر نہ ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ الانسان لہ شعر وکل شعر لہ ینبت، نتیجہ دے گا الانسان ینبت کیوں کہ حد اوسط لہ شعر ہے۔

درس: پیارے بچو! یہاں سے مصنف ”فساد صورت کی وجہ سے جو مغالطہ ہوتا ہے ان میں سے بعض کو ذکر فرمارہے ہیں، مغالطہ کی ایک شکل مصادرہ علی المطلوب ہے، مصادرۃ علی المطلوب کا مطلب ہوتا ہے کہ دلیل اور دعوی ایک ہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں دور لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔ جیسے کوئی کہتا ہے زید انسان ہے اس لئے کہ بشر ہے اور ہر بشر انسان ہے، اس مثال میں غور کرو کہ دعوی اور دلیل ایک ہی ہے۔ کیوں کہ جو بشر ہے وہی انسان ہے اور جو انسان ہے وہی بشر ہے۔ تو دعوی بھی وہی اور دلیل بھی وہی اسی کا نام مصادرہ علی المطلوب ہے، مغالطہ صوریہ میں سے ایک اخذ ما بالعرض مکان ما بالذات

ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو چیز بالعرض ثابت ہو اس کو بالذات اور بلا واسطہ کا درجہ دے دیا جائے جیسے کوئی کہتا ہے کشتی میں بیٹھنے والا حرکت کرتا ہے اور وہ شخص جو حرکت کرتا ہے ایک جگہ نہیں رہتا ہے تو کشتی میں بیٹھنے والا ایک جگہ نہیں ٹھرتا ہے ظاہر ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے اور یہ مغالطہ اس وجہ سے ہوا کہ بالواسطہ کو بلا واسطہ کی جگہ کر دیا گیا ہے کیوں کہ جو متحرک ایک جگہ نہیں رہتا ہے وہ بلا واسطہ متحرک ہے تو بالواسطہ متحرک کو بلا واسطہ متحرک کی جگہ رکھ دیا گیا اور اس کا حکم دے دیا گیا جس کی وجہ سے یہ خرابی لازم آئی۔

مغالطہ صوریہ کی ایک شکل حد اوسط کا صغری اور کبری میں مکرر نہ ہونا ہے جیسے کوئی کہتا ہے کہ انسان اس کیلئے بال ہے (صغری) اور ہر بال اگتا ہے (کبری) تو نتیجہ انسان اگتا ہے، دیکھو یہاں حد اوسط لہ شعر ہے جو صرف صغری میں ہے اور کبری میں صرف شعر کو کہا گیا ہے اور لہ کو چھوڑ دیا گیا ہے جس کی وجہ سے خرابی آئی۔

و منها ان لا يكون الاوسط متشابها فى المقدمتين لاختلافه بالقوة و الفعل نحو الساكت متكمل والمتكم ليس بساكت ينتج الساكت ليس بساكت.

ترجمہ: ان میں ایک یہ ہے کہ حد اوسط دونوں مقدموں میں مشابہ نہ ہو، اس کے قوت اور فعل کے ساتھ مختلف ہونے کی وجہ سے جیسے اس کا قول الساکت متکمل والمتکلم لیس بساکت۔ نتیجہ دے گا الساکت بساکت۔

درس: مغالطہ صورت میں سے ایک یہ ہے کہ حد اوسط دونوں مقدموں (صغری و کبری) میں برابر اور مشابہ نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک میں بالقوۃ مراد ہو اور دوسرے میں بالفعل مراد ہو۔ جیسے الساکت متکلم والمتکلم لیس بساکت فالساکت لیس بساکت۔ دیکو اس مثال میں حد اوسط متکلم ہے جو کہ صغری میں بالقوۃ مراد ہے اور کبری میں بالفعل مراد ہے اس کی وجہ سے یہ خرابی لازم آئی۔

ومنها اختلاف التركيب بسبب شك وقع بالقيد من الموضوع او من المحمول كقولهم الانسان وحده ضاحك وكل ضاحك حيوان

ینتج الانسان وحده حیوان والغلط انما نشأمن توهم ان لفظة وحده جزء من الموضوع ولو جعل جزءً من المحمول وقیل الانسان هو وحده ضاحک وکل ماهو وحده ضاحک فهو حیوان لصدقت النتیجة لانها اذ ذاک الانسان حیوان. فالغلط فی هذا المثال بسبب سوء اعتبار الحمل.

ترجمہ: اوران میں ایک ترکیب کا تخلل ہونا ہے ایسے شک کی وجہ سے جواس میں واقع ہو کہ قید موضوع کی ہے یا محمول کی، جیسے ان کا قول الانسان وحدہ ضاحک وکل ضاحک حیوان۔ نتیجہ دے گا الانسان وحدہ حیوان اور غلطی پیدا ہوئی ہے اس وہم کی وجہ سے لفظ وحدہ موضوع کا جزء ہے اور اگر اسے محمول کا جزء کر دیا جائے اور کہا جائے کہ الانسان ہو وحدہ ضاحک وکل ماہو وحدہ ضاحک فہو حیوان۔ تو نتیجہ صادق ہوگا کیوں کہ نتیجہ اس وقت الانسان حیوان ہے تو غلطی اس مثال میں حمل کے اعتبار کی خرابی کی وجہ سے ہے۔

درس: مغالطہ صورت کی ایک صورت اختلال الترکیب بسبب الشک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قیاس میں یہ شک ہو جائے کہ قید کا تعلق موضوع سے ہے یا محمول سے جیسے کوئی کہتا ہے۔ الانسان وحدہ ضاحک وکل ضاحک حیوان۔ نتیجہ ہوگا الانسان وحدہ حیوان۔ یعنی انسان ہی صرف حیوان ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات غلط ہے اور یہ غلطی اس وجہ سے واقع ہوئی ہے کہ وحدہ کے بارے میں شک ہو گیا ہے کہ اس کا تعلق موضوع (انسان) سے ہے یا محمول سے۔ اگر موضوع سے تعلق مانا جائے تو یہ خرابی ہوگی اور اگر اسے محمول کا جزء مانا جائے تو یہ خرابی لازم نہیں آئے گی کیوں کہ اس صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ الانسان ماہو وحدہ ضاحک وکل ماہو وحدہ ضاحک فہو حیوان۔ ظاہر ہے کہ یہاں حد اوسط وحدہ ضاحک ہے تو اس صورت میں نتیجہ نکلے گا الانسان حیوان انسان حیوان ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔

ومنها ان یکون الاکبر محمولا علی جمیع افراد الاوسط فی الکبری وذالک کما تقول کل انسان حیوان والحیوان عام او جنس او

منقول علی کثیرین مختلفی الحقیقة فینتج کل انسان عام او جنس او منقول علی کثیرین مختلفی الحقیقة . وهو باطل قطعا والسبب فی الغلط انما هو اهمال کلیة الکبری اذ الکبری طبیعة فلا یتعدی الحکم.

ترجمہ: اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اکبر محمول نہ ہو اوسط کے تمام افراد پر کبری میں اور وہ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ کل انسان حیوان والحیوان عام اور جنس او مقول علی کثیرین مختلفی الحقیقۃ۔ تو یہ نتیجہ دے گا کل انسان عام اور جنس او مقول علی کثیرین مختلفی الحقیقۃ۔ اور یہ بالکل غلط ہے۔ اور سبب غلطی میں وہ کبری کی کلیت چھوڑ دینا ہے کیوں کہ کبری طبعیہ ہے تو حکم متعدی نہ ہوگا۔

درس: مغالطہ صورت میں سے ایک یہ ہے کہ اکبر کبری میں حد اوسط کے تمام افراد پر محمول نہ ہو جیسے مثال مذکور میں، کتاب کی مثال میں غور کرو کہ یہ شکل اول ہے اور شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ کبری کلی ہو اور یہاں کبری کلی نہیں ہے اس لئے نتیجہ غلط آیا ہے۔ رہی یہ بات کہ کبری کلی کیوں نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبری یہاں قضیہ طبعیہ ہے اور طبعیہ نہ تو کلیہ ہوتا ہے اور نہ ہی جزئیہ۔ اور قضیہ طبعیہ اس وجہ سے ہے کہ یہاں حکم حیوان کی طبیعت پر ہے نہ کے اس کے افراد پر اس کے برخلاف صغری میں انسان کے تمام افراد پر حیوانیت کا حکم لگایا گیا اور جب کبری میں حکم افراد پر نہیں ہے تو اکبر کا حکم اصغر کی طرف متعدی نہ ہوگا۔ اور حد اوسط کے تمام افراد پر اکبر محمول نہیں ہوگا اور یہی فساد کی وجہ ہے۔

و منها ما یقع بسبب تقدم الروابط و تاخرها عن السلوب و کذا تقدم الجهة علی السلوب و تأخرها عنها نحو زید لیس هو بقائم و زید هو لیس بقائم وبالضرورة ان لا یکون ولیس بالضرورة ان یکون ولا یلزم ان یکون ویلزم ان لا یکون و تکثر السلوب من هذا الباب فان مراتب الشفعیة کسلب سلب و سلب سلب سلب سلب اثبات والوتریة کسلب سلب السلب وغیرها سلب.

ترجمہ: اور ان میں ایک وہ مغالطہ ہے جو واقع ہو رابطوں کے مقدم ہونے کے سبب اور ان کے مؤخر ہونے کے سبب سلبوں سے اور اسی طرح جہت کا مقدم ہونا سلبوں پر اور اس کا مؤخر ہونا ان سے جیسے زید لیس ہو بقائم وزید ہو لیس بقائم وبالضرورۃ ان لا یکون ولیس بالضرورۃ ان یکون ولا یلزم ان یکون ویلزم ان یکون۔ اور سلبوں کا زائد ہونا اسی باب سے ہے کیوں کہ دو دو مرتبے جیسے سلب سلب اور سلب سلب سلب سلب اثبات ہے اور طاق مرتبے جیسے سب سلب السلب اور اس کے علاوہ سلب ہے۔

درس: مغالطہ صوریہ میں ایک یہ ہے کہ رابطوں کے مقدم ومؤخر ہونے کی وجہ سے خرابی لازم آئی ہے جیسے کتاب ہی کی مثال میں غور کرو کہ زید لیس ہو بقائم میں رابطہ ہو حرف سلب سے مؤخر ہے اور زید ہو لیس بقائم میں ہو حرف سلب پر مقدم ہے ظاہر ہے یہ قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول ہے ظاہر ہے اگر ایک کو دوسری جگہ استعمال کیا جائے تو مغالطہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کبھی جہت حرف سلب پر مقدم ومؤخر ہونے کے وجہ سے خرابی لازم آتی ہے۔ جیسے بالضرورۃ ان لا یکون الانسان کاتبا۔ یہاں جہت یعنی بالضرورۃ حرف سلب پر مقدم ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کا کاتب نہ ہونا ضروری ہے اور اسی طرح لیس بالضرورۃ ان یکون الانسان کاتبا۔ یہاں جہت حرف سلب سے مؤخر ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کا کاتب ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ کاتب ہو اور ممکن ہے کہ کاتب نہ ہو تو دیکھو ان دونوں مثالوں صرف تقدم وتاخیر کی وجہ سے کتنا بڑا فرق ہے۔

قولہ: یہاں مصنف یہ بیان فرمارہے ہیں کہ حرف سلب کا کثرت سے استعمال کرنا بھی مغالطہ کا باعث ہوتا ہے اس لئے بطور قاعدہ کے مصنف نے سمجھایا کہ اگر حروف سلب جفت ہو تو اثبات کا معنی ہوگا جیسے دو سلب یا چار سلب یا چھ سلب اور اگر حروف سلب طاق ہوں تو وہاں نفی کا معنی ہوگا جیسے تین۔ پانچ۔ سات وغیرہ۔ اب اگر ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرایا جائے تو مغالطہ ہو سکتا ہے۔

۔۔۔

و منها اخذ الاعتبارات الذهنية والمحمولات العقلية اموراً عينية كما اذا قيل ان الانسان كلي فيظن انه في الاعيان كذالك وليس هذا الظن بصواب فان الكلية انما تعرض الاشياء في الذهن دون الخارج و من هذا التحقيق ينحل اغلوطة اخرى تقريره ان يقال الممتنع موجود لانه ان امتنع شئ في الخارج مكان امتاعه حاصلاً في الخارج فيكون الممتنع موجوداً في الخارج فيلزم وجود الممتنع و هو باطل قطعا وجه الانحلال ان الامتناع اعتبار ذهني لا يلزم من اتصاف شئ به وجوده في الخارج ليلزم وجود المتصف به في الخارج.

ترجمہ: اوران میں ایک ذہنی اعتباروں اور ذہنی محمولوں کو عینی امور بنالینا ہے جیسا کہ جب کہا جائے ان الانسان کلی تو گمان کیا جائے گا کہ وہ خارج میں ایسا ہے حالانکہ گمان درست نہیں ہی کیوں کہ کلی ہونا بلاشبہ عارض ہوتا ہے اشیاء کو ذہن میں نہ کہ خارج میں اور اس تحقیق سے دوسرا اغلوطہ حل ہوجاتا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ کہا جائے ممتنع موجود ہے اسلئے کہ اگر شئی خارج میں ممتنع ہو تو اس کا ممتنع ہونا خارج میں حاصل ہوگا تو یہ ممتنع خارج میں موجود ہوگا تو لازم آئے گا ممتنع کا وجود اور بالکل باطل ہے۔ حل کی صورت یہ ہے کہ امتناع ایسا اعتبار ذہنی ہے جسکے ساتھ شئی کے متصف ہونے سے لازم نہیں آتا اس کا خارج میں موجود ہونا کہ لازم آئے گا اسکے ساتھ متصف ہونے والے کا وجود خارج میں۔

درس: مغالطہ صوریہ میں ایک یہ ہے کہ جو چیز ذہنی ہو اس کو خارجی سمجھ لیا جائے مثلاً انسان کا کلی ہونا یہ ذہنی اور عقلی ہے اور اگر اس کو کوئی خارجی سمجھنے لگے تو یہ غلط ہوگا مصنف فرماتے ہیں کہ اس سے ایک دوسرے مغالطہ کا جواب بھی نکال سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی کم سمجھ نے غور کیا کہ ممتنع موجود ہے اور اس نے دلیل پیش کی کہ ان امتنع شئی فی الخارج کان امتناعہ حاصلا فی الخارج (صغری) وکل ما کان امتناعہ حاصلا فی الخارج کان موجودا فی الخارج (کبری) تو نتیجہ نکلے گا فیکون الممتنع موجودا فی الخارج تو اس دلیل سے ممتنع کا وجود ثابت

ہوا، مصنف فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ شی کیلئے خارج میں پایا جانا ضروری نہیں لہذا امتناع کے ساتھ متصف ہونے والی شی یعنی ممتنع کا خارج میں پایا جانا ضروری نہیں ہے۔اب غور کرو کہ یہ سب خرابیاں کیوں لازم آئیں اس وجہ سے کہ جو چیز باعتبار ذہن تھی اس کو باعتبار خارج سمجھ لیا گیا۔

و منها اخذ مثال الشئ مكانه كما تقول لمثال النار انه نار و كل نارٍ محرقٌ فهو محرقٌ.

ترجمہ: اور ان میں سے ایک ایک شی کی مثال کو لینا ہے اس شی کی جگہ جیسا کہ تم کہتے ہو آگ کی مثال کے واسطے انہ نار وکل نار محرق۔

درس: مغالطہ صوریہ میں ایک یہ ہے کہ شی کی مثال اور تصور کو عین شی کا درجہ دے دیا جائے جیسے کسی نے آگ کا تصور کیا اور اس طرح کہا کہ یہ آگ ہے اور ہر آگ جلانے والی ہے تو یہ جلانے والی ہے ظاہر ہے کہ آگ جلاتی ہے نہ کہ اس کا تصور۔

و هٰذا الاشتباه هو الذى احتج به المنكرون للوجود الذهنى حيث قالوا لو حصلت الاشياء بانفسها لزم احتراق الذهن عند تصور النار واختراقه عند تصور الجبل و اتصافه بالبياض والسواد عند تصورهما و هٰكذا وحله انه من باب اخذ ما بالعرض مكان ما بالذات يعنى ان الاحراق والخرق وغيرهما من العوارض التى تلحق الشى اذا وجد بوجود اصلى خارجى وليست من العوارض للوجود الطلبى الذهنى.

ترجمہ: اور یہ وہ اشتباہ ہے جس کے ذریعہ حجت قائم کرتے ہیں وہ لوگ جو جود ذہنی کے منکر ہیں کیوں کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اشیاء بالذات حاصل ہیں تو ذہن کا جل جانا لازم آئے گا آگ کے تصور کرنے کے وقت اور اس کا پھٹ جانا لازم آئے گا پہاڑ کے تصور کرنے کے وقت نیز اس کا سفیدی و سیاہی کے ساتھ متصف ہونا لازم آئے گا ان دونوں کے تصور کرنے کے وقت ہٰکذا اسی طرح اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ اخذ ما بالعرض مکان

بالذات کے باب سے ہے یعنی بیشک جلانا اور پھاڑنا اور ان دونوں کے علاوہ ان عوارض میں سے ہیں جو شی کے لاحق ہونے میں اس وقت جب وہ پائی جاتی ہے وجود اصلی خارجی کے ساتھ اور یہ نہیں ہے ان لوازمات میں سے جو موجود ظلی ذہنی کے واسطے ہیں۔

درس: پیارے بچو! اس عبارت کو سمجھنے سے پہلے چند باتیں سمجھو۔ دیکھو اس میں اختلاف ہے کہ اشیاء کا وجود کتنے ہیں۔ حکماء کا کہنا ہے کہ اشیاء کے دو وجود ہیں ایک وجود خارجی اور دوسرا وجود ذہنی۔ وجود خارجی وہ موجود ہے جس کا مصداق خارج میں موجود ہو اور اس پر اشیاء کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے آگ پانی وغیرہ اور وجود ذہنی وہ وجود ہے جس پر اشیاء کے احکام مرتب نہ ہوں جیسے آگ کا تصور کرنا کہ اس وقت اس پر احتراق کا حکم نہیں ہوگا۔ لیکن متکلمین کا کہنا ہے کہ اشیاء کا صرف ایک ہی وجود ہے اور وہ وجود خارجی ہے، وجود ذہنی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اب مصنف کی عبارت سمجھو۔ مصنف فرماتے ہیں کہ شی کی مثال کو عین شی سمجھنے سے جو اشتباہ پیدا ہوا، اس اشتباہ سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو وجود ذہنی کے منکر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر وجود ذہنی کا وجود مانا جائے تو آگ کا تصور کرنے سے ذہن کو جل جانا چاہئے اسی طرح پہاڑ کا تصور کرنے سے ذہن کو پھٹ جانا چاہئے اسی طرح سفیدی اور سیاہی کے تصور کرنے سے ذہن کو سیاہی و سفیدی سے متصف ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے معلوم ہوا کہ وجود ذہنی کا وجود نہیں ہے۔ مصنف حکماء کی طرف سے جواب دے رہے ہے کہ آپ لوگوں کو جو اشتباہ اور اشکال ہوا وہ اخذ ما بالعرض مکان ما بالذات کی وجہ سے ہے یعنی آپ نے اس چیز کو جو بالعرض تھی اس چیز کا درجہ دے دیا جو بالذات ہے۔ چنانچہ احراق اور حرق اور ان کے علاوہ تمام کے تمام وہ عوارض جو ہیں جو شی کو وجود ذہنی کے ساتھ موجود ہونے کے وقت لاحق ہوتے ہیں۔ لیکن آپ لوگوں نے ان چیزوں عین شی کا حکم دے دیا ہے اور عین شی کا حکم لگا دیا ہے جس کی وجہ سے یہ خرابی لازم آئی۔

و منها اخذ جزء العلة مكان العلة كما اذا حمل سبعون رجلا حجراً ثقيلاً سبعين فرسخا مثلا فيتوهم ان الواحدمنهم يحمله فرسخاً واحدا.

ترجمہ: اوران میں سے ایک علت کے جزء کو لینا ہے علت کی جگہ جیسا کہ جب اٹھائیں ستر آدمی ایک بھاری پتھر کو ستر میل تک مثال کے طور پر تو وہم کیا جائے کہ ان میں ایک اس کو اٹھانے کا ایک میل تک۔

درس: مغالطہ صوریہ میں سے ایک یہ ہے کہ علت کے جزء کو بعینہ علت کا درجہ دے دیا جائے مثال کے طور پر اگر آپ سے کوئی کہے کہ ایک بھاری پتھر کو ستر آدمی اٹھا کر ستر میل تک لے جاسکتے ہیں تو ایک آدمی ایک میل تک اٹھا کر لے جاسکتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے اور یہ شبہ اس لئے پیدا ہوا کہ ایک بھاری پتھر کو ستر میل تک اٹھا کر لے جانا ایک حکم ہے اور ستر آدمی اس کیلئے علت ہیں۔ اور ایک آدمی اس علت کا جزء ہے اور جزء کو بعینہ علت کی جگہ رکھ دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ خرابی لازم آئی۔

و منها اجراء طريق الاولوية عند الاختلاف كما تقول الانسان ليس باولى باضافة النفس الناطقة من العصفور بعد ما اشتركا فى الحيوانية.

ترجمہ: اوران میں سے ایک اولویت کے طریقہ کو جاری کرنا ہے اختلاف کے وقت جیسا کہ تم کہو انسان اولی نہیں ہے نفس ناطقہ کی نسبت سے گوریا سے بعد اس کے کہ دونوں حیوانیت میں شریک ہیں۔

درس: دیکھو بچو! اولی اور غیر اولی کا تقابل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ دونوں میں اتفاق ہو اختلاف کے وقت اولی اور غیر اولی کی بات نہیں ہوتی ہے مثال کے طور پر کوئی کہے کہ آنکھ بہتر ہے پیر سے یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ آنکھ اور پیر میں اتفاق نہیں ہے ہاں اگر کوئی کہے کہ داہاں بہتر ہے بایاں سے تو یہ درست ہے اسی طرح مثال مذکور میں انسان اور گوریا اگر چہ حیوانیت میں شریک ہیں لیکن نفس ناطقہ کے اعتبار سے اختلاف ہے انسان میں نفس ناطقہ ہے لیکن گوریا میں نفس ناطقہ نہیں ہے۔ لہذا اس اعتبار سے اولویت کا تفاضل درست نہیں ہے۔

ومنها ما وقع من قلة المبالات بالحيثيات وترك الاعتناء بها كقول القائل كل ابيض دخل في حقيقته البياض و زيد ابيض فيلزم دخول البياض في حقيقته و منشأ الغلط فيه ان البياض داخل في مفهوم الابيض من حيث انه ابيض لا من حيث انه حيوان و انسان.

ترجمہ: اوران میں سے ایک وہ ہے جوواقع ہو حیثیات کے قلت اہتمام کی وجہ سے اوران میں توجہ کے چھوڑ دینے کی وجہ سے جیسے قائل کا قول کل ابیض داخل فی حقیقتہ البیاض وزید ابیض فیلزم دخول البیاض فی حقیقتہ، اوراس میں غلطی کا منشا اس پر ہے کہ سفیدی داخل ہے ابیض کے مفہوم میں اس حیثیت سے کہ وہ ابیض ہے اس حیثیت سے نہیں کہ وہ حیوان یاانسان ہے۔

درس: مغالطہ صوریہ میں سے ایک یہ ہے کہ حیثیت اوراعتبارات کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے خرابی لازم آتی ہے جیسے کتاب کی مثال میں سفیدی جوابیض کے مفہوم میں داخل ہے وہ ابیض ہونے کی حیثیت سے ہے حیوان یاانسان ہونے کی حیثیت سے نہیں۔ اورحیثیت اوراعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتا ہے۔

ومنها قولهم مماثل المماثل مماثل نحو الانسان مماثل للنخلة والنخلة مماثلة للحجر في كونه غير ذي نفس فيلزم كون زيد جمادا ووجه التغليط فيه ان مماثلة النخلة للانسان في امر وهو الطول مثلا و مماثلتها للحجر في شئ آخر.

ترجمہ: اور مغالطہ صوریہ میں سے مناطقہ کا یہ قول ہے مماثل المماثل مماثل جیسے الانسان مماثل للنخلۃ والنخلۃ مماثلۃ للحجر فی کونہ غیرذی نفس یعنی انسان کھجور کے مماثل ہے اور کھجور کے مماثل ہے اس کی غیرذی روح ہونے میں پس لازم آئے گا زید کا جماد ہونا اور اس میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ کھجور کی مماثلت انسان کیلئے ایک امر میں ہے اوروہ طول ہے مثلاً اس کی مماثلت پتھر کیلئے دوسری چیز میں ہے۔

درس: عبارت بالکل واضح ہے۔

وممّا یوقع فی الغلط اخذ العدم المقابل للملکة مکان الضد والنقیض کالسکون فانه عدم الحرکة عما من شانه ان یتحرک کالعمی فانه عدم البصر عما من شانه ان یکون بصیرا فیظن ان المجرد ساکنة والجدار اعمی.

ترجمہ: ان چیزوں میں سے جو غلطی میں واقع ہوتی ہیں اس عدم کا لینا ہے جو ملکہ کے مقابلہ ہے ضد اور نقیض کی جگہ جیسے سکون کیوں یہ حرکت کا نہ ہونا ہے اس چیز سے جس کی شان سے حرکت کرنا ہے جیسے نابینا کیوں کہ یہ بینائی کا نہ ہونا ہے اس سے جس کی شان میں سے ہے کہ وہ نابینا ہو پس گمان کر لیا جائے کہ مجرد وساکن ہے اور دیوار اندھی ہے۔

درس: یہاں سے مصنف فرماتے ہیں کہ بسا اوقات غلطی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ عدم کو ضد اور نقیض کی جگہ رکھدیا حالانکہ وہ ملکہ کے مقابلہ میں آتا ہے مثلاً سکون کو یہ عدم حرکت کا نام ہے اس چیز سے جس کی شان میں حرکت کرنا ہے اسی طرح عمی کہ یہ عدم بصر کا نام ہے اس سے جس کی شان میں بصر ہے اب اگر کوئی سکون کو حرکت کی ضد اور نقیض سمجھ کر یہ کہے کہ مجرد عن المادۃ یعنی عقل وغیرہ ساکن ہیں کیوں کہ ان میں حرکت نہیں اسی طرح یہ کہے کہ دیوار اعمی ہے کیوں کہ اس میں آنکھ نہیں تو یہ غلط ہوگا کیوں کہ سکون صرف عدم حرکت کا نام نہیں بلکہ عدم ملکہ کا نام ہے یعنی جس کی شان میں حرکت ہے اس میں حرکت کا نہ ہونا نیز عمی صرف عدم بصر کا نام نہیں بلکہ عدم ملکہ کا نام ہے یعنی جس کی شان میں دیکھنا ہے اس کا نہ دیکھنا۔ الغرض یہ غلطی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ عدم جو ملکہ کے مقابل تھا اسے ضد اور نقیض کی جگہ رکھدیا گیا جس کی وجہ سے مغالطہ ہو گیا۔

ومن المغالطات المشهورة قولهم لا یمکن تحصیل مجهول لان ذالک المجهول اذا حصل فیما یعرف انه مطلوبک فلا بد من بقاء الجهل او وجود العلم قبله حتی تعرف انه هو وعلی التقدیرین یمتنع

تحصيله اما على الاول فلاستحالة معرفته اذا وجد و اما على الثانى فلامتناع تحصيل الحاصل والجواب ان المطلوب معلوم من وجه و مجهول من وجه فبعد حصول المجهول يعلم بالوجه المعلوم المخصص انه المطلوب و هذا كمثل عبد ابق اذا وجد فانه كان معلوم الذات مجهول المكان فبعدما وجد عرفت بما كنت عارفا به من ذاته وصورته انه ابقك.

ترجمہ: اور مغالطہ مشہورہ میں سے مناطقہ کا یہ قول تحصیل مجہول ممکن نہیں، اس لئے کہ وہ مجہول جب حاصل ہوا ان چیزوں میں جن کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ تمہارے مطلوب ہیں تو ضروری ہے جہل کا باقی رہنا یا اس سے پہلے علم کا پایا جانا یہاں تک کہ تم جان لو کہ یہ وہی ہے اور دونوں تقدیروں پر اس کا حاصل کرنا ممتنع ہے بہرحال پہلی تقدیر پر تو اس کی معرفت کے محال ہونے کی وجہ سے جب وہ موجود ہو اور بہرحال دوسری تقدیر پر تو تحصیل حاصل کے ممتنع ہونے کی وجہ سے اور جواب یہ ہے کہ مطلوب من وجہ معلوم ہے اور من وجہ مجہول ہے چنانچہ مجہول کے حاصل ہونے کے بعد معلوم ہوگا اس وجہ معلوم سے جو مخص ہے کہ یہی مطلوب ہے اور یہ عبد آبق کے مثل کی طرح ہے جب وہ موجود ہو کیوں کہ یہ معلوم الذات اور مجہول المکان ہے چنانچہ اس کے بعد جو موجود ہے تم نے پہچان لیا اس سے جس سے تم واقف تھے یعنی اس کی ذات اور اس کی صورت سے کہ وہ تمہارا آبق (بھاگا ہوا غلام) ہے۔

اغلوطة لو لم يصدق قضية لم يصدق زيد قائم و كلما لم يصدق زيد قائم صدق نقيضه اعنى زيد ليس بقائم ينتج كلما لم يصدق قضية صدق زيد ليس بقائم مع انها قضية من القضايا والحل ان التقادير الماخوذة فى الكبرى اعنى قولك كما لم يصدق زيد قائم صدق نقيضه اعنى زيد ليس بقائم ان كانت واقعية فصدقها مسلم لكن لا اندراج اذا الحكم فى الصغرى انما هو على التقادير الفرضية الغير الواقعية ضرورة ان عدم صدق قضية من القضايا من الممتنعات ضرورة ان قولنا الواجب

موجود او سمیع او بصیر واجب الصدق فیکون عدم صدقها محالا و ان کانت تقادیر الکبریٰ اعم منعنا الکلیة اذ کذب الشیٔ انما یستلزم صدق نقیضه بحسب الواقع فانه جاز علی تقدیر المحال ان یکذب النقیضان معا لان المحال جاز ان یستلزم محالا اخر.

ترجمہ: اگر کوئی قضیہ صادق نہ ہو تو زید قائم صادق نہ ہوگا اور جب صادق نہ ہوگا زید قائم تو صادق ہوگی اس کی نقیض یعنی زید لیس بقائم، نتیجہ دے گا جب جب نہ صادق ہو کوئی قضیہ تو صادق ہوگا زید لیس بقائم باوجودیکہ یہ قضیوں میں سے ایک قضیہ ہے اور حل یہ ہے کہ وہ تقدیریں جو کبریٰ میں ماخوذ ہیں یعنی تیرا قول کلما لم یصدق زید قائم صدق نقیضہ یعنی زید لیس لیس بقائم اگر یہ تقدیریں واقعی ہیں تو ان کا صادق ہونا مسلم ہے لیکن داخل نہیں کیوں کہ حکم صغریٰ میں وہ ان تقادیر فرضیہ پر ہے جو غیر واقعی ہیں اس بات کے بدیہی ہونے کی وجہ سے کہ ہمارا قول الواجب موجود او سمیع او بصیر واجب الصدق ہے چنانچہ کسی قضیہ کا صادق نہ ہونا محال ہوگا اور اگر کبریٰ کی تقدیریں عام ہیں تو کلیت کبریٰ کو ہم تسلیم نہیں کیوں کہ شیٔ کا کذب مستلزم ہے اس کی نقیض کے صدق کو واقع کے اعتبار سے اس لئے کہ بغرض محال جائز ہے۔ کہ دونوں نقیضیں کاذب ہوں کیوں کہ محال کا دوسرے محال کو مستلزم ہونا جائز ہے۔

درس: یہاں سے مصنف ایک اور مغالطہ کو بیان فرما کر اس کا حل پیش کر رہے ہیں کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی نے کہا: لولم یصدق قضیہ لم یصدق زید قائم صغریٰ وکلما لم یصدق زید قائم صدق نقیضہ یعنی زید لیس بقائم (کبریٰ) نتیجہ ہوگا کلما لم یصدق قضیہ صدق زید لیس بقائم اور یہ نتیجہ غلط ہے کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب جب قضیہ صادق نہ ہوگا تو زید لیس بقائم صادق ہوگا حالانکہ زید لیس بقائم خود بھی ایک قضیہ ہے چنانچہ جب یہ صادق ہوا تو قضیہ بھی صادق ہوا یہ اجتماع متنافیین ہے جو کہ باطل ہے، اس کا حل یہ ہے کہ کبریٰ کلما لم یصدق زید قائم صدق نقیضہ یعنی زید لیس بقائم میں جو تقدیریں ہیں اگر وہ

واقعی اور نفس الامری مراد ہیں تو ہمیں تسلیم ہے مگر اس صورت میں اصغر اکبر کے تحت داخل نہیں ہوسکتا کیوں کہ کبریٰ میں حکم مقادیر واقعیہ پر ہے حالانکہ صغریٰ میں حکم اس کے برعکس تقادیر فرضیہ پر ہے اس لئے کہ قضیوں میں سے کسی قضیہ کا صادق نہ آنا ممتنع اور محال ہے کیوں کہ الواجب موجود وسمیع وبصیر قضیہ ہے، بات ظاہر ہے کہ اس کا صادق نہ آنا محال اور ممتنع ہے خلاصہ یہ ہے کہ صغریٰ میں حکم فرضی ہے اور کبریٰ میں حکم واقعی ہے اور جب ایسا ہے تو اصغر اکبر کے تحت داخل نہ ہوگا، اور جب اصغر اکبر کے تحت داخل نہ ہوگا تو قیاس بھی صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر کبریٰ کی تقدیریں عام ہوں یعنی جو حکم کبریٰ میں ہے خواہ وہ واقعی ہو یا فرضی تو اس وقت اصغر اکبر کے تحت داخل تو ہوگا مگر کبریٰ کا کلی ہونا ہمیں تسلیم نہیں کیوں کہ کبریٰ یعنی کلما لم یصدق زید قائم صدق نقیضہ میں زید قائم کے عدم صدق کی تمام تقدیروں پر اس کی نقیض یعنی زید لیس بقائم کے صدق کا حکم ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ حکم تقادیر واقعہ پر ہی ہوسکتا ہے نہ کہ فرضیہ پر کیوں کہ شئی کا کذب اپنی نقیض کے صدق کو حسب الواقع ہی مستلزم ہوسکتا ہے بحسب الفرض نہیں اس لئے کہ بحسب الفرض میں ممکن ہے کہ نہ اصل شئی صادق ہو اور نہ ہی اس کی نقیض صادق ہو بلکہ دونوں نقیضین کاذب ہوں کیوں کہ محال کو فرض کرنے کی صورت میں ارتفاع نقیضین اور اجتماع نقیضین دونوں جائز ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ مغالطہ مذکورہ میں کبریٰ کی تقدیریں خواہ واقعیہ ہوں یا تمام ہوں۔ دونوں صورت میں کبریٰ غلط ہے جب کبریٰ غلط ہے تو نتیجہ بھی غلط ہوگا۔

ویقرب من هذه الاغلوطة المغالطة العامة الورود التی یمکن ان یثبت بها ای مطلوب اردت صادقا کان او کاذبا فنقول المدعی ثابت لانه لو لم یکن المدعی ثابتا کان نقیضه ثابتا و کلما کان نقیضه ثابتا کان شیء من الاشیاء ثابتا ینتج لو لم یکن المدعی ثابتا کان شیء من الاشیاء ثابتا و ینعکس بعکس النقیض لو لم یکن شیء من الاشیاء ثابتا کان المدعی ثابتا مع انه شیء من الاشیاء هذا خُلفٌ.

ترجمہ: اور اس اغلوطہ سے قریب ہے وہ مغالطہ عامۃ الورود کہ ممکن ہے اس کے ذریعہ کسی بھی مطلوب کو ثابت کرنا خواہ وہ صادق ہو یا کاذب، چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ المدعی ثابت لانہ لولم یکن المدعی ثابتا کان نقیضہ ثابتا وکلما کان نقیضہ ثابتا کان شئ من الاشیاء ثابتا۔ نتیجہ دے گا لولم یکن المدعی ثابتا کان شئ من الاشیاء ثابتا۔ نتیجہ دے گا لولم یکن المدعی ثابتا کان شئ من الاشیاء ثابتا کان المدعی ثابتا۔ باوجودیکہ مدعی شئ من الاشیاء ہے یہ خلاف مفروض ہے۔

درس: مصنف فرماتے ہیں کہ اسی مغالطہ مذکورہ سے قریب قریب ایک اور مغالطہ ہے جسے مغالطہ عامۃ الورود کہا جاتا ہے، کیوں کہ یہ ایسا مغالطہ ہے جس کا ورود عام ہے چاہے وہ صادق ہو یا کاذب، اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ کہا جائے المدعی ثابت اور دلیل یہ دی جائے لولم یکن المدعی ثابتا کان نقیضہ ثابتا (صغری) وکل کان نقیضہ ثابتا کان شئ من الاشیاء ثابتا (کبری)۔ نتیجہ نکلے گا لولم یکن المدعی ثابتا کان شئ من الاشیاء ثابتا۔ اب عکس نقیض اس طرح ہوگی لولم یکن شئ من الاشیاء ثابتا کان المدعی ثابتا ظاہر ہے کہ یہ خلاف مفروض ہے۔

وتحير العقلاء في حله فمن قائل يقول انا لا نسلم ان تلك الشرطية تنعكس بهذا العكس الى هذه الشرطية كيف و الشيان في الاصل والعكس مختلفان بالعموم والخصوص بل عكس هذه الشرطية قولنا كلما لم يكن ذالك الشئ ثابتا كان المدعى ثابتا و هو حق و ان شئت قلت بتقرير اخر ان عكس تلك الشرطية لو لم يكن شئ من الاشياء ثابتا في ضمن نقيض المدعى كان المدعى ثابتا و من مجيب يجيب بان المقدم في العكس محال والمحال جاز ان يستلزم نقيضه فلا خلف وقد وقع الاطناب في تفصيل هذا الباب لما ان الرسائل المدونة في هذا الفن التي جرت في زماني هذا عادة قراتها خالية عن تفصيل باب

المغالطة فرأيت ان اوشح بذكره رسالتي هذه لتكون نافعة للمتعلمين مفيدة للطالبين.

ترجمہ: اور عقلاء اس کے حل کرنے میں متحیر ہیں چنانچہ بعض کہنے والے کہتے ہیں کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ شرطیہ اس عکس کے ساتھ منعکس ہوتا ہے اس شرطیہ کی طرف اور کیسے منعکس ہوسکتا ہے جب کہ دونوں چیزیں اصل اور عکس میں عموم وخصوص کے اعتبار سے مختلف ہیں بلکہ اس شرطیہ کا عکس ہمارا یہ قول کلما لم یکن ذلک الشئ ثابتا کان المدعیٰ ثابتا اور یہ حق ہے اور اگر تم چاہو تو کہو دوسری تقریر کے ساتھ کہ اس شرطیہ کا عکس لولم یکن شئ من الاشاء ثابتا کان المدعیٰ ثابتا کی نقیض کے ضمن میں متحقق ہے اور بعض جواب دینے والے جواب دیتے ہیں کہ مقدم عکس میں محال ہے اور محال جائز ہے کہ اپنی نقیض کو مستلزم ہو تو کوئی خلاف مفروض نہیں اور اس باب کی تفصیل میں طول واقع ہوگیا ہے، اس وجہ سے کہ وہ رسالے جو اس فن میں مدون ہیں جن کی پڑھنے کا رواج میرے اس زمانے میں جاری ہے وہ باب مغالطہ کی تفصیل سے خالی نہیں ہیں، چنانچہ میں نے خیال کیا کہ اس کے ذکر کے ساتھ مزین کردوں اپنے اس رسالہ کو تاکہ یہ متعلمین کے واسطے نفع بخش اور طلبہ کے واسطے سودمند ہو۔

درس: پیارے بچو! یہاں مصنف مغالطہ عامۃ الورود کے تین جواب نقل فرمارہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ عقلاء اس مغالطہ کے حل میں متحیر اور پریشان ہیں بعض لوگ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ نتیجہ یعنی لولم یکن المدعیٰ ثابتا کان شئ من الاشیاء ثابتا جو قضیہ شرطیہ ہے اس کا عکس نقیض جو یہ شرطیہ لولم یکن شئ من الاشیاء ثابتا کان المدعیٰ ثابتا نکالا گیا وہ ہم تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ اصل یعنی نتیجہ اور اس کے عکس میں عموم وخصوص کے اعتبار سے اختلاف ہے یعنی اصل نتیجہ میں جو شئ مذکور ہے وہ خاص ہے اور عکس میں جو شئ مذکور ہے وہ عام ہے تو اصل خاص اور عکس عام ہوا اور ظاہر ہے کہ عام خاص کا عکس نہیں ہوتا۔ لہذا وہ عکس صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح عکس یہ ہے کلما لم یکن ذلک الشیء ثابتا کان المدعیٰ ثابتا، اور جب صحیح عکس یہ ہوا تو خلاف مفروض لازم نہیں آئے گا۔

مصنف فرماتے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو دوسرا جواب یہ دے سکتے ہیں کہ عکس میں جو شئی مذکور ہے وہ عام ہے لہٰذا وہ نقیض نتیجہ اور اس کے غیر دونوں کو شامل ہوگی لیکن چونکہ عام کا تحقق کسی نہ کسی خاص کے ضمن میں ضرور ہوتا ہے لہٰذا یہ عام بھی نقیض نتیجہ کے ضمن میں متحقق ہوگا تو عکس مذکور لولم یکن شئی من الاشیاء ثابتا کان المدعی ثابتا میں جو شئی ہے اس سے مراد نقیض نتیجہ ہے لہٰذا لولم یکن شئی من الشیاء ثابتا کے معنی لولم یکن نقیض المدعی ثابتا کان المدعی ثابتا ہوں گے یعنی اگر مدعی کی نقیض ثابت نہ ہوئی تو مدعی ثابت ہوگا اور یہی شرطیہ کا عکس ہے جو نتیجہ تھا اور یہ بالکل صحیح ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ بعض جواب دینے والے یہ جواب دیتے ہیں کہ عکس مذکور یعنی لولم یکن شئی من الاشیاء ثابتا کان المدعی ثابتا میں مقدم یعنی لولم یکن شئی من الاشیاء ثابتا محال ہے کیوں کہ الواجب موجود ایک شئی ہے جو ثابت ہے اور جب یہ ثابت ہے تو یہ کہنا کہ اشیاء میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے یقیناً محال ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب مقدم محال ہے تو اگر یہ محال ثانی جو اس کی نقیض ہے یعنی کان المدعی ثابتا کو مستلزم ہوا تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ محال اپنی نقیض کو مستلزم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اخلاف مفروض لازم نہیں آئے گا۔ مصنف فرماتے ہیں کہ یہاں مغالطہ کے سلسلے میں طویل کلام ہوگیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ آج کل جو منطق میں کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ اسکی تفصیل سے خالی ہیں، چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے اس رسالے میں اس کو تفصیلاً ذکر کردوں تا کہ طلبہ اس سے نفع اٹھاسکیں۔

فصل ولا بد ان یعلم انه اذا کان احدی مقدمتی القیاس غیر برهانیة بل کانت جدلیة او خطابیة او شعریة او غیرها کان القیاس ایضا غیر برهانی و کذا الکلام فی القیاس الجدلی و نظائره وبالجملة المؤلف من الراجح والمرجوح مرجوح و هٰهنا قدتم بحث الصناعات الخمس وبه تم مقاصد الفن بنوعیه اعنی الموصل الی التصور والموصل الی التصدیق.

ترجمہ: یہ جان لینا ضروری ہے کہ جب قیاس کے دونوں مقدموں میں سے ایک برہانی نہ ہو بلکہ جدلی یا خطابی یا شعری یا ان کے علاوہ ہو تو قیاس بھی برہانی نہ ہوگا اور اسی طرح کلام قیاس جدلی اور اس کی نظیروں کے سلسلے میں ہے اور خلاصہ یہ کہ وہ قیاس جو راجح اور مرجوح سے مرکب ہو وہ مرجوح ہے اور یہاں صناعت خمسہ کی بحث مکمل ہوگئی اور اسی کے ساتھ فن کے مقاصد اپنی دونوں قسموں یعنی موصل الی التصور اور موصل الی التصدیق کے ساتھ پورے ہوگئے۔

درس: پیارے بچو! آج کا سبق ایک سوال مقدر کے جواب میں ہے، سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے ماقبل میں قیاس کی پانچ قسمیں بیان کیا تھا جنہیں صناعات خمسہ کہا گیا تھا حالانکہ قیاس کی اور بھی قسمیں نکلتی ہیں لہذا آپ کا یہ کہنا قیاس کی پانچ ہی قسمیں ہیں صحیح نہیں ہے۔ مثال کے طور پر قیاس کا ایک مقدم برہانی ہے اور دوسرا مقدم جدلی ہو یا خطابی یا شعری یا ان کے علاوہ ہو۔

مصنف کے جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو قیاس دو مختلف مقدموں سے مرکب ہو وہ ارذل المقدمتین کے تابع ہوگا جس میں نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے۔ لہذا جب قیاس کا ایک مقدم برہانی اور دوسرا جدلی ہو تو قیاس جدلی ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قیاس راجح اور مرجوح مقدموں سے مرکب ہو وہ مرجوح کے تابع ہوگا۔ مصنف فرماتے ہیں کہ یہاں تک صناعات خمسہ کی بحث پوری ہوگئی اور فن منطق کے مقاصد اپنی دونوں قسموں موصل الی التصور اور موصل الی التصدیق کی تفاصیل کے ساتھ مکمل ہوگئے۔

خاتمة لكل علم ثلثة امور احدها الموضوع و هو ما يبحث فى العلم عن عوارضه ولواحقه الذاتية كبدن الانسان لعلم الطب والكلمة والكلام لعلم النحو والمقدار المتصل لعلم الهندسة والمعلوم التصورى والمعلوم التصديقى لصناعتى هذه و ينبغى ان يعلم انه لا يبحث عن وجود الموضوع ولا يبحث عن ماهيته فى العلم الذى هو موضوع له فلا

یبحث الطبیب عن بدن الانسان من حیث انه موجود او جسم او حیوان ناطق ولا النحوی عن حقیقه الکلمة والکلام و من ثم لما کان موضوع علم الطبعی الجسم المطلق و کان صاحب هذا الفن یورد مباحث الحیولی والصورة فی الطبعیات اشکل علیه ان الهیولی والصورة من اجزاء الجسم و مقوماته فکیف یورد هذه المباحث فی الطبعیات واعتذر من قبله ان هذا المباحث استطرادیة.

ترجمہ: ہر علم کے واسطے تین چیزیں ضروری ہیں ان میں ایک موضوع ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کے عوارض ذاتیہ اور لواحق ذاتیہ سے علم میں بحث کی جاتی ہے۔ جیسے انسان کا بدن علم طب کے واسطے اور کلمہ اور کلام علم نحو کے واسطے اور مقدار اور متصل علم ہندسہ کے واسطے۔ نیز معلوم تصوری اور معلوم تصدیقی اس فن کے واسطے اور یہ جان لیا جانا مناسب ہے کہ نہیں بحث کی جاتی ہے موضوع کے وجود اور اس کی ماہیت سے اس علم میں جس کا وہ موضوع ہے۔ چنانچہ طبیب انسانکے بدن سے اس حیثیت سے بحث نہیں کرتا ہے کہ وہ موجود ہے یا جسم ہے یا حیوان ناطق ہے اور نہ ہی نحوی بحث کرتا ہے کلمہ وکلام کی حقیقت سے اور اسی وجہ سے جب علم طبعی کا موضوع جسم مطلق ہوا اور اس فن والے ہیولی وصورت کی بحثوں کو طبعیات میں لاتے ہیں تو ان پر اشکال کیا گیا کہ ہیولی اور صورت جسمہ کے اجزاء اور اس کے مقدمات میں سے ہیں تو کیسے لاتے ہیں ان بحثوں کو طبعیات میں اور ان کی جانب سے عذر پیش کیا گیا کہ یہ بحثیں تابع ہیں۔

درس: ہر علم کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں۔

موضوع: مبادی اور مسائل، یہاں صرف موضوع کو سمجھو۔ موضوع وہ چیز ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے علم میں بحث کی جاتی ہے۔ جیسے علم طب کا موضوع انسان کا بدن ہے کیوں کہ علم طب میں انسانی بدن کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے۔ اسی طرح علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے کیوں کہ علم نحو کلمہ اور کلام ہی سے بحث کی جاتی ہے۔

اسی طرح علم ہندسہ کا موضوع مقدار متصل یعنی خط اور سطح ہیں اور علم منطق کا موضوع وہ معلوم تصوری اور وہ معلوم تصدیقی ہیں جو مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی تک پہونچانے والے ہوں۔

آگے مصنف فرماتے ہیں کہ کسی بھی علم کے اندر اس کے موضوع کے وجود اور اس کی ماہیت سے بحث نہیں کی جاتی ہے۔ چنانچہ علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے اس کے وجود سے اطباء بحث نہیں کرتے کیوں کہ وہ موجود ہے اسی طرح اس کی ماہیت سے بحث نہیں کرتے کہ وہ جسم ہے اور حیوان ناطق ہے بلکہ انسانی بدن کے عوارض ذاتیہ سے بحث کرتے ہیں۔ اسی طرح نحویین کلمہ اور کلام کی ماہیت سے بحث نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے عوارض ذاتیہ سے بحث کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب علم طبعی کا موضوع جسم مطلق ہے اور علم طبعی والے اس جسم مطلق کے اجزاء اور اس کی ماہیت ہیولی اور صورت جسمیہ کی بحثوں کو طبعیات میں بیان کرتے ہیں تو ان پر اشکال کر دیا گیا کہ ہیولی اور صورت جسمیہ تو علم طبعی کے موضوع یعنی جسم مطلق کے اجزاء ہیں اور علم میں اس کے موضوع کے اجزاء اور ماہیت سے بحث نہیں ہوتی ہے تو اس اشکال کا بطور معذرت یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہیولی اور صورت جسمیہ کی بحثیں اگر چہ مقصود نہیں ہیں لیکن چونکہ یہ مقصود کے تابع ہیں اس وجہ سے انہیں طبعیات میں لایا جاتا ہے۔

و ثانیها مبادیة والمبادی ما یبتنی علیه المسائل و هی اما تصوریة ای حدود لوتورد لموضوع الصناعة و اجزائه وجزئیاته و اعراضه الذاتیة او تصدیقیة و هی المقدمات التی تؤلف منها قیاساته اما بدیهیة و یسمی العلوم المتعارفة او غیر بدیهیة بل نظریة مسلمة فان کان التسلیم علی سبیل حسن الظن ممن القاه الیه تسمی اصولا موضوعة فان کان التسلیم مع الاستنکار یسمی مصادرة و ثالثها المسائل و هی التی اشتمل العلم علیها ویحاول اثباتها بالدلیل.

ترجمہ: اور دوسری چیز مبادی ہیں اور مبادی وہ چیز ہیں جن پر مسائل مبنی ہوں اور وہ مبادی یا تو تصوری ہیں یعنی وہ تعریفیں جو فن کے موضوع اور اس کے اجزاء اور اس کے جزئیات اور اس کے عوارض ذاتیہ کے واسطے لائی جاتی ہیں یا وہ تصدیقی ہیں اور یہ وہ مقدمات ہیں جن سے اس فن کے قیاس مرکب ہوتے ہیں یا تو وہ مقدمات بدیہی ہیں اور انہیں علوم متعارفہ نام رکھا جاتا ہے یا وہ غیر بدیہی ہیں بلکہ فطری ہیں جو مسلم تو اگر تسلیم اس شخص سے حسن ظن کی بناء پر ہے جس نے اس کو اس کی طرف ڈالا ہے تو اس کا نام اصول موضوع رکھا جاتا ہے اور اگر تسلیم شک وانکار کے ساتھ ہے تو اس کا نام مصادرۃ رکھا جاتا ہے اور تیسری چیز مسائل ہیں اور یہ وہ قضیئے ہیں جن پر علم مشتمل ہو اور جن کے ثابت کرنے کو دلیل سے طلب کیا جائے۔

درس: ہر علم کیلئے دوسری چیز مبادی ہیں مبادی ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن پر علم کے مسائل موقوف ہوں۔

دیکھو مبادی کی دو قسمیں ہیں: مبادی تصوریہ اور مبادی تصدیقیہ۔ مبادی تصوریہ وہ باتیں ہیں جن میں کوئی حکم نہیں ہوتا یہ تین چیزیں ہیں۔ موضوع کی تعریف، موضوع کے اجزاء کی تعریف اور موضوع کے عوارض کی تعریف۔ موضوع کی تعریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر فن کا جو موضوع ہے یا مسائل فن کے جو موضوع ہیں ان کی تعریفات بیان کی جائیں۔ جیسے منطق کا موضوع تصور وتصدیق ہیں۔ اسلئے فن میں ان کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔
موضوع کے اجزاء کی تعریف: یعنی اگر موضوع کوئی مرکب چیز ہے تو وہ اس کے اجزاء کی علیحدہ علیحدہ تعریف بیان کی جاتی ہے۔ جیسے منطق کا موضوع دو چیزیں ہیں تصور وتصدیق اس لئے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تعریف بیان کی جاتی ہے۔

موضوع کے عوارض کی تعریف۔ جیسے کلمہ کے عوارض ہیں رفع نصب اور جر۔ اس لئے نحو میں ہر ایک کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

❁❁❁

مبادی تصدیقیہ وہ مقدمات ہیں جن میں کوئی حکم ہوتا ہے اور جن پر فن کے دلائل کا دارومدار ہوتا ہے، مبادی تصدیقیہ دو قسم کے ہیں: (۱) مقدمات بدیہیہ یعنی اولیات جن کے طرفین کا تصور حکم کیلئے کافی ہوتا ہے۔

(۲) مقدمات نظریہ یعنی وہ مقدمات جو غور فکر کے محتاج ہوتے ہیں اور دلائل سے ثابت کئے جاتے ہیں پھر خواہ ان کو استاذ کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر مان لیا گیا ہو یا چارونا چار مان لیا گیا ہو۔

تیسری چیز مسائل: مسائل وہ باتیں ہیں جو فن میں مقصود بالذات ہوتی ہیں اور جن کی خاطر فن پڑھایا جاتا ہے۔

فصل فی الرؤس الثمانية. اعلم ان القدماء كانو يذكرون فی مبادی الكتب اشياء و يسمونها الرؤس الثمانية احدها الغرض اعنی العلة الغائية لئلا يكون الناظر عابثا و ثانيها المنفعة لتسهل عليه المشقة فی تحصيله و ثالثها التسمية اعنی عنوان العلم ليكون عند الناظر اجمال ما يفصله الغرض و رابعها المؤلف يسكن قلب المتعلم و خامسها انه فی ای مرتبة هو ليعلم علی ای علم يجب تقديمه و عن ای علم يجب تاخيره و سادسها من ای علم هو ليطلب ما يليق به و سابعها القسمة و هو ابواب العلم و الكتاب و ثامنها انحاء التعليم و هی التقسيم و التحليل و التحديد و البرهان ليعرف ان الكتاب مشتمل علی كلها او بعضها.

ترجمہ: یہ فصل رؤس ثمانیہ کے بیان میں ہے۔ جان لو کہ متقدمین ذکر کرتے تھے کتابوں کے شروع میں آٹھ چیزیں جنکا نام رؤس ثمانیہ رکھتے تھے، ان میں سے ایک غرض ہے یعنی علت غائیہ تاکہ غور کرنے والا عبث میں مبتلا نہ ہو اور دوسری چیز منفعت ہے تاکہ

طالب علم پر اس کے حاصل کرنے کی مشقت آسان ہو جائے اور تیسری چیز تسمیہ ہے یعنی علم کا عنوان تا کہ غور کرنے والے کے نزدیک اس چیز کا اجمال ہو جائے جس کی تفصیل غرض کرے گی، اور چوتھی چیز مؤلف ہے تا کہ متعلم کا دل مطمئن ہو جائے اور پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ علم کس درجہ میں ہے تا کہ جان لیا جائے کہ کس علم پر اس کا مقدم کرنا واجب ہے اور کس علم سے اس کا مؤخر ضروری ہے۔ اور چھٹی چیز وہ کس علم سے متعلق ہے تا کہ طلب کیجائے وہ چیز جو اس کے لائق ہے اور ساتویں قسمت ہے۔ اور وہ علم کے ابواب اور کتاب ہیں اور آٹھویں چیز تعلیم کے اقسام ہیں اور وہ تقسیم، تحلیل تحدید، برہان ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ کتاب ان سب پر مشتمل ہے یا بعض پر۔

درس: پیارے بچو! قدیم علماء کتاب کے شروع میں بطور مبادی آٹھ باتیں ذکر کیا کرتے تھے وہ یہ ہیں:

(۱) فن کی غرض بیان کیا کرتے تھے تا کہ فن کی تحصیل بے فائدہ نہ رہے، غرض و غایت کام کے اس نتیجہ کو کہتے ہیں جو کام کرنے والے کو کام کرنے پر ابھارتا ہے، جیسے چارپائی کی غرض و غایت اس پر لیٹنا ہے پھر غرض و غایت میں فرق یہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے نتیجہ اس کام کی غرض کہلاتا ہے اور کام پورا ہونے کے بعد وہی نتیجہ غایت کہلاتا ہے۔

(۲) فن کا فائدہ بیان کرتے تھے کیوں کہ فوائد کا بیان انسان کو طبعی طور پر فن کا مشتاق بنا دیتا ہے اور طالب علم نشاط اور انبساط کے ساتھ فن کی تحصیل کرتا ہے اور اس راہ کی مشقتوں کی خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے۔

(۳) فن کا تسمیہ بیان کرتے تھے، کیوں کہ فن کا نام فن کا عنوان ہوتا ہے جس سے معنون اجمالاً سمجھا جا سکتا ہے، جس طرح لمبے چوڑے مضمون کا کوئی عنوان ہوتا ہے اور جس طرح کتاب کا نام کتاب کا عنوان ہوتا ہے اسی طرح فن کا نام بھی فن کا عنوان ہوتا ہے، تو

اگر عنوان اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو سارا مضمون بالا جمال سمجھ میں آجاتا ہے، اسی لئے قدماء کتاب کے شروع میں فن کا تسمیہ بیان کیا کرتے تھے۔

(۴) مصنف کا تذکرہ کیا کرتے تھے تاکہ متعلم کے دل کو سکون حاصل ہو۔

(۵) مرتبہ علم بیان کیا کرتے تھے، تاکہ متعلم پہلے ان علوم کو حاصل کرے جن کا پہلے حاصل کرنا ضروری ہے اوران علوم کو بعد میں حاصل کرے جن کو مؤخر کرنا ضروری ہے۔

(٦) فن کی نوعیت، بیان کرتے تھے، یہ فن علوم کی کس نوع سے تعلق رکھتا ہے تاکہ اس فن میں وہ باتیں تلاش کی جائیں جو اس سے مناسبت رکھتی ہیں۔

(۷) کتاب کی تقسیم وتبویب کیا کرتے تھے، تاکہ طالب علم جو مسئلہ جس باب سے متعلق ہو وہاں تلاش کرے۔

(۷) اقسام تعلیم یعنی تقسیم، تحدید، تجدید اور برہان بیان کرتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کتاب ان سب پر مشتمل ہے یا بعض پر۔

تقسیم: یعنی اوپر سے نیچے کی طرف تقسیم کرکے بات سمجھائی جائے مثلاً کلیات اس طرح سمجھائی جائیں کہ سب سے پہلے جوہر اس کے بعد جسم مطلق اس کے بعد جسم نامی اس کے بعد حیوان اس کے بعد انسان وغیرہ یا مثلاً کلمہ کی تین قسمیں ہیں، اسم، فعل وحرف۔

تحلیل: کے معنی ہیں کھولنا تجزیہ کرنا یہ تقسیم کا برعکس طریقہ ہے مثلاً حیوانات کی تحلیل و تجزیہ کرکے انواع متعین کی جائیں اوران کی جنس بتائی جائے وغیرہ۔

تحدید: کے معنی ہیں تعریف کرنا یعنی جب کوئی مسئلہ سمجھانا مقصود ہو تو پہلے ضروری اصطلاحات کی تعریفات بیان کی جائیں تاکہ طالب علم کیلئے آسانی کے ساتھ مسئلہ سمجھ میں آسکے۔

برہان: یعنی دلیل بیان کرنا تاکہ طالب علم حق بات تک پہنچ سکے اوراسے عملی جامہ پہنا سکے۔

اللہ تبارک وتعالی نے اپنے فضل وکرم اور توفیق سے آج ربیع الاول ۱۴۳۳ھ کی نویں شب میں بروز پنجشنبہ، یکم فروری ۲۰۱۲ء کتاب کی شرح کی خدمت کو تکمیل تک پہونچایا، دعاء گوں ہوں کہ رب کریم محض اپنے فضل وکرم سے اس کو شرف قبولیت سے نوازدے۔ آمین یارب العالمین۔

ثناء اللہ القاسمی

خادم حدیث جامعہ اسلامیہ، مالتی پور

اقول انا محمد فضل الامام الخير ابادى هذا آخرما اردنا جمعه و تاليفه فى هذه الرسالة من كتب الاقدمين و كلمات المتاخرين والغرض من هذا التاليف ليس الا تعليم المبتدين و تسهيل الامر على الطالبين فان نفعك ايها الطالب الراغب هذه العجالة نفعا يسيراً فلا تنسنى بدعاء حسن الخاتمة والنجاة من حرا الحاطمة وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبين اولا واخرا و ظاهراً و باطناً والحمد لله رب العلمين.